Globethics Repository

Tabarruk

This page was generated automatically upon download from the Globethics Repository. More information on Globethics see https://www.globethics.net. Data and content policy of Globethics Repository see https://repository.globethics.net/pages/policy.

Item Type	Book
Authors	Al-Qodiri, Muhammad Thohir
Publisher	Manshurat Minhaj al-Quran
Rights	With permission of the license/copyright holder
Download date	2026-07-15 09:33:43
Link to Item	http://hdl.handle.net/20.500.12424/188478

تبرک

کی

شرعی حیثیت

مِنہاجُ القرآن پبلیکیشنز

365-ایم، ماڈل ٹاؤن لاہور، فون: 5168514 ، 3-5169111

یوسف مارکیٹ، غزنی سٹریٹ، اُردو بازار، لاہور، فون: 7237695

www.Minhaj.org - www.Minhaj.biz

منہاج انٹرنیٹ بیورو کی پیشکش

www.MinhajBooks.com

بِسْمِ اللهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

مَـوْلَایَ صَلِّ وَسَلِّمْ دَآئِمًا اَبَدًا

عَلٰی حَبِیْبِکَ خَیْرِ الْخَلْقِ کُلِّهِمِ

مُـحَمَّدٌ سَیِّدُ الْکَوْنَیْنِ وَالثَّقَلَیْنِ

وَالْفَرِیْقَیْنِ مِنْ عُرْبٍ وَّمِنْ عَجَمِ

منہاج انٹرنیٹ بیورو کی پیشکش
www.MinhajBooks.com

جملہ حقوق بحقِ تحریکِ منہاجُ القرآن محفوظ ہیں

نام کتاب : **تبرک کی شرعی حیثیت**

خطبات و دروس : **شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری**

تحقیق و تدوین : محمد تاج الدین، حافظ فرحان ثنائی

نظرِ ثانی : ڈاکٹر علی اکبر قادری الازھری، محمد افضل قادری

زیرِ اہتمام : فریدِ ملّت رِیسرچ اِنسٹی ٹیوٹ Research.com.pk

مطبع : منہاجُ القرآن پرنٹرز، لاہور

اِشاعتِ اَوّل : اکتوبر 2006ء

تعداد : 1,100

قیمت اِمپورٹڈ کاغذ : -/130 روپے

❁❁❁

نوٹ: شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری کی تمام تصانیف اور خطبات و لیکچرز کے آڈیو، ویڈیو کیسٹس، CDs اور DVDs سے حاصل ہونے والی جملہ آمدنی اُن کی طرف سے ہمیشہ کے لیے **تحریکِ منہاجُ القرآن** کے لیے وقف ہے۔
(ڈائریکٹر منہاجُ القرآن پبلی کیشنز)

sales@minhaj.biz

جملہ حقوق بحقِ تحریکِ منہاجُ القرآن محفوظ ہیں

نام کتاب	:	تبرک کی شرعی حیثیت
خطبات و دروس	:	شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری
تحقیق وتدوین	:	محمد تاج الدین، حافظ فرحان ثنائی
نظرثانی	:	ڈاکٹر علی اکبر قادری الازھری، محمد افضل قادری
زیرِ اِہتمام	:	فریدِ ملّتؒ رِیسرچ اِنسٹی ٹیوٹ Research.com.pk
مطبع	:	منہاجُ القرآن پرنٹرز، لاہور
اِشاعتِ اَوّل	:	اکتوبر 2006ء
تعداد	:	1,100
قیمت پریمئر کاغذ	:	-/100 روپے

❁ ❁ ❁

نوٹ: شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری کی تمام تصانیف اور خطبات و لیکچرز کے آڈیو، ویڈیو کیسٹس، CDs اور DVDs سے حاصل ہونے والی جملہ آمدنی اُن کی طرف سے ہمیشہ کے لیے **تحریکِ منہاجُ القرآن** کے لیے وقف ہے۔
(ڈائریکٹر منہاجُ القرآن پبلی کیشنز)

sales@minhaj.biz

فہرس

صفحہ	مشتملات
۱۳	پیش لفظ
	باب اَوّل
۱۵	تبرک کا مفہوم اور قرآن کی روشنی میں اس کی اَہمیت
۱۷	۱۔ برکت اور تبرک کا لغوی معنیٰ و مفہوم
۱۸	۲۔ تبرک کا شرعی مفہوم
۱۹	۳۔ تبرک کا حقیقی تصوّر
۱۹	۴۔ تبرک کی شرائط
۲۰	۵۔ تبرک کی اقسام (اجمالی بیان)
۲۰	(۱) ذاتِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے تبرک
۲۰	(۲) ذواتِ انبیاء علیہم السلام اور صالحین سے تبرک
۲۱	(۳) افعال و اقوال سے تبرک
۲۱	(۴) مکان سے تبرک

www.MinhajBooks.com منہاج انٹرنیٹ بیورو کی پیشکش

صفحہ	مشتملات
۲۱	(۵) زمان سے تبرک
۲۲	(۶) کھانے پینے کی اشیاء سے تبرک
۲۲	(۷) افعالِ باطنی سے تبرک
۲۳	۶۔ عقیدۂ تبرک میں احتیاط کے پہلو
۲۴	۷۔ قرآن حکیم میں انبیاء علیہم السلام اور اشیائے مقدسہ کی برکت کا بیان
۲۴	(۱) انبیاء کرام علیہم السلام کے بابرکت ہونے کا بیان
۲۵	(۲) قرآن حکیم کے بابرکت ہونے کا بیان
۲۷	(۳) اماکنِ مقدسہ کے بابرکت ہونے کا بیان
۳۵	(۴) زمان کے بابرکت ہونے کا بیان
۳۵	(۵) بعض اشیاء کے بابرکت ہونے کا بیان
۳۶	(۶) نام کی نسبت سے حصولِ برکت
۳۷	۸۔ اَنبیاء علیہم السلام نے خود واسطۂ تبرک اختیار کیا
۳۷	(۱) قمیصِ یوسف علیہ السلام سے حضرت یعقوب علیہ السلام کا تبرک
۴۰	(۲) حجرۂ مریم علیہا السلام سے حضرت زکریا علیہ السلام کا تبرک
۴۰	(۳) قدمینِ ابراہیم علیہ السلام کا بابرکت ہونا
۴۱	۹۔ صالحین سے منسوب اشیاء سے حصولِ برکت کا بیان

صفحہ	مشتملات
۴۱	(۱) حضرت موسیٰ اور ہارون علیہما السلام کے آثار سے تبرک
۴۶	(۲) حضرت صالح علیہ السلام کی اونٹنی سے منسوب کنویں سے تبرک
۴۹	(۳) حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی قمیص مبارک سے تبرک
۵۰	(۴) حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مسواک مبارک سے تبرک
۵۱	(۵) حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نعلینِ اقدس سے تبرک
۵۲	۱۰۔ تبرک اختیار کرنے میں کوئی شرکیہ عنصر نہیں ہے
	بابِ دُوُم
۵۵	**حیاتِ مبارکہ میں آثارِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے تبرک کا ثبوت**
۵۷	۱۔ اِسمِ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے حصولِ برکت
۶۲	۲۔ جائے نماز سے حصولِ برکت
۶۴	۳۔ جسدِ اقدس سے حصولِ برکت
۶۵	۴۔ وضو کے بچے ہوئے پانی سے حصولِ برکت
۶۹	۵۔ دستِ اقدس کی برکتیں
۷۰	(۱) دستِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے برکت کا حصول اہلِ مدینہ کا معمول
۷۱	(۲) حضرت سائب بن یزید رضی اللہ عنہ کی شفایابی

www.MinhajBooks.com

مشتملات	صفحہ
(۳) دستِ مصطفیٰ ﷺ کا متعدی فیض	۷۲
(۴) دستِ مصطفیٰ ﷺ کی دائمی تاثیر	۷۳
(۵) توشہ دان میں کھجوروں کا ذخیرہ	۷۴
۶۔ قدمین شریفین کی برکات	۷۶
۷۔ موئے مبارک سے حصولِ برکت	۷۸
۸۔ ناخن مبارک سے حصولِ برکت	۸۱
۹۔ مبارک لعابِ دہن سے حصولِ برکت	۸۲
صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اپنے بچوں کو حضور ﷺ سے گھٹی دلواتے	۸۴
۱۰۔ پسینہ مبارک سے حصولِ برکت	۸۷
۱۱۔ مبارک ملبوساتِ رسول ﷺ سے حصولِ برکت	۸۹
۱۲۔ عصا مبارک سے حصولِ برکت	۹۳
۱۳۔ مبارک مشکیزہ سے حصولِ برکت	۹۴
۱۴۔ عطا شدہ سونے سے حصولِ برکت	۹۶
خلاصۂ بحث ...... اہم علمی نکات	۹۷

صفحہ	مشتملات
	بابِ سوم
۹۹	**بعد اَز وِصال آثارِ رسول اللہ ﷺ سے تبرک کا ثبوت**
۱۰۱	۱۔ حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کا آثارِ رسول ﷺ سے تبرک کا معمول
۱۰۶	۲۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کا حضور ﷺ کے کمبل سے تبرک
۱۰۷	اِمام بخاریؒ کا عقیدہ
۱۰۸	چادرِ رسول ﷺ کی برکت سے امام بوصیریؒ کی شفایابی
۱۱۰	۳۔ موئے رسول ﷺ کی تبرکاً حفاظت کا اہتمام
۱۱۲	(۱) موئے رسول ﷺ ۔۔۔ دنیا کے جملہ خزانوں سے عزیز تر
۱۱۴	(۲) وصال کے بعد موئے مصطفیٰ ﷺ سے حصولِ برکت
۱۱۴	(۳) جنگ میں فتح کے لئے موئے مبارک کا توسّل
۱۱۵	(۴) موئے مبارک کی برکت سے شاہ عبد الرحیمؒ کی صحت یابی
۱۱۷	۴۔ حضرت اسماء بنتِ ابی بکر رضی اللہ عنہما نے جبۂ رسول کو تبرکاً محفوظ رکھا
۱۱۸	۵۔ حضور ﷺ کے پیالے سے تبرک
۱۲۰	(۱) حضور ﷺ کے پیالے کی حفاظت کا خصوصی اہتمام
۱۲۱	(۲) پیالۂ رسول ﷺ کے پانی سے صحابہ رضی اللہ عنہم کا حصولِ برکت

www.MinhajBooks.com منہاج انٹرنیٹ بیورو کی پیشکش

صفحہ	مشتملات
۱۲۱	۶۔ عرقِ رسول ﷺ کو تبرکاً کفن میں لگانے کی وصیت
۱۲۲	۷۔ قربِ رسول ﷺ میں تبرکاً دفن ہونے کی خواہش
۱۲۵	۸۔ نعلینِ مبارک سے تبرک
۱۲۸	۹۔ نقشِ نعلینِ مبارک سے حصولِ برکت
۱۲۸	(۱) شدید درد کا ازالہ
۱۲۹	(۲) حادثات سے حفاظت
۱۳۰	(۳) مضر پھوڑے سے شفایابی
۱۳۱	(۴) امام مقری کا مشاہدہ
۱۳۲	۱۰۔ حضرت عبداللہ بن اُنَیس رضی اللہ عنہ کے ساتھ عصاءِ رسول ﷺ کی تدفین
۱۳۳	۱۱۔ حضور ﷺ کے منبر مبارک سے تبرک
۱۳۴	۱۲۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا حضور ﷺ کی قبرِ انور سے تبرک
۱۳۴	(۱) حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی تبرک کے لئے قبرِ انور پر حاضری
۱۳۴	(۲) سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی قبرِ رسول ﷺ سے تبرک کی تلقین
۱۳۶	(۳) حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ کا قبرِ انور سے تبرک
۱۳۷	(۴) حضرت بلال رضی اللہ عنہ کا قبرِ انور سے تبرک

مشتملات	صفحہ
(۵) حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ کا قبرِ انور سے تبرک	۱۳۷
(۶) سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں ایک شخص کا قبرِ انور سے تبرک	۱۳۸
آثارِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بے ادبی کی سزا	۱۳۹
باب چہارم	
آثارِ اولیاء اور صالحین سے تبرک	۱۴۱
ا۔ برکاتِ اولیاء کے سبب فتح و نصرت اور رزق کی فراہمی	۱۴۳
۲۔ اجسادِ اولیاء کو بوسہ دینے سے تبرک	۱۴۸
۳۔ تبرکاً صالحین کی دست بوسی سے متعلق ائمہِ اربعہ کی تصریحات	۱۵۳
۴۔ اجسادِ اولیاء سے منسوب اشیاء سے تبرک	۱۵۶
۵۔ قبورِ اولیاء و صالحین سے تبرک	۱۵۷
(۱) حضرت حمزہ بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ کی قبر سے تبرک	۱۵۹
(۲) حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ کی قبر سے تبرک	۱۵۹
(۳) امام شافعیؒ کا امامِ اعظمؒ کی قبر سے تبرک	۱۶۰
(۴) امام موسیٰ کاظمؒ کی قبر سے تبرک	۱۶۱
(۵) امام علیؒ رضا بن موسیٰ کی قبر سے تبرک	۱۶۲

مشتملات	صفحہ
(٦) سید المحدّثین امام بخاریؒ کی قبر سے تبرک	۱۶۳
(٧) امام ابراہیم بن اسحاق حربیؒ کی قبر سے تبرک	۱۶۴
(٨) حضرت معروف کرخیؒ کی قبر سے تبرک	۱۶۴
(٩) حضرت علیؒ بن محمد بن بشار کی قبر سے تبرک	۱۶۵
(١٠) حضرت ابوالحسن علی بن محمد بغدادیؒ کی قبر سے تبرک	۱۶۶
(١١) حافظِ حدیث عبدالغنی مقدسیؒ کی قبر سے تبرک	۱۶۷
(١٢) حضرت عثمان بن موسیٰ طائیؒ کی قبر سے تبرک	۱۶۷
٦۔ قبورِ اولیاء اور صالحین سے تبرک پر ائمہ کے اقوال	۱۶۷
(١) امام محمد بن محمد غزالیؒ کا قول	۱۶۸
(٢) امام ابن الحاج فاسیؒ کا قول	۱۶۸
(٣) امام ابوعبداللہؒ بن نعمان کا قول	۱۶۹
(٤) علامہ ابنِ جزیؒ کا قول	۱۶۹
(٥) علامہ ابنِ عابدین شامیؒ کا قول	۱۷۰
(٦) علامہ سلیمان بن عمر البجیرمیؒ کا قول	۱۷۰
(٧) علامہ عبدالحمید شروانیؒ کا قول	۱۷۱
مآخذ و مراجع	۱۷۳

پیش لفظ

کسی چیز سے برکت حاصل کرنے کے عمل کو لغتاً (تَفَعُّل کے وزن پر) تَبَرُّک کہتے ہیں۔ ہمارے ہاں یہ لفظ غلط العام ہے اور اسم کے طور پر اس چیز کے لیے استعمال ہوتا ہے جو پاکیزہ ہو اور کسی بزرگ شخصیت یا مقدس مقام سے منسوب ہو۔ برکت اور فیض دو ایسے الفاظ ہیں جن کی تفہیم اس مادی دنیا اور اس کے موجودہ سیاسی، معاشی، ثقافتی اور تہذیبی پس منظر میں خاصی دور از افکار محسوس ہوتی ہے۔ یہ دراصل ایسی کیفیات ہیں جنہیں چھوا اور دیکھا نہیں جاسکتا صرف احساس و شعور کی لطیف پنہائیوں میں محسوس کیا جاسکتا ہے۔ ان میں کمی بیشی کا تعلق کسی علم اور میزان کے ساتھ نہیں بلکہ صرف اور صرف وجدان اور ایمان کے ساتھ منسلک ہے۔

اللہ عزوجل جو قادر و قیوم اور تمام برکتوں کا مالک ہے اس نے اپنے محبوب ﷺ کو نہ صرف دنیا جہاں کی برکتوں سے نوازا بلکہ جو چیزیں آپ ﷺ سے منسوب ہوئیں وہ بھی بابرکت ہوگئیں۔ یہی وجہ ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ کے آثار کو بطورِ تبرک محفوظ رکھنا اور ان سے برکت حاصل کرنا صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور تابعین عظام کا معمول تھا۔ دورِ صحابہ و تابعین کے بعد نسل در نسل ہر زمانے میں اکابر ائمہ و مشائخ کے علاوہ خلفاء و سلاطین بھی حضور نبی اکرم ﷺ کے آثار و تبرکات کی حفاظت کا بڑے ادب و احترام کے ساتھ خصوصی اہتمام کرتے رہے۔ کتبِ تواریخ و سیر کے مطالعہ سے پتہ چلتا ہے کہ خاص مواقع پر بڑے اہتمام کے ساتھ مسلمانوں کو ان تبرکات کی زیارت کروائی جاتی تھی۔ آج بھی اہلِ محبت ان تبرکاتِ مقدسہ کو حصولِ فیض و برکت کا ذریعہ سمجھتے ہیں اور ان کی حرمت کے تحفظ کے لئے جان کا نذرانہ پیش کرنے سے بھی گریز نہیں کرتے۔ ''تبرک'' کی اسی حیثیت کو قرآن و حدیث اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے آثار و احوال کی روشنی میں دیکھنے کی ضرورت ہے۔

یہ ایک مسلّمہ حقیقت ہے کہ انبیاء اور صالحین علیہم السلام سے منسوب چیزیں بڑی با

برکت اور فیض رساں ہوتی ہیں۔ نصوصِ شرعیہ سے ائمہِ حدیث وتفسیر نے آثارِ رسول، انبیاء اور صالحین علی نبینا وعلیہم الصلوٰۃ والسلام سے حصولِ برکت کا شرعی جواز قوی دلائل سے ثابت کیا ہے۔ بڑی سادہ سی بات ہے کہ کسی چیز کے اندر خیر و برکت کا ہونا ہرگز بھی منافیٔ توحید نہیں۔ کوئی بھی مؤمن جب کسی چیز سے برکت حاصل کرتا ہے تو عقیدہ صحیحہ کے مطابق وہ مؤثرِ حقیقی اس ذاتِ وحدہ لاشریک اللہ رب العزت کو مانتا ہے جس کے قبضۂ قدرت میں تمام سعادتیں اور برکتیں ہیں۔ وہی ذات جب کسی کو برکت سے نواز دیتی ہے تو پھر وہ شخصیت ہو یا کوئی جگہ یا کوئی شے سب بابرکت اور مبارک ہو جاتی ہیں۔ کسی کو منبعِ فیوض و برکات اور باسعادت بنانے کا اختیار اسی کے پاس ہے۔

فی زمانہ جہاں بعض اساسی ایمانی اور سادہ شرعی اعمال افراط وتفریط کا شکار ہو چکے ہیں وہاں حصولِ فیض اور حصول برکت کی مختلف شکلیں بھی ہمارے ہاں متنازعہ ہوچکی ہیں۔ مذہبی حلقوں میں شرک کا لفظ اتنا عام ہوگیا ہے کہ اس کے دائرے سے شاید ہی کسی کلمہ گو کا عمل خالی تصور کیا جاتا ہو۔ حالانکہ یہ ایک انتہائی سوچ کا حامل رویہ ہے جس نے شرق تا غرب مسلمانوں میں باہمی موانست کی بجائے نفرت وکدورت کے اثرات کو جنم دیا ہے۔ اس ناپسندیدہ صورتحال کی شدت میں کمی پیدا کرنے کے لئے ضروری تھا کہ ایسے تمام تصورات اور احکامات کا حقیقت پسندانہ تجزیہ کیا جائے تاکہ حقیقت حال سمجھنے میں آسانی ہو اور کفر وشرک کے فتوؤں کا دائرہ سکیڑا جاسکے۔ نیز باہمی افتراق و انتشار کی فضاء ختم کرکے مسلمانوں کو اپنے حقیقی مسائل سے نبٹنے کا شعور پیدا ہو۔ شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری مدظلہ کی ان مجددانہ مساعی کے اثرات الحمد للہ وطن عزیز کی فضاؤں سے نکل کر دنیا بھر کے مسلمانوں تک پہنچنا شروع ہوگئے ہیں۔ تبرک کی شرعی حیثیت سمیت ''سلسلۂ عقیدۂ توحید'' کی اشاعت بھی اسی کامیاب علمی کاوش کا ایک حصہ ہے۔ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں دعا ہے کہ وہ ہمیں تصورات دین کے صحیح فہم سے نوازے اور عالم اسلام کے لئے باہم متحد و متفق ہوکر اظہار دین کے مواقع پیدا فرمائے۔ آمین بجاہ سید المرسلین ﷺ

(ڈاکٹر علی اکبر قادری)

ڈائریکٹر، فرید ملّتؒ ریسرچ اِنسٹی ٹیوٹ

بابِ اوّل

تبرک کا مفہوم اور قرآن کی روشنی میں اُس کی اہمیت

www.MinhajBooks.com

ہر چیز کی حقیقت تک رسائی کے لئے ضروری ہوتا ہے کہ اس کی تہہ تک پہنچا جائے۔ اسی اصول کے پیشِ نظر اسلامی عقائد اور احکام تک رسائی کے لئے ان کا لغوی اور شرعی معنی جاننے کے ساتھ ساتھ قرآن وحدیث سے بنیادی رہنمائی حاصل کی جاتی ہے۔ اسی اصول کو ملحوظ رکھتے ہوئے آئندہ صفحات میں ''تبرک'' کا لغوی و شرعی مفہوم، اس کی انواع اور قرآن کی روشنی میں اس کی اہمیت وفضیلت پر تفصیلی بحث کی جائے گی۔

ا۔ برکت اور تبرک کا لغوی معنیٰ و مفہوم

عربی زبان کی خاصیت ہے کہ اس کے ہر کلمہ میں ایک حرف کا بھی اضافہ یا کمی کرنے سے معنیٰ میں بہت حد تک فرق آ جاتا ہے۔ یہی صورتِ حال ''برکت'' اور ''تبرک'' کے معنی میں درپیش ہے۔ علامہ ابنِ منظور نے مختلف علماء کے حوالے سے لفظِ برکت اور تبرک کے اقوال اپنی کتاب میں یکجا کئے ہیں، ہم ان کو خلاصۃً درج کر رہے ہیں۔

ا۔ برکت کے لغوی معانی: ''اضافہ، زیادتی و کثرت اور سعادت و خوش بختی کے ہیں۔''

۲۔ برکت کا ہی ایک معنی: ''دائمی سعادت اور برکت کا حصول بھی ہے۔'' جیسے حضور علیہ السلام پر برکت بھیجتے ہوئے کہا جاتا ہے: اَللّٰھُمَّ بَارِکْ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَعَلٰی آلِ مُحَمَّدٍ. ''اے اللہ! تو حضرت محمد ﷺ اور حضرت محمد ﷺ کی آل پر بزرگی اور شرافت ہمیشہ ہمیشہ کے لئے ثابت اور قائم فرما۔''

’’برکت‘‘ بَرَکَ البعیر سے مشتق ہے یعنی ’’اُونٹ کسی جگہ جم کر اور ایک خاص ہیئت کے ساتھ بیٹھا۔‘‘ اس طرح وہ سکون و راحت اور آسودگی پاتا ہے۔

۳۔ تبرک کا لغوی معنی ہے: ’’کسی سے برکت حاصل کرنا۔‘‘ (۱)

درج بالا تعریفات سے معلوم ہوا کہ چونکہ تبرکات کے اندر عزت، خیر و برکت اور نیک بختی کے حصول اور اِن میں اضافہ کی خواہش ہوتی ہے، اس لئے ان کو تبرک کہتے ہیں۔

جیسے دعائے نبوی ﷺ ہے:

وَ بَارِکْ لِیْ فِیْمَا أَعْطَیْتَ. (۲)

’’اور جو نعمت تو نے مجھے دی ہے اس میں برکت عطا فرما۔‘‘

۴۔ امام راغب اصفہانی نے ’’برکت‘‘ کا ایک معنی خیرِ الٰہی لکھا ہے:

وَالْبَرَکَةُ ثُبُوْتُ الْخَیْرِ الإِلٰهِیِ فِی الشَّیْءِ. (۳)

’’برکت کا معنی ہے کسی شے کے اندر خیرِ الٰہی کا پایا جانا۔‘‘

۲۔ تبرک کا شرعی مفہوم

قرآن و حدیث کی تعلیمات سے پتہ چلتا ہے کہ بعض ذوات، چیزوں اور

(۱) ۱۔ ابن منظور، لسان العرب، ۱۰، ۳۹۵،۳۹۶
۲۔ ابن اثیر، النهایة فی غریب الحدیث، ۱: ۱۲۰

(۲) ۱۔ ترمذي، السنن، کتاب الصلاة، باب: ما جاء فی القنوت فی الوتر، ۲: ۳۲۸، رقم: ۴۶۴
۲۔ابن حبان، الصحیح، ۳: ۲۲۵، رقم: ۹۴۵
۳۔ ابن خزیمة، الصحیح، ۲: ۱۵۱، رقم: ۱۰۹۵

(۳) راغب الأصبهانی، المفردات: ۴۴

مقامات کو اللہ تعالیٰ نے خصوصی خیر و برکت سے نوازا ہے اور اِن کو دیگر مخلوق پر ترجیح دی ہے۔ ان بابرکت ذوات اور اشیاء سے برکت و رحمت اور سعادت چاہنا اور ان کے وسیلہ سے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں دعا کرنا تبرک کے مفہوم میں شامل ہے۔

۳۔ تبرک کا حقیقی تصوّر

تبرک وتیمّن کا واسطہ درحقیقت برکت اور فیض حاصل کرنے کے لیے اختیار کیا جاتا ہے۔ جب ہم اپنے اور اللہ تبارک و تعالیٰ کے درمیان برکت حاصل کرنے کے لئے کوئی واسطہ قائم کر رہے ہوتے ہیں تو چونکہ یہ واسطہ عبادت نہیں ہوتا اس لئے اس میں شرک کا کوئی احتمال نہیں۔ جیسے مناسکِ حج ادا کرتے ہوئے حجرِ اسود، رکنِ یمانی اور مقامِ ابراہیم علیہ السلام کے ساتھ تیمن وتبرک کا واسطہ اختیار کیا جاتا ہے۔ جب حجر اسود سے برکت کا حصول شرک نہیں تو کسی پیغمبر یا ولی اللہ سے واسطہ تیمن یا واسطہ تبرک شرک کیسے ہوگا؟ اگر ایک پتھر کو واسطہ بنا لینا جائز ہو اور انبیاء و اولیاء کو واسطہ بنانا ناجائز اور شرک تصور کیا جائے تو یہ حقیقی تصورِ دین کے خلاف ہے۔

۴۔ تبرک کی شرائط

قرآن و حدیث سے ثابت ہر متبرک چیز خواہ وہ کوئی نشانی ہو یا جگہ یا کوئی ذات، شرعاً ان کو وسیلہ بنانا جائز ہے۔ تاہم اس امر کے لئے درج ذیل شرائط ضروری ہیں:

۱۔ تبرک اختیار کرتے ہوئے یہ عقیدہ رکھنا ضروری ہے کہ مؤثرِ حقیقی اللہ تبارک و تعالیٰ ہے۔ جس طرح تمام نعمتیں مثلاً رزق، صحت تندرستی، مدد و نصرت، رہائش اور لباس وغیرہ اس کی عطا سے ملتی ہیں اسی طرح متبرک اشیاء یا اشخاص میں خیر و برکت بھی اللہ تعالیٰ نے ہی ودیعت فرمائی ہے۔ مخلوق میں کوئی بھی ازخود خیر و برکت دینے یا شر و فساد دور کرنے سے عاجز ہے مگر اللہ تعالیٰ کے اذن اور عطا سے ان میں یہ تاثیر و برکت پائی جاتی ہے۔

۲۔ جن اشخاص یا آثار و اماکن اور اشیاء کو متبرک سمجھ کر ان سے برکت حاصل کی جاتی ہے، ضروری ہے کہ قرآن و سنت سے ان کا عنداللہ متبرک و افضل ہونا بھی ثابت ہوتا ہو۔ انبیاء و صالحین کے جن آثار کے ذریعے تبرک یعنی خیر و برکت و سعادت حاصل کی جاتی ہے اس کے متعلق صحیح عقیدہ یہ ہے کہ یہ آثار اور نشانیاں اس ذات اور شخص کی شرافت و برزگی، نیکی و پارسائی اور عبادت و ریاضت کی وجہ سے مشرف و مکرم اور قابلِ تعظیم و تکریم اور عنداللہ محبوب و مقرب ہیں۔

۵۔ تبرک کی اقسام (اجمالی بیان)

جیسا کہ ہم عرض کر چکے ہیں کہ شریعت میں تبرک کی وہی قسم معتبر اور قابلِ قبول ہے جو قرآن و سنت اور آثارِ صحابہ سے ثابت ہو۔ اس اصول کے پیشِ نظر شریعت میں تبرک کی درج ذیل انواع و اقسام ثابت ہیں:

ا۔ ذاتِ رسول ﷺ سے تبرک

حضور نبی اکرم ﷺ کی حیاتِ مبارکہ میں اور بعد از وصال آپ ﷺ کی ذاتِ مقدسہ اور آپ ﷺ کے آثار سے برکت حاصل کرنا شرعاً ثابت ہے۔

۲۔ ذواتِ انبیاء علیہم السلام اور صالحین سے تبرک

انبیاءِ کرام اور صالحینِ عظام کی حیات اور بعد از وصال اُن کی ذوات اور آثار سے بھی برکت حاصل کرنا شرعاً ثابت ہے۔(۱)

(۱) نوٹ: حضور نبی اکرم ﷺ، انبیاء کرام اور صالحینِ عظام علی نبینا وعلیھم الصلاۃ والسلام سے برکت حاصل کرنے کے دوران اِن کے درمیان حفظِ مراتب کا خیال رکھنا اشد ضروری ہے۔ لہٰذا انتہائی احتیاط اور ادب کا مظاہرہ کیا جائے۔

۳۔ افعال و اقوال سے تبرک

امتِ مسلمہ کو ہر طرح کی رحمت اور فیض سے مالا مال کرنے کے لئے اللہ تبارک وتعالیٰ اور اس کے رسول حضور نبی اکرم ﷺ کی طرف سے اِس امت کو احکام اور ترغیب کے ذریعہ ایسے افعال، اقوال اور معاملات وغیرہ بجا لانے کو کہا گیا ہے جن پر صرف عمل پیرا ہونے سے ہی اسے خیر و برکت سے نواز دیا جاتا ہے۔ مثلاً اللہ تعالیٰ کا ذکر کرنا، حضور نبی اکرم ﷺ پر درود پڑھنا، تلاوتِ قرآن کرنا، نعت پڑھنا، اللہ تعالیٰ کی راہ میں جہاد کرنا، صدقہ و خیرات کرنا، غریبوں اور مسکینوں کو کھانا کھلانا، روزہ افطار کرانا، امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کرنا، کسی نفس کی حاجت پوری کرنا، خندہ پیشانی سے پیش آنا، تکلیف دہ چیز کو راستہ سے ہٹانا، سچ بولنا، ایفائے عہد کرنا الغرض بے شمار ایسے امور ہیں جن پر عمل پیرا ہونے سے انسان کو خالقِ کائنات کی طرف سے رحمتیں اور برکتیں نصیب ہوتی ہیں۔

۴۔ مکان سے تبرک

مقدس مقامات سے برکت حاصل کرنا بھی شریعت سے ثابت ہے۔ ان بابرکت مقامات میں روئے زمین کی تمام مساجد، خصوصاً مسجدِ حرام، مسجدِ نبوی، مسجدِ اقصیٰ، مسجدِ قباء اور بعض مقدس شہر مکہ مکرمہ، مدینہ منورہ، شام اور یمن شامل ہیں۔ علاوہ ازیں حضور نبی اکرم ﷺ، دیگر انبیاء کرام اور اولیاءِ عظام کے مقاماتِ ولادت اور وصال سے بھی برکت حاصل کرنا از روئے شرع جائز ہے۔

www.MinhajBooks.com

۵۔ زمان سے تبرک

شریعت کی طرف سے امتِ مسلمہ کو بعض متبرک اوقات اور لمحات بھی نصیب ہوئے ہیں۔ ان میں ماہِ رمضان المبارک، آخری عشرہ کی پانچ طاق راتیں، شبِ قدر،

شبِ برأت، شبِ میلا د النبی ﷺ، شبِ معراج النبی ﷺ، ہر رات کا آخری تہائی حصہ، یومِ جمعۃ المبارک، پیر کا دن، جمعرات کا دن، ذوالحجہ کے دس دن، عیدالفطر، عیدالاضحیٰ کا دن، یومِ عاشورہ اور میلا د النبی ﷺ کے بابرکت ایام اور مقدس راتیں شامل ہیں۔

۶۔ کھانے پینے کی اشیاء سے تبرک

بعض کھانے پینے کی اشیاء بھی ایسی ہیں جن کو اسلام میں دیگر اشیاء سے متبرک مقام حاصل ہے۔ مثلاً زیتون کا تیل، دودھ، شہد، کھجور، کلونجی، زمزم کا پانی، روزے کے لئے سحری اور افطاری کی اشیاء اسی نوع میں شامل ہیں۔

۷۔ افعالِ باطنی سے تبرک

بعض افعال کا تعلق انسان کے قلب و روح سے ہوتا ہے۔ قرآن و حدیث کی رو سے اُن پر عمل پیرا ہونے سے بھی مومن کو برکاتِ الٰہیہ سے نوازا جاتا ہے۔ ان باطنی اعمال میں محبتِ الٰہی، خشیتِ الٰہی، اطاعتِ الٰہی، رضائے الٰہی، محبتِ رسول ﷺ، اطاعتِ رسول ﷺ، تعظیمِ رسول ﷺ، نصرتِ رسول ﷺ، توکل علی اللہ، صبر، شکر، رضا، ریاضت، عبادت، مجاہدہ اور زہد و ورع جیسے امور شامل ہیں۔

درج بالا تبرک کی تمام انواع و اقسام قرآن و حدیث اور آثارِ صحابہ و تابعین سے ثابت ہیں۔ ہر قسم اور نوع پر کافی دلائل موجود ہیں جن سے یہ بات پایہ ثبوت کو پہنچتی ہے کہ اللہ رب العزت کی برکت اور رحمت حاصل کرنے کے لئے اِن تمام امور کی طرف رجوع کرنا، انہیں اپنانا اور بجا لانا شریعتِ اسلامیہ کے تحت مسنون، مستحسن اور جائز ہے۔ ان میں سے کسی ایک کا بھی انکار وہی شخص کرے گا جو قرآن و حدیث، صحابہ کرام، تابعینِ عظام اور ائمہ کے احوال و اقوال سے ناواقف ہو گا۔ حقیقت یہی ہے کہ درج بالا تمام اقسامِ تبرک من حیث المجموع امتِ مسلمہ کے عقائد کی عکاس ہیں۔

۶۔ عقیدۂ تبرک میں احتیاط کے پہلو

اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے دینِ اسلام کو اعتدال پسندی سے نوازا ہے جس کی بدولت اس کے ہر امر میں افراط و تفریط کو نظرانداز کیا جائے گا اور ان کی ہر طرح سے حوصلہ شکنی کی جائے گی۔ عقیدۂ تبرک میں بھی شریعت کے اِس اصول کو مدّنظر رکھا گیا ہے، لہٰذا اس میں درج ذیل پہلوؤں کو ہمیشہ پیشِ نظر رکھنا چاہیے۔

۱۔ تبرک کے ہر اس عمل کو ناپسندیدہ، مکروہ اور بدعتِ ضلالۃ قرار دیا جائے گا جو اصلاً قرآن وحدیث سے ثابت نہیں۔

۲۔ جن اعمال پر شریعت میں ممانعت وارد ہوئی ہے یا کراہت کا اظہار کیا گیا ہے، ان کو ہرگز بھی متبرک نہ سمجھا جائے مثلاً اولیاء و صالحین کے مزارات کا عبادت کی نیت سے طواف وغیرہ۔

۳۔ آج کل معاشرے میں عموماً دیکھا گیا ہے کہ شریعت سے نابلد بے عمل جاہل اور جعلی پیروں کو برکت کا ذریعہ بنایا جاتا ہے ان سے بھی حتی الامکان دامن بچانا چاہیے۔

۴۔ عقیدۂ تبرک میں جہاں بعض لوگ جہالت کے باعث افراط کا شکار ہیں، وہیں بعض لوگ تعصب اور عناد کے باعث اولیاء وصالحین اور مقبولانِ بارگاہِ الٰہی سے حصولِ برکت کو شرک اور بدعت قرار دیتے ہیں۔ اس نامناسب رویے پر بھی غور کرنا چاہیے۔

گذشتہ صفحات میں ہم نے تبرک کا لغوی وشرعی مفہوم اوراس کی انواع پر سیر حاصل بحث کی ہے جس سے تبرک کا حقیقی مفہوم نکھر کر سامنے آ جاتا ہے۔ اب ہم قرآن کی روشنی میں تبرک کی شرعی حیثیت بیان کریں گے جس سے اس کی اہمیت و فضیلت اجاگر ہوگی۔

قرآن حکیم کا مطالعہ کرنے سے واضح ہوتا ہے کہ برکت اور تبرک متعدد آیاتِ بیّنات سے ثابت شدہ امرِ شرعی ہے۔ تبرک سے متعلق قرآنی تعلیمات کو ہم درج ذیل عنوانات میں تقسیم کر سکتے ہیں:

ا۔ قرآن میں انبیاء علیہم السلام اور اشیائے مقدسہ کی برکت کا بیان

برکت اور تبرک کے صحیح تصور کو واضح کرنے کے لئے ذیل میں چند قرآنی اقسام کو بیان کیا جا رہا ہے۔ ان آیاتِ مبارکہ سے پتہ چلتا ہے کہ قرآن میں لفظِ برکت اپنے مشتقات سمیت معین شخصیات، زمان اور مکان کے لئے استعمال ہوا ہے۔

ا۔ انبیاء کرام علیہم السلام کے بابرکت ہونے کا بیان

اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں بعض انبیاء کرام علیہم السلام اور اُن کے اہل و عیال کا مبارک اور بابرکت ہونا بیان کیا ہے۔

ا۔ حضرت نوح علیہ السلام اور ان کے متبعین کے لئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

قِيْلَ يٰنُوْحُ اهْبِطْ بِسَلٰمٍ مِّنَّا وَبَرَكٰتٍ عَلَيْكَ وَعَلٰٓى اُمَمٍ مِّمَّنْ مَّعَكَ.(۱)

’’فرمایا گیا: اے نوح! ہماری طرف سے سلامتی اور برکتوں کے ساتھ (کشتی سے) اتر جاؤ جو تم پر ہیں اور ان طبقات پر ہیں جو تمہارے ساتھ ہیں۔‘‘

۲۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام اور ان کے بیٹے حضرت اسحاق علیہ السلام کے بارے میں ارشادِ الٰہی ہے:

وَ بٰرَكْنَا عَلَيْهِ وَ عَلٰٓى اِسْحٰقَ.(۲)

(۱) هود، ۱۱:۴۸

(۲) الصافات، ۳۷:۱۱۳

''اور ہم نے اُن پر اور اسحاق (علیہ السلام) پر برکتیں نازل فرمائیں۔''

۳۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے اہلِ بیعت کے لئے فرمایا:

رَحْمَتُ اللهِ وَ بَرَكٰتُهٗ عَلَيْكُمْ اَهْلَ الْبَيْتِ ؕ اِنَّهٗ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ ○(۱)

''اے گھر والو! تم پر اللہ کی رحمت اور اس کی برکتیں ہوں، بیشک وہ قابلِ ستائش (ہے) بزرگی والا ہے○''

۴۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو بابرکت فرمایا ہے:

وَجَعَلَنِيْ مُبٰرَكًا اَيْنَ مَا كُنْتُ ۪ وَاَوْصٰنِيْ بِالصَّلٰوةِ وَالزَّكٰوةِ مَا دُمْتُ حَيًّا ○(۲)

''اور میں جہاں کہیں بھی رہوں اس نے مجھے سراپا برکت بنایا ہے اور میں جب تک (بھی) زندہ ہوں اس نے مجھے نماز اور زکوۃ کا حکم فرمایا ہے۔''

۲۔ قرآن حکیم کے بابرکت ہونے کا بیان

اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید کی بے شمار صفات اور خوبیاں بیان فرمائی ہے۔ قرآن کی ایک صفت اس کا بابرکت ہونا بھی ہے۔

۱۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

وَ هٰذَا كِتٰبٌ اَنْزَلْنٰهُ مُبٰرَكٌ مُّصَدِّقُ الَّذِيْ بَيْنَ يَدَيْهِ .(۳)

''اور یہ (وہ) کتاب ہے جسے ہم نے نازل فرمایا ہے، بابرکت ہے، جو کتابیں اس سے پہلے تھیں ان کی (اصلاً) تصدیق کرنے والی ہے۔''

(۱) هود، ۱۱:۷۳

(۲) مريم، ۱۹:۳۱

(۳) الأنعام، ۶:۹۲

۲۔ سورۃ الأنعام میں ہی دوسری جگہ ارشاد فرمایا:

وَهٰذَا كِتٰبٌ اَنْزَلْنٰهُ مُبٰرَكٌ فَاتَّبِعُوْهُ وَاتَّقُوْا لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَo (۱)

''اور یہ (قرآن) برکت والی کتاب ہے جسے ہم نے نازل فرمایا ہے سو (اب) تم اس کی پیروی کیا کرو اور (اللہ سے) ڈرتے رہو تاکہ تم پر رحم کیا جائےo''

۳۔ قرآن حکیم کو خوبیوں والی اور بابرکت کتاب کہا گیا ہے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

كِتٰبٌ اَنْزَلْنٰهُ اِلَيْكَ مُبٰرَكٌ لِّيَدَّبَّرُوْا اٰيَاتِهٖ وَلِيَتَذَكَّرَ اُوْلُوا الْاَلْبَابِo (۲)

''یہ کتاب برکت والی ہے۔ جسے ہم نے آپ کی طرف نازل فرمایا ہے تاکہ دانشمند لوگ اس کی آیتوں میں غور وفکر کریں اور نصیحت حاصل کریں''

۴۔ سورۃ الدخان میں ارشاد فرمایا:

اِنَّآ اَنْزَلْنٰهُ فِيْ لَيْلَةٍ مُّبٰرَكَةٍ اِنَّا كُنَّا مُنْذِرِيْنَ. (۳)

''بیشک ہم نے اسے ایک با برکت رات میں اتارا ہے بیشک ہم ڈر سنانے والے ہیں''

اس آیت کے تحت شیخ ابنِ عربی لکھتے ہیں:

البركة: هي النماء و الزيادة و سماها مباركة لما يعطى الله فيها من المنازل و يغفر من الخطايا و يقسم من الحظوظ و يبث من الرحمة و ينيل من الخير و هي حقيقة ذلک وتفسيره. (۴)

(۱) الأنعام، ۶:۱۵۵

(۲) ص، ۳۸: ۲۹

(۳) الدخان، ۴۴: ۳

(۴) ابن عربی، أحكام القرآن، ۴:۱۱۷

’’برکت کا معنی کسی چیز میں بڑھوتری اور اِضافہ ہے۔ نزولِ قرآن کی رات کو اس لئے مبارک قرار دیا کہ اس میں اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو بلند درجات عطا فرماتا ہے، گناہوں کی بخشش فرماتا ہے، سعادت و خوش قسمتی اور خیر و فضل تقسیم فرماتا ہے، اپنی رحمت کو پھیلاتا ہے اور خیر و بھلائی عطا فرماتا ہے۔ یہی اس رات کے بابرکت ہونے کا حقیقی معنی اور اس کی تفسیر ہے۔‘‘

۳۔ اماکنِ مقدسہ کے بابرکت ہونے کا بیان

اللہ تعالیٰ نے قرآن حکیم میں بعض خصوصی اماکن اور زمین کے قطعات کا بابرکت ہونا بیان فرمایا ہے۔

۱۔ اللہ رب العزت نے خانہ کعبہ کو برکت والا گھر قرار دیا، فرمایا:

اِنَّ اَوَّلَ بَیْتٍ وُّضِعَ لِلنَّاسِ لَلَّذِیْ بِبَکَّةَ مُبٰرَکًا وَّهُدًی لِّلْعٰلَمِیْنَo(۱)

’’بیشک سب سے پہلا گھر جو لوگوں (کی عبادت) کے لئے بنایا گیا وہی ہے جو مکہّ میں ہے برکت والا ہے اور سارے جہان والوں کے لئے (مرکزِ) ہدایت ہےo‘‘

امام ابوبکر جصاص نے احکام القرآن میں اس آیت کی تشریح میں برکت اور تبرک کے تصور کو یوں واضح کیا ہے:

وقوله مباركًا يعنى أنه ثابت الخير والبركة، لأن البركة هى ثبوت الخير ونموه وتزيده والبرك هو الثبوت يقال برك بركًا وبروكا إذا ثبت على حاله.(۲)

’’اور اللہ ﷻ کا مبارکاً فرمانا اس معنی میں ہے کہ وہ گھر خیر و برکت والا ہے،

(۱) ال عمران، ۳: ۹۶

(۲) جصاص، أحکام القرآن، ۲: ۳۰۳

کیونکہ کسی چیز میں خیر و بھلائی کا پایا جانا اور اس کا نشو و نما اور اس میں اضافہ ہو جانے کا نام برکت ہے۔ برکت سے مراد جم کر بیٹھنا ہے برک، برکاً اور بروکا اس وقت کہتے ہیں جب کوئی اپنی جگہ جم کر بیٹھے۔‘‘

۲۔ مسجدِ اقصیٰ کے گرد و نواح کو انبیاء کرام کا مسکن ہونے کی وجہ سے بابرکت بنا دیا۔ ارشاد فرمایا گیا:

سُبۡحٰنَ الَّذِیۡۤ اَسۡرٰی بِعَبۡدِہٖ لَیۡلًا مِّنَ الۡمَسۡجِدِ الۡحَرَامِ اِلَی الۡمَسۡجِدِ الۡاَقۡصَا الَّذِیۡ بٰرَکۡنَا حَوۡلَہٗ لِنُرِیَہٗ مِنۡ اٰیٰتِنَا ؕ اِنَّہٗ ہُوَ السَّمِیۡعُ الۡبَصِیۡرُ ○(۱)

’’وہ ذات (ہر نقص اور کمزوری سے) پاک ہے جو رات کے تھوڑے سے حصہ میں اپنے (محبوب اور مقرّب) بندے کو مسجدِ حرام سے (اس) مسجدِ اقصیٰ تک لے گئی جس کے گرد و نواح کو ہم نے بابرکت بنا دیا ہے تاکہ ہم اس (بندۂ کامل) کو اپنی نشانیاں دکھائیں بے شک وہی خوب سننے والا خوب دیکھنے والا ہے ○‘‘

اللہ تعالیٰ نے سفرِ معراج کے ضمن میں مسجدِ حرام اور مسجدِ اقصیٰ کا ذکر فرمایا تو مسجدِ اقصیٰ کے ساتھ اس کی وجہ فضیلت بھی بتائی کہ اس کے اردگرد ہم نے برکتیں رکھ دی ہیں۔ ائمہِ تفسیر نے بابرکت ماحول کی وجہ بیت المقدس کے اردگرد پھلدار درخت اور جاری نہروں کے علاوہ زمانہ موسوی سے اس مسجد کو مہبطِ وحی اور مسکن انبیاء علیھم السلام کے طور پر بیان کیا ہے۔ علاوہ ازیں ایک بڑی وجہ انبیاء علیھم السلام کے مزارات ہیں جو فلسطین اور بالخصوص القدس شریف کی سرزمین میں موجود ہیں۔

علامہ قرطبی لکھتے ہیں:

(۱) بنی اسرائیل، ۱۷: ۱

قيل بالثّمار وبمجاری الأنهار وقيل بمن دُفن حوله من الأنبياء والصالحين.[۱]

’’یہ بھی کہا گیا ہے کہ اس کے اردگرد کو پھلوں اور نہروں کی وجہ سے بابرکت بنایا گیا ہے اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ اس کے اردگرد انبیاء کرام علیہم السلام اور صالحین دفن ہیں اس وجہ سے یہ بابرکت ہے۔‘‘

علامہ شوکانی لکھتے ہیں:

بالثّمار والأنهار والأنبياء و الصالحين فقد بارك الله سبحانه حول المسجد الأقصى ببركات الدّنيا والآخرة.[۲]

’’یعنی پھلوں، نہروں انبیاء علیہم السلام اور صالحین کی وجہ سے۔ پس اللہ تعالیٰ نے مسجد اقصیٰ کے اردگرد کے ماحول کو دنیا و آخرت کی برکتوں سے مالا مال فرمایا۔‘‘

آیتِ کریمہ کی مذکورہ تفسیر سے ثابت ہوا کہ ائمہ تفسیر نے مسجد اقصیٰ کے اردگرد کے ماحول کو درج ذیل وجوہات کی بنا پر بابرکت قرار دیا ہے۔

۱۔ پھلدار درختوں اور نہروں کا پایا جانا۔

۲۔ مسکنِ انبیاء علیہم السلام اور مسجدِ اقصیٰ کا کثیر انبیاء علیہم السلام کی عبادت گاہ ہونا۔

۳۔ مسجدِ اقصیٰ کے اردگرد مزاراتِ انبیاء علیہم السلام کی موجودگی۔

علامہ قرطبی اور علامہ شوکانی کے قول کے مطابق بابرکت ہونے کی بڑی وجہ مزاراتِ انبیاء ہیں۔ یہی درست بات ہے کیونکہ لذیذ پھلوں اور خوش ذائقہ پانی کی نہروں کا وجود بھی انبیاء علیہم السلام کے وجودِ مسعود کے باعث ہے۔

---

(۱) قرطبی، الجامع لأحکام القرآن، ۱۰: ۲۱۲

(۲) شوکانی، فتح القدیر، ۳: ۲۰۶

نصِ قرآنی سے ثابت ہوا کہ انبیاء و صالحین کی وجہ سے کسی جگہ کا بابرکت ہونا اور لوگوں کا تبرکاً اس مقدس مقام کی زیارت کے لئے جانا نہ صرف جائز بلکہ امرِ مستحسن ہے۔ پس حضور تاجدارِ کائنات سیدنا محمد مصطفیٰ ﷺ کا مدفن ہونے کا اعزاز جس خطۂ زمین کو نصیب ہوا وہ پوری کائنات سے بڑھ کر بابرکت و باسعادت ہے۔ یہی وجہ ہے کہ قرونِ اولیٰ سے لے کر آج تک جمہور اُمت روضۂ رسول ﷺ کی زیارت کو دنیا و مافیہا سے بڑھ کر عزیز سمجھتی ہے۔

انبیاء علیھم السلام کے وجودِ مسعود کی وجہ سے مسجدِ اقصیٰ کا اردگرد بابرکت ہونے کی مزید تائید حضرت مجاہد کے اس قول سے ہوتی ہے:

سماه مباركًا لأنه مقر الأنبياء و مهبط الملائكة والوحی. (۱)

''مسجدِ اقصیٰ کے اردگرد کو بابرکت اس لئے کہا گیا کہ یہ انبیاء علیھم السلام کی قرار گاہ اور نزولِ ملائکہ و وحی کا مقام ہے۔''

اس امر میں تو کوئی شک و شبہ نہیں کہ نصِ قرآنی کے مطابق بیت المقدس کا گردونواح بابرکت ہے۔ رہی یہ بات کہ وہ بابرکت کیوں ہے؟ اس بارے میں ائمہ تفسیر نے جو بھی وجہ بیان کی اس میں نمایاں چیز نسبتِ انبیاء علیھم السلام ہے۔ اگر وہاں نزولِ ملائکہ ہے تو وہ بھی نبیوں کی وجہ سے ہے۔ اگر مزاراتِ انبیاء و صالحین ہیں تو ان کی نسبت بھی ان سے ہے حتی کہ اگر عبادت گاہ مبارک ہے تو وہ بھی نبیوں کی نسبت کی وجہ سے ہے۔

امام نسفی لکھتے ہیں:

يريد بركات الدين والدنيا لأنه متعبد الأنبياء عليهم السلام

---

(۱) ۱۔ بغوی، معالم التنزیل، ۳: ۹۲

۲۔ ثناء اللہ، تفسیر المظھری، ۵: ۳۹۹

۳۔ ابن جوزی، زاد المسیر، ۵:۵

ومهبط الوحی.(۱)

’’اس سے مراد دین و دنیا کی برکتیں ہیں اس لئے مسجد اقصیٰ انبیاء علیہم السلام کی عبادت گاہ اور مقامِ نزولِ وحی الٰہی ہے۔‘‘

۳۔ خطۂ شام کے بابرکت ہونے کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

وَ اَوۡرَثۡنَا الۡقَوۡمَ الَّذِیۡنَ کَانُوۡا یُسۡتَضۡعَفُوۡنَ مَشَارِقَ الۡاَرۡضِ وَ مَغَارِبَهَا الَّتِیۡ بٰرَکۡنَا فِیۡهَا.(۲)

’’اور ہم نے اس قوم (بنی اسرائیل) کو جو کمزور اور استحصال زدہ تھی اس سرزمین کے مشرق و مغرب (مصر اور شام) کا وارث بنا دیا جس میں ہم نے برکت رکھی تھی۔‘‘

۴۔ اللہ تعالیٰ نے ایک اور مقام پر خطۂ شام کو برکت سے نوازے جانے کے بارے فرمایا:

وَنَجَّیۡنٰهُ وَلُوۡطًا اِلَی الۡاَرۡضِ الَّتِیۡ بٰرَکۡنَا فِیۡهَا لِلۡعٰلَمِیۡنَ○(۳)

’’اور ہم نے ابراہیم (علیہ السلام) کو اور لوط (علیہ السلام) کو (جو آپ کے بھتیجے یعنی آپ کے بھائی ہاران کے بیٹے تھے) بچا کر (عراق سے) اس سرزمین (شام) کی طرف لے گئے جس میں ہم نے جہان والوں کے لئے برکتیں رکھی ہیں۔‘‘

خطۂ شام کو سرزمینِ انبیاء و صالحین کہا جاتا ہے۔ ائمۂ تفسیر نے اس امر کی صراحت کی ہے کہ اس آیتِ مبارکہ میں جس خطہ زمین کو برکت سے نوازنے کا بیان ہے وہ شام ہے۔

(۱) ۱۔ نسفی، مدارك التنزيل و حقائق التأويل، ۲: ۲۷۸
۲۔ آلوسی، روح المعانی، ۱۵: ۱۱
۳۔ زمخشری، الکشاف، ۲: ۶۰۶

(۲) الأعراف، ۷: ۱۳۷

(۳) الأنبیاء، ۲۱: ۷۱

۱۔ اِمام فخر الدین رازی نے لکھا ہے:

وحقّت أن تكون كذلك فهي مبعث الأنبياء صلاة الله عليهم ومهبط الوحي.(۱)

’’اور درست بات یہ ہے کہ ایسا ہی ہے کیونکہ یہ سرزمین انبیاء علیہم السلام کی بعثت اور نزول وحی کا خطہ ہے۔‘‘

۲۔ اِمام زمخشری نے لکھا ہے:

وبركاته الواصلة إلى العالمين أنّ أكثر الأنبياء عليهم السلام بعثوا فيه فانتشرت في العالمين شرائعهم و آثارهم الدينية و هي البركات الحقيقيّة.(۲)

’’اس سرزمینِ شام کی برکتیں تمام جہاں کو پہنچی۔ اس طرح کہ اکثر انبیاء علیہم السلام یہیں مبعوث ہوئے اور پوری دنیا میں ان کی شریعت اور دینی آثار پھیل گئے۔ یہی حقیقی برکات ہیں۔‘‘

۳۔ اِمام نسفی نے لکھا ہے:

أي أرض الشام بركتها أن أكثر الأنبياء منها فانتشرت في العالمين آثارهم الدينية.(۳)

’’یعنی سرزمینِ شام کی طرف اور اس سرزمین کی برکتوں میں سے یہ بھی ہے کہ اکثر انبیاء علیہم السلام کی بعثت یہاں ہوئی اور پھر ان کے دینی آثار دنیا میں پھیلے۔‘‘

(۱) رازی، التفسیر الکبیر، ۲۴:۱۵۷
(۲) زمخشری، تفسیر الکشاف، ۳:۱۲۷
(۳) نسفی، مدارک التنزیل و حقائق التأویل، ۳:۸۶

خطہ ٔشام کے مبارک ہونے کی ایک وجہ مفسرین نے یہ بھی بیان کی ہے کہ یہ خطہ انبیاء علیہم السلام کی بعثت کا مرکز رہا ہے۔ لہٰذا ان کے مبارک قدموں کی وجہ سے یہ خطہ ٔ زمین برکت والا ہوگیا۔ حضور نبی اکرم ﷺ نے بھی شام کے لیے برکت کی دعا فرمائی۔ احادیث مبارک سے ثابت ہے کہ سرزمین شام اللہ تعالیٰ کے منتخب بندوں انبیاء و صالحین کی سرزمین ہے اس لئے مبارک ہے۔

حضرت ابنِ حوالہ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

سَيَصِيْرُ الْأَمْرُ إِلَى أَنْ تَكُوْنُوْا جُنُوْدًا مُجَنَّدَةً. جُنْدٌ بِالشَّامِ وَجُنْدٌ بِالْيَمَنِ وَجُنْدٌ بِالْعِرَاقِ. قَالَ ابْنُ حَوَالَةَ: خِرْ لِي يَارَسُوْلَ اللهِ! إِنْ أَدْرَكْتُ ذٰلِكَ، فَقَالَ: عَلَيْكَ بِالشَّامِ فَإِنَّهَا خِيْرَةُ اللهِ مِنْ أَرْضِهِ يَجْتَبِي إِلَيْهَا خِيْرَتَهُ مِنْ عِبَادِهِ فَأَمَّا إِذْ أَبَيْتُمْ فَعَلَيْكُمْ بِيَمَنِكُمْ وَاسْقُوْا مِنْ غُدُرِكُمْ فَإِنَّ اللهَ تَوَكَّلَ لِي بِالشَّامِ وَأَهْلِهِ.(۱)

’’عنقریب ایک ایسا وقت آنے والا ہے جب تمہارے لشکر الگ الگ ہوجائیں گے۔ ایک لشکر شام میں ہوگا تو ایک یمن میں اورایک عراق میں۔ ابن حوالہ نے کہا: یارسول اللہ اگر میں اس وقت کو پاؤں تو فرمایئے میں کس لشکر میں جاؤں؟ آپ ﷺ نے فرمایا تم سرزمین شام کو (سکونت کے لئے) اختیار کرنا کیونکہ سرزمین شام اللہ تعالیٰ کی زمین میں بہترین زمین ہے۔ اللہ تعالیٰ اس قطعہ ارضی میں اپنے بہترین بندوں کو چن کر اکٹھا فرمائے گا‘‘ اگر تجھے یہ منظور نہ ہو تو پھر یمن کو اختیار کرنا اوراپنے حوضوں سے پانی پلاتے رہنا۔ اللہ تعالیٰ نے میری خاطر ملک شام کی اوراہل شام کی کفالت فرمائی ہے۔‘‘

(۱) أبوداود، السنن، كتاب الجهاد، باب: في سكنى الشام، ۳: ۴، رقم:۲۴۸۳

فضیلتِ شام کے بارے میں کتبِ احادیث میں متعدد احادیثِ مبارکہ موجود ہیں۔ فضیلتِ شام کے حوالے سے متذکرہ بالا نصِ قرآنی حدیثِ مبارکہ اور ائمہِ تفسیر کی آراء سے یہ ثابت ہوا کہ اللہ رب العزت نے خود ابوالانبیاء سیدنا ابراہیم علیہ السلام کے مقامِ ہجرت ملکِ شام کو بابرکت بنایا اور پھر امت کو فتنوں کے دور میں اس مبارک سرزمین میں حسبِ استطاعت تبرکاً سکونت اختیار کرنے کی ترغیب بھی فرمائی۔

غور طلب بات یہ ہے کہ زمین تو ساری اللہ تعالیٰ کی ہے، وہی پوری دنیا کا خالق و مالک حقیقی ہے، پھر اس قادر و قیوم ذاتِ وحدہ لا شریک نے زمین کے ایک ٹکڑے کو مبارک قرار دیا۔ اس سے یہی بات مستنبط ہوتی ہے کہ اگر قرآن و سنت کی تعلیمات کے مطابق کوئی مقام یا ہستی مبارک ہو اور اگر ایک بندہ مؤمن خالق کائنات کی طرف سے عطا کردہ برکت کی وجہ سے اس سے تبرک اختیار کرے تو یہ صحیح اور درست امر ہے اسے خلاف شرع اور منافی توحید قرار نہیں دیا جا سکتا۔

۵۔ یمن کے بارے میں اللہ رب العزت نے فرمایا:

وَجَعَلْنَا بَيْنَهُمْ وَ بَيْنَ الْقُرَى الَّتِيْ بٰرَكْنَا فِيْهَا قُرًى ظَاهِرَةً. (۱)

”اور ہم نے ان باشندوں کے اور ان بستیوں کے درمیان جن میں ہم نے برکت دے رکھی تھی، (یمن سے شام تک) نمایاں (اور) متصل بستیاں آباد کر دی تھیں۔“

۶۔ عام زمین کو خیر کے اعتبار سے کئی صورتوں میں متبرک بنایا گیا ہے، ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

وَجَعَلَ فِيْهَا رَوَاسِيَ مِنْ فَوْقِهَا وَبٰرَكَ فِيْهَا وَقَدَّرَ فِيْهَآ اَقْوَاتَهَا فِيْٓ اَرْبَعَةِ اَيَّامٍ. (۲)

(۱) سبا، ۳۴:۱۸

(۲) حم السجدة، ۴۱:۱۰

''اور اُس کے اندر (سے) بھاری پہاڑ (نکال کر) اس کے اوپر رکھ دیئے اور اس کے اندر (معدنیات، آبی ذخائر، قدرتی وسائل اور دیگر قوتوں کی) برکت رکھی، اور اس میں (جملہ مخلوق کے لئے) غذائیں (اور سامانِ معیشت) مقرر فرمائے (یہ سب کچھ اس نے) چار دنوں (یعنی چار ارتقائی زمانوں) میں مکمل کیا۔''

۴۔ زمان کے بابرکت ہونے کا بیان

قرآن مجید میں بعض زمانوں کے بابرکت ہونے کو بھی بیان کیا گیا ہے، شبِ قدر کے بارے میں فرمایا:

اِنَّآ اَنۡزَلۡنٰـهُ فِىۡ لَيۡلَةٍ مُّبٰـرَكَةٍ اِنَّا كُنَّا مُنۡذِرِيۡنَ○[۱]

''بیشک ہم نے اسے ایک با برکت رات میں اتارا ہے بیشک ہم ڈر سنانے والے ہیں○''

۵۔ بعض اشیاء کے بابرکت ہونے کا بیان

قرآن مجید میں بعض اشیاء کے بابرکت ہونے کو بھی بیان کیا گیا ہے۔

ا۔ اللہ تعالیٰ نے زیتون کے درخت کو بابرکت قرار دیا ہے، ارشادِ ربانی ہے:

اَللّٰهُ نُوۡرُ السَّمٰوٰتِ وَ الۡاَرۡضِ ؕ مَثَلُ نُوۡرِهٖ كَمِشۡكٰوةٍ فِيۡهَا مِصۡبَاحٌ ؕ اَلۡمِصۡبَاحُ فِىۡ زُجَاجَةٍ ؕ اَلزُّجَاجَةُ كَاَنَّهَا كَوۡكَبٌ دُرِّىٌّ يُّوۡقَدُ مِنۡ شَجَرَةٍ مُّبٰـرَكَةٍ زَيۡتُوۡنَةٍ لَّا شَرۡقِيَّةٍ وَّ لَا غَرۡبِيَّةٍ.[۲]

''اللہ آسمانوں اور زمین کا نور ہے اس کے نور کی مثال (جو نورِ محمدی ﷺ کی شکل میں دنیا میں روشن ہے) اس طاق (نما سینۂ اقدس) جیسی ہے جس میں چراغِ

(۱) الدخان، ۴۴:۳

(۲) النور، ۲۴:۳۵

(نبوت روشن) ہے، (وہ) چراغ، فانوس (قلبِ محمدی ﷺ) میں رکھا ہے۔ (یہ) فانوس (نورِ الٰہی کے پَرتَو سے اس قدر منور ہے) گویا ایک درخشندہ ستارہ ہے (یہ چراغِ نبوت) جو زیتون کے مبارک درخت سے (یعنی عالمِ قدس کے بابرکت رابطہ وحی سے یا انبیاء و رسل ہی کے مبارک شجرۂ نبوت سے) روشن ہوا ہے نہ (فقط) شرقی ہے اور نہ غربی (بلکہ اپنے فیضِ نور کی وسعت میں عالمگیر ہے)۔‘‘

۲۔ بارش کے پانی کو بھی مبارک قرار دیا ہے، ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

وَنَزَّلْنَا مِنَ السَّمَآءِ مَآءً مُّبٰرَكًا. (۱)

’’اور ہم نے آسمان سے بابرکت پانی برسایا۔‘‘

۶۔ نام کی نسبت سے حصولِ برکت

قرآن مجید میں ایک مقام پر سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کی والدہ محترمہ سیدہ مریم علیہا السلام کا ذکر ہارون کی بہن کہہ کر ہوا ہے، ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

يٰٓاُخْتَ هٰرُوْنَ. (۲)

’’اے ہارون کی بہن!‘‘

ائمہِ تفسیر نے لکھا ہے کہ یہ حضرت ہارون علیہ السلام کی اولاد میں سے تھیں اور ان کے ایک بھائی کا نام حضرت ہارون علیہ السلام کی نسبت سے ’’ہارون‘‘ تھا اس لئے ان کو ہارون کی بہن کہا گیا:

كان لها أخ من أبيها اسمه هارون لأن هذا الاسم كان كثيراً في بني إسرائيل تبركاً باسم هارون أخي موسى. (۳)

(۱) ق، ۵۰:۹

(۲) مریم، ۱۹:۲۸

(۳) قرطبی، الجامع لأحكام القرآن، ۱۱:۱۰۰

''حضرت مریم علیہا السلام کے علاتی بھائی کا نام ہارون تھا کیونکہ بنی اسرائیل میں یہ نام رکھنے کا بہت رواج تھا۔ لوگ سیدنا موسیٰ علیہ السلام کے بھائی حضرت ہارون علیہ السلام کے نام کی نسبت سے تبرکاً اسے رکھتے تھے۔''

قرآن مجید میں بیان کردہ مبارک یا متبرک انبیاء علیہم السلام، خود قرآن حکیم، اماکنِ مقدسہ، اشیاء اور زمان کی اِن اقسام سے معلوم ہوا کہ مخلوق میں سے بعض کو خالقِ کائنات کی طرف سے بابرکت ہونے کا رتبہ ملا ہے۔ یہ مقام ملنے کی وجہ سے اُن کا مقام باقی تمام مخلوق سے جدا اور ممتاز ہو جاتا ہے۔

اس تفصیل سے یہ بھی ثابت ہوا کہ اللہ تعالیٰ خود آثارِ صالحین انبیاء و رسل کے مزارات اور مقدس مقامات کو بابرکت Declare کرتا ہے اور اس برکت سے تبرک حاصل کرنے کی تعلیم دیتا ہے۔

۸۔ اَنبیاء علیہم السلام نے خود واسطۂ تبرک اختیار کیا

نصوصِ قرآن سے ثابت ہے کہ اللہ رب العزت کے جلیل القدر انبیاء علیہم السلام نے تبرک و تیمن کا واسطہ اختیار کیا جس سے واضح ہوتا ہے کہ یہ عمل شرک اور خلافِ توحید نہیں۔ قرآنِ حکیم میں درج ذیل ارشادات اس کا بیّن ثبوت ہیں۔

ا۔ قمیصِ یوسف علیہ السلام سے حضرت یعقوب علیہ السلام کا تبرک

سورۃ یوسف میں حضرت یعقوب علیہ السلام اور اُن کے بیٹے حضرت یوسف علیہ السلام کا طویل واقعہ بیان ہوا ہے۔ حضرت یوسف علیہ السلام کے بھائیوں نے دھوکہ سے انہیں کنوئیں میں ڈال دیا تو مصر کے چند تاجر انہیں اپنے ساتھ مصر لے گئے، جس کی وجہ سے باپ بیٹے کی جدائی میں کئی سال گزرے۔ لیکن حضرت یعقوب علیہ السلام اپنے بیٹے کی جدائی نہ بھولے تھے اور آنسو بہا بہا کر نابینا ہوگئے۔ کئی سال بعد جب حضرت یوسف علیہ السلام کو اپنے

بھائیوں کے توسط سے باپ کی بینائی جانے کا حال معلوم ہوا تو انہوں نے اپنا قمیص تبرک کے لئے اپنے والدِ محترم حضرت یعقوب علیہ السلام کے پاس بھیجا۔

حضرت یوسف علیہ السلام کی یہ بات سورۃ یوسف میں یوں درج ہے:

اِذْهَبُوْا بِقَمِيْصِيْ هٰذَا فَاَلْقُوْهُ عَلٰى وَجْهِ اَبِيْ يَاْتِ بَصِيْرًا.(۱)

’’(حضرت یوسف علیہ السلام نے کہا:) میری یہ قمیض لے جاؤ، سو اِسے میرے باپ (حضرت یعقوب علیہ السلام) کے چہرے پر ڈال دینا، وہ بینا ہو جائیں گے۔‘‘

اس کے بعد کے واقعہ کو قرآن کریم نے ان الفاظ میں بیان فرمایا:

فَلَمَّآ اَنْ جَآءَ الْبَشِيْرُ اَلْقٰهُ عَلٰى وَجْهِهٖ فَارْتَدَّ بَصِيْرًا.(۲)

’’پھر جب خوشخبری سنانے والا آ پہنچا اس نے وہ قمیص یعقوب (علیہ السلام) کے چہرے پر ڈال دیا تو اسی وقت ان کی بینائی لوٹ آئی۔‘‘

حضرت یوسف علیہ السلام نے اپنے اور اپنے والدِ گرامی حضرت یعقوب علیہ السلام کے درمیان قمیص کا واسطہ قائم کیا جس کی برکت سے حضرت یعقوب علیہ السلام کی کھوئی ہوئی بینائی لوٹ آئی لہٰذا ان کا یہ عمل شرک نہ ہوا۔ ان آیاتِ کریمہ سے درج ذیل امور ثابت ہوئے:

۱۔ حضرت یعقوب علیہ السلام کی بینائی لوٹانے والی ذاتِ حقیقی خالقِ کائنات کی تھی۔ پس اُن کی بینائی اللہ تعالیٰ کی قدرت سے لوٹی لیکن اس کا سبب حضرت یوسف علیہ السلام کا قمیص بنا۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ اللہ عزوجل بغیر کسی واسطہ تبرک کے اُن کو بینا کر سکتا تھا لیکن اس واقعہ سے اللہ رب العزت نے اپنے انبیاء سے مس شدہ چیز کی برکت کا اظہار فرمایا ہے۔

---

(۱) یوسف، ۱۲:۹۳

(۲) یوسف، ۱۲:۹۶

۲۔ حضرت یوسف علیہ السلام کے قمیص سے حضرت یعقوب علیہ السلام کی بینائی کے لوٹ آنے سے اللہ تعالیٰ نے تاقیامت آنے والے انسانوں کو یہ پیغام دیا ہے کہ اس دنیا میں بعض ذوات، اشیاء اور اماکن وغیرہ اللہ عزوجل کے ہاں غیر معمولی قدر ومنزلت رکھتے ہیں جن کو برکت سے نوازا گیا ہے۔ ان کی وجہ سے بیمار شفایاب ہوتے ہیں، دعائیں قبول ہوتی ہیں اور گناہوں کی بخشش ومغفرت ملتی ہے۔

۳۔ جس چیز کو انبیاء کرام اور صلحاءِ عظام سے نسبت ہوجائے اس سے تبرک کرنا توحید کے منافی نہیں کیونکہ قمیض کو بھیجنے والے بھی اللہ کے برگزیدہ نبی علیہ السلام اور اس وسیلہ سے فائدہ اٹھانے والے بھی اللہ کے برگزیدہ نبی علیہ السلام ہیں اور بیان کرنے والا ماحیٔ شرک یعنی قرآن ہے۔

۴۔ جَآءَ الْبَشِیْرُ کے اعتبار سے یہ تبرک اگرچہ ظاہراً بغیر النبی ہے لیکن فی الحقیقت یہ تبرک بآثار النبی ہے۔

۵۔ حضرت یعقوب علیہ السلام کے چہرے پر قمیض ڈالتے وقت بشارت دینے والے نے زبان سے کچھ نہ کہا بلکہ صرف قمیض کی برکت سے بینائی لوٹ آئی جو تبرکِ نفسی کی طرف اشارہ ہے۔

٦۔ غیرِ نبی سے بھی برکت حاصل کرنا سنتِ انبیاء علیہم السلام ہے۔ اس آیتِ کریمہ میں یہ اَمر بطورِ خاص توجہ طلب ہے کہ ایک پیغمبر حضرت یوسف علیہ السلام تبرک کا حکم دے رہے ہیں اور دوسرے پیغمبر حضرت یعقوب علیہ السلام اس قمیض سے برکت حاصل کر رہے ہیں یعنی قمیض متبرَّک بہٖ ہے۔ لہٰذا جب پیغمبر کی قمیض سے تبرک امرِ جائز ہے تو اس سے تبرک بآثار الانبیاء اور تبرک بالصالحین کا عقیدہ بھی از خود ثابت ہوجاتا ہے۔

۲۔ حجرۂ مریم علیہا السلام سے حضرت زکریا علیہ السلام کا تبرک

حضرت زکریا علیہ السلام نے جب حضرت مریم علیہا السلام کے حجرے میں بے موسم پھلوں کو دیکھا تو اسی جگہ کھڑے ہو کر نماز پڑھی اور اللہ تعالیٰ سے دعا کی۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

هُنَالِکَ دَعَا زَکَرِيَّا رَبَّهٗ ج قَالَ رَبِّ هَبْ لِيْ مِنْ لَّدُنْکَ ذُرِّيَّةً طَيِّبَةً اِنَّکَ سَمِيْعُ الدُّعَآءِ. (۱)

’’اسی جگہ زکریا (علیہ السلام) نے اپنے رب سے دعا کی، عرض کیا: میرے مولا! مجھے اپنی جناب سے پاکیزہ اولاد عطا فرما، بیشک تو ہی دعا کا سننے والا ہے‘‘

اس سے یہ ثابت ہوا کہ حضرت زکریا علیہ السلام کا واسطۂ تبرک و تیمن اور واسطۂ توسل اختیار کرنا شرک نہ تھا اگر ایسا ہوتا تو اللہ رب العزت خصوصیت کے ساتھ قرآن میں اس کا ذکر نہ فرماتا کیونکہ الفاظ ربانی یوں ہیں **هُنَالِکَ دَعَا زَکَرِيَّا رَبَّهٗ** یعنی اسی جگہ زکریا علیہ السلام نے اپنے رب سے دعا کی۔

۳۔ قدمینِ ابراہیم علیہ السلام کا بابرکت ہونا

ابو الانبیاء سیدنا ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام کے مبارک قدم تعمیرِ کعبہ کے دوران جس پتھر پر لگے وہ بھی باعثِ خیر و برکت اور تکریم و تعظیم ہوا، لوگ اس سے برکت حاصل کرتے ہیں، ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

وَاِذْ جَعَلْنَا الْبَيْتَ مَثَابَةً لِّلنَّاسِ وَاَمْنًا ط وَاتَّخِذُوْا مِنْ مَّقَامِ إِبْرَاهِيْمَ مُصَلًّى ط وَعَهِدْنَآ اِلٰٓى اِبْرٰهٖمَ وَاِسْمٰعِيْلَ اَنْ طَهِّرَا بَيْتِيَ لِلطَّآئِفِيْنَ وَالْعٰکِفِيْنَ وَالرُّکَّعِ السُّجُوْدِ○ (۲)

---

(۱) آل عمران، ۳: ۳۸

(۲) البقرة، ۲: ۱۲۵

''اور (یاد کرو) جب ہم نے اس گھر (خانہ کعبہ) کو لوگوں کیلئے رجوع (اور اجتماع) کا مرکز اور جائے امان بنا دیا، اور (حکم دیا کہ) ابراہیم (علیہ السلام) کے کھڑے ہونے کی جگہ کو مقامِ نماز بنا لو، اور ہم نے ابراہیم اور اسماعیل (علیھما السلام) کو تاکید فرمائی کہ میرے گھر کو طواف کرنے والوں اور اعتکاف کرنے والوں اور رکوع و سجود کرنے والوں کیلئے پاک (صاف) کر دو''

حدیثِ مبارکہ کے مطابق حضرت ابراہیم علیہ السلام کے قدموں کے نشان حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نشانِ قدوم سے گہری مماثلت رکھتے تھے۔ یہی وجہ ہے کہ بنی اسرائیل کے علماء اس متبرک و مقدس پتھر پر یہ نشان دیکھ کر قریشِ مکہ سے پوچھا کرتے کہ کیا یہ قدموں کے نشان محمد بن عبداللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے ہیں؟ اس بات کی تصدیق ہونے پر وہ اس سے برکت حاصل کیا کرتے تھے۔ یہ اس دور کی بات ہے جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ابھی اعلان نبوت نہیں فرمایا تھا لیکن یہودیوں کے بعض علماء نے مقامِ ابراہیم (علیہ السلام) پر کچھ ایسی نشانیاں دیکھیں کہ وہ لوگ ان سے برکت حاصل کرنے کے لئے آنے لگے۔ ان کو کتب سماویہ سے یہ معلوم ہو گیا تھا کہ وہ خاتم الانبیاء ہوں گے۔

۹۔ صالحین سے منسوب اشیاء سے حصولِ برکت کا بیان

محولہ بالا ارشاداتِ قرآنی میں انبیاء اور صالحین کے آثار و تبرکات سے بذاتِ خود انبیاء کا اور عوام الناس کے تبرک کا واضح ثبوت ہے۔ ذیل میں ہم قرآن وحدیث سے چند وہ حوالے درج کریں گے جن سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ آثارِ انبیاء اور اولیاء سے برکت حاصل کرنا سابقہ امم کا طریقہ تھا جس کو آقا علیہ السلام نے برقرار رکھا اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے متبعین اسی منہاج پر گامزن رہے۔

۱۔ حضرت موسیٰ اور ہارون علیھما السلام کے آثار سے تبرک

حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت ہارون علیہ السلام کے تبرکات کا ذکر قرآن حکیم میں اللہ

تبارک وتعالیٰ نے باقاعدہ اہتمام کے ساتھ ایک خاص تاریخی پسِ منظر میں فرمایا ہے، ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

وَقَالَ لَهُمْ نَبِيُّهُمْ إِنَّ اٰيَةَ مُلْكِهٖٓ أَنْ يَّأْتِيَكُمُ التَّابُوْتُ فِيْهِ سَكِيْنَةٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَ بَقِيَّةٌ مِّمَّا تَرَكَ اٰلُ مُوْسٰى وَاٰلُ هٰرُوْنَ تَحْمِلُهُ الْمَلٰٓئِكَةُ ط إِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً لَّكُمْ إِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ○ (۱)

’’اور ان کے نبی نے ان سے فرمایا اس کی سلطنت (کے مِنْ جانبِ اﷲ ہونے) کی نشانی یہ ہے کہ تمہارے پاس صندوق آئے گا اس میں تمہارے رب کی طرف سے سکونِ قلب کا سامان ہوگا اور کچھ آلِ موسیٰ اور آلِ ہارون کے چھوڑے ہوئے تبرکات ہوں گے اسے فرشتوں نے اٹھایا ہوا ہوگا، اگر تم ایمان والے ہوتو بے شک اس میں تمہارے لئے بڑی نشانی ہے○‘‘

یہ امر واضح رہے کہ ہم نے مندرجہ بالا آیت کے ترجمہ میں تبرکات کا لفظ حضرت شاہ ولی اﷲ محدث دہلوی سے لیا ہے۔ اس کی تفصیل کم وبیش تفسیر کی ہر کتاب مثلاً تفسیر بغوی، قرطبی، جلالین، کبیر، بیضاوی، روح البیان، جمل، روح المعانی، خازن، مدارک، کشاف اور المظهری وغیرہ میں ہے۔ اس آیت کی تفسیر میں ائمہِ تفسیر نے وَبَقِيَّةٌ مِّمَّا تَرَكَ سے مراد تبرکات لیے ہیں۔ ذیل میں چند تفاسیر کے حوالہ جات دیئے جارہے ہیں۔

۱۔ امام فخر الدین رازی لکھتے ہیں:

قال أصحاب الأخبار: إن اﷲ تعالیٰ أنزل علی آدم علیہ السلام تابوت فيه صور الأنبياء من أولاده فتوارثه أولاد آدم إلی أن وصل إلی يعقوب ثم بقي في أيدي بني إسرائيل فکانوا إذا اختلفوا في شيء

(۱) البقرۃ، ۲: ۲۴۸

تکلم وحکم بینهم وإذا حضروا القتال قدموه بين أيديهم يستفتحون به على عدوهم ......(۱)

’’مؤرخین بیان کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام پر ایک تابوت نازل فرمایا جس میں سیدنا آدم علیہ السلام کی اولاد میں سے انبیاء علیہم السلام کی تصاویر تھیں۔ وہ تابوت اولادِ آدم میں وراثتاً منتقل ہوتے ہوئے حضرت یعقوب علیہ السلام تک پہنچا، پھر یہ بنی اسرائیل کے قبضے میں رہا۔ اور جب ان کے درمیان کسی مسئلے پر اختلاف ہوتا تو یہ تابوت کلام کرتا اور فیصلہ سناتا اور جب وہ کسی جنگ کے لئے جاتے تو اپنے آگے اس تابوت کو رکھتے جس کے ذریعے وہ اپنے دشمنوں پر فتح پاتے۔‘‘

۲۔ امام بغویؒ معالم التنزیل میں آیت وَبَقِيَّةٌ مِّمَّا تَرَکَ سے مراد حضرت موسیٰ اور حضرت ہارون علیہما السلام کے تبرکات لیتے ہیں۔ وہ فرماتے ہیں:

(وَبَقِيَّةٌ مِّمَّا تَرَکَ اٰلُ مُوسٰى وَاٰلُ هٰرُوْنَ) يعنى موسىٰ وهارون نفسهما. كان فيه لوحان من التوراة ورضاض الألواح التى تكسرت وكان فيه عصا موسىٰ ونعلاه وعمامة هارون وعصاه وقفيز من المن الذى كان ينزل على بنى اسرائيل.(۲)

(وَبَقِيَّةٌ مِّمَّا تَرَکَ اٰلُ مُوسٰى وَ اٰلُ هٰرُوْنَ) آل سے مراد خود حضرت موسیٰ و ہارون علیہا السلام کے تبرکات ہیں اس میں تورات کی دو مکمل تختیاں اور کچھ ان

---

(۱) رازی، التفسیر الکبیر، ۶: ۱۴۹

(۲) ۱۔ بغوی، معالم التنزیل، ۱: ۲۲۹

۲۔ سیوطی، تفسیر الجلالین، ۱: ۵۴

۳۔ أبو اللیث سمرقندی، تفسیر سمرقندی، ۱: ۱۸۸

تختیوں کے کوٹے ہوئے ٹکڑے تھے۔ اسی طرح حضرت موسی علیہ السلام کا عصا اور نعلین اور حضرت ہارون علیہ السلام کا عمامہ اور عصا اور (جنت کا کھانا) مَنّ جو بنی اسرائیل پر نازل ہوتا تھا اس کا ٹکڑا بھی اس میں شامل تھا۔‘‘

علاوہ ازیں تنویر المقباس من تفسیر ابن عباس (۱: ۵) میں، امام طبری نے جامع البیان فی تفسیر القرآن (۲: ۳۶۱۴) میں، علامہ زمخشری نے الکشاف (۱: ۳۲۱) میں، علامہ ابنِ کثیر نے تفسیر القرآن العظیم (۱: ۳۰۲) میں، امام سیوطی نے الدر المنثور (۱: ۷۵۸) میں، امام آلوسی نے روح المعانی (۲: ۱۶۹) میں، علامہ شوکانی نے فتح القدیر (۱: ۲۶۷) میں، علامہ محمد العمادی نے تفسیر أبی سعود (۱: ۲۴۱) میں اور قاضی ثناء اللہ پانی پتی نے تفسیر المظہری (۱: ۳۴۹) میں زیرِ بحث آیت کی تفسیر کرتے ہوئے وَبَقِيَّةٌ مِّمَّا تَرَكَ اٰلُ مُوْسٰى وَاٰلُ هٰرُوْنَ سے مراد حضرت موسیٰ اور حضرت ہارون علیہما السلام کے تبرکات لئے ہیں جس میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کا عصا اور نعلین مبارک، حضرت ہارون علیہ السلام کا عصا اور عمامہ، ان کا لباس، تورات کے بعض اجزاء اور مَنّ کے ٹکڑے جو بنی اسرائیل پر (آسمان سے) نازل ہوتا تھا، شامل تھے۔

۳۔ مولانا عبدالماجد دریا آبادی تفسیر ماجدی میں سورۃ البقرۃ، ۲: ۲۴۸ کی آیت کے تحت لکھتے ہیں:

’’اَلتَّابُوْتُ۔ اس خاص صندوق کا اصطلاحی نام تابوتِ سکینہ ہے۔ یہ بنی اسرائیل کا اہم ترین ملی اور قومی ورثہ تھا۔ اس میں تورات کا اصل نسخہ مع تبرکاتِ انبیاء محفوظ تھا۔ بنی اسرائیلی اس کو انتہائی برکت و مقدس سمجھتے تھے۔ سفر و حضر، جنگ و امن ہر حال میں اسے بڑی حفاظت سے اپنے ساتھ رکھتے تھے۔ یہ کچھ ایسا بڑا نہ تھا۔ موجودہ علماءِ یہود کی تحقیق کے مطابق اس کی پیمائش حسبِ ذیل تھی:

طول --- دو فٹ چھ انچ

عرض --- ایک فٹ چھ انچ

بلندی ---ایک فٹ چھ انچ

بنی اسرائیل اپنی ساری خوش بختی اسی سے وابستہ سمجھتے تھے، مدت ہوئی فلسطینی اسے ان سے چھین کر لے گئے تھے، اسرائیلی اسے اپنے حق میں انتہائی نحوست و بد طالعی سمجھ کر اس کی واپسی کے لیے نہایت درجہ بیتاب ومُضطرب تھے۔......

طالوت کے وقت میں یہ تابوت واپس آجانے کے بعد تاریخ کا بیان ہے کہ بنی اسرائیل کے قبضہ میں حضرت سلیمان علیہ السلام (متوفی ۹۳۳ ق،م) تک رہا، اور آپ نے بیت المقدس میں ہیکلِ سلیمانی کی تعمیر کے بعد اسی میں اُسے بھی رکھ دیا تھا، اس کے بعد سے اس کا پتہ نہیں چلتا، یہود کا عام خیال یہ ہے کہ یہ تابوت اب بھی ہیکلِ سلیمانی کی بنیادوں کے اندر دفن ہے۔‘‘(۱)

۴۔ مولانا اشرف علی تھانوی اپنی تفسیر ’’بیان القرآن‘‘ میں لکھتے ہیں:

’’(اور جب اُن لوگوں نے پیغمبر سے یہ درخواست کی کہ اگر کوئی ظاہری حجت بھی ان کی من جانب اللہ بادشاہ ہونے کی ہم مشاہدہ کرلیں تو اور زیادہ اطمینان ہو جاوے اُس وقت) اُن سے اُن کے پیغمبر نے فرمایا کہ اُن کے (من جانب اللہ) بادشاہ ہونے کی یہ علامت ہے کہ تمہارے پاس وہ صندوق (بدوں تمہارے لائے ہوئے) آجاوے گا جس میں تسکین (اور برکت) کی چیز ہے۔ تمہارے رب کی طرف سے (یعنی تورات اور تورات کا من جانب اللہ ہونا ظاہر ہے) اور کچھ بچی ہوئی چیزیں ہیں جن کو حضرت موسیٰ و حضرت ہارون علیہما السلام چھوڑ گئے ہیں (یعنی ان حضرات کے کچھ ملبوسات وغیرہ غرض) اُس صندوق کو فرشتے لے آویں گے۔ اس (طرح سے صندوق کے آ جانے) میں تم لوگوں کے واسطے پوری نشانی ہے۔ اگر تم یقین لانے والے ہو۔ اس صندوق میں تبرکات تھے۔‘‘

(۱) عبدالماجد دریا آبادی، تفسیر ماجدی، ۱: ۴۵۹

مزید حاشیے میں لکھتے ہیں: قولہ تعالیٰ: ’’یَأْتِیَکُمُ التَّابُوْتُ فِیْهِ سَکِیْنَةٌ‘‘(۱)

’’اس میں اصل ہے آثارِ صالحین سے برکت حاصل کرنے کی۔‘‘

اس تفصیل کا مقصود یہ امر واضح کرنا ہے کہ جب بنی اسرائیل کو اپنے انبیاء علیہم السلام کے تبرکات کے ذریعے اللہ تعالیٰ نے طرح طرح کے دنیوی و اخروی اور ظاہری و باطنی فوائد عطا فرمائے تھے جس پر قرآن مجید خود شاہد ہے تو کیا امتِ محمدی ﷺ کو حضور نبی اکرم ﷺ سے قلبی نسبت و تعلق اور سچی محبت و ادب کے ذریعے ظاہری و باطنی تبرکات و فیوضات نصیب نہیں ہوں گے؟ یقیناً پہلی امتوں سے کہیں زیادہ بڑھ کر نصیب ہوں گے۔ ہم نے حضور نبی اکرم ﷺ سے فقط ذہنی اور فکری تعلق استوار کیا ہے مگر قلبی اور باطنی تعلق کمزور کر لیا ہے۔ جو لوگ آج بھی حضور ﷺ سے ایسا قلبی و روحانی رشتہ قائم کر لیتے ہیں وہ اپنی زندگی میں اب بھی آپ ﷺ کے الطافِ کریمانہ اور فیضان کے نظارے کرتے ہیں۔

۲۔ حضرت صالح علیہ السلام کی اونٹنی سے منسوب کنویں سے تبرک

اللہ رب العزت انبیاء کرام علیہم السلام اور اپنے مقرب بندوں کو عطا کردہ چیزوں میں اتنی برکت اور تاثیر رکھ دیتے ہیں کہ اُن سے نسبت شدہ چیزوں کو بھی بابرکت بنا دیا جاتا ہے۔ اسی طرح کا ایک واقعہ تاریخ کے اوراق میں احادیث صحیحہ سے حضرت صالح علیہ السلام کی اونٹنی سے منسوب کنوئیں کے بارے میں بھی ملتا ہے۔ حضرت صالح علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے اونٹنی معجزہ کے طور پر عطا فرمائی تھی لہٰذا اس کے مبارک اور بابرکت ہونے میں شک کی کوئی گنجائش نہیں، لیکن بات صرف یہاں ختم نہیں ہوتی بلکہ بات یہاں تک پہنچتی ہے کہ وہ اونٹنی جس کنوئیں سے پانی پیتی تھی اس کو بھی نبی کی نسبت سے بابرکت بنا دیا گیا۔

(۱) اشرف علی تھانوی، بیان القرآن، ۱: ۱۴۵

واقعہ یوں ہے کہ حضرت صالح علیہ السلام کی اونٹنی ایک کنویں سے پانی پیتی تھی۔ ایک پورا دن اس کے لئے خاص تھا قومِ صالح کو یہ ناگوار گزرا اور انہوں نے حضرت صالح علیہ السلام کی طرف سے عذابِ الٰہی کی وعید کے باوجود اس اونٹنی کو ذبح کر ڈالا نتیجتاً اللہ رب العزت کا عذاب نازل ہوا اور پوری قوم ہلاک ہوگئی۔

غزوۂ تبوک کے موقع پر حضور نبی اکرم ﷺ کا اپنے جانثار صحابہ کے ہمراہ جب اس مقام پر سے گزر ہوا تو اللہ رب العزت نے آپ ﷺ کو اس مقام سے آگاہ فرمایا۔ آپ ﷺ نے اس موقع پر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو اس وادی سے تیزی کے ساتھ گزرنے کا حکم دیا اور تباہ شدہ قوم کے کنویں سے پانی پینے سے منع فرمایا اور اس سے آٹا گوندھنے اور برتن دھونے سے بھی منع فرمایا بلکہ گوندھا ہوا آٹا اور جمع کیا ہوا پانی پھینکنے کا حکم دیا۔ اس کی بجائے انہیں اس مبارک کنویں کا پانی استعمال کرنے کی ترغیب دی جس سے حضرت صالح علیہ السلام کی اونٹنی پیا کرتی تھی۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

أَنَّ النَّاسَ نَزَلُوْا مَعَ رَسُوْلِ اللهِ ﷺ أَرْضَ ثَمُوْدَ الْحِجْرَ فَاسْتَقَوْا مِنْ بِئْرِهَا وَاعْتَجَنُوْا بِهِ فَأَمَرَهُمْ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ أَنْ يُهَرِيقُو مَا اسْتَقَوْا مِنْ بِئرِهَا وَأَنْ يَعْلِفُوْا الْإِبِلَ الْعَجِيْنَ وَأَمَرَهُمْ أَن يَسْتَقُوْا مِنَ الْبِئْرِ الَّتِي كَانَتْ تَرِدُهَا النَّاقَةُ. (۱)

’’لوگ حضور نبی اکرم ﷺ کے ساتھ ثمود کی سرزمین حجر میں اُترے۔ اس کے

(۱) ۱۔ بخاری، الصحیح، کتاب أحادیث الأنبیاء، باب: قول الله تعالی: وَإِلٰی ثَمُوْدَ أَخَاهُمْ صَالِحًا، ۳: ۱۲۳۷، رقم: ۳۱۹۹

۲۔ مسلم، الصحیح، کتاب الزهد والرقائق، باب: لا تدخلوا مساکن الذین ظلموا أنفسهم، ۴: ۲۲۸۶، رقم: ۲۹۸۰

کنوؤں سے پانی نکالا اور اس سے آٹا گوندھا۔ انہیں حضور نبی اکرم ﷺ نے حکم دیا کہ اس وادی کے کنویں سے جو پانی نکالا ہے اسے پھینک دو اور گوندھا ہوا آٹا اونٹوں کو کھلا دو۔ آپ ﷺ نے صحابہ کرام کو حکم دیا وہ اس (مبارک) کنویں سے پانی لیں جس پر حضرت صالح علیہ السلام کی اُونٹنی آتی تھی۔‘‘

علامہ قرطبی نے اپنی تفسیر **الجامع لأحکام القرآن** میں سورۃ الحجر کی مذکورہ آیت کی تفسیر میں حضور نبی اکرم علیہ السلام کے مندرجہ بالا اِرشاد سے تبرک بالآثار کا استنباط کیا ہے۔ وہ لکھتے ہیں:

أمره ﷺ أن يستقوا من بئر الناقة دليل علی التبرک بآثار الأنبياء والصالحين وإن تقادمت أعصارهم و خيفت آثارهم.(۱)

’’حضور نبی اکرم ﷺ کا یہ ارشاد فرمانا کہ حضرت صالح علیہ السلام کی اونٹنی کے کنویں سے پانی لو، انبیاء و صالحین کے آثار سے تبرک پر دلیل ہے اگرچہ زمانے گذر چکے ہوں اور ان کے مبارک آثار آنکھوں سے اوجھل ہو چکے ہوں۔‘‘

اسی حدیث کی تشریح میں شارح صحیح مسلم امام نوویؒ نے لکھا ہے کہ اس حدیث پاک سے متعدد فوائد کا ثبوت ہے۔

و منها مجانبة آبار الظالمين والتبرک بآبار الصالحين.(۲)

’’ان میں ظالموں کے منحوس کنوؤں سے اجتناب اور صالحین کے مبارک کنوؤں سے برکت حاصل کرنا مراد ہے۔‘‘

امام نووی کی یہ تشریح دراصل سلف صالحین کے صحیح عقیدہ کی ترجمان ہے کہ کس

(۱) قرطبی، الجامع لأحکام القرآن، ۱۰: ۴۷

(۲) نووی، شرح صحیح مسلم، ۱۸: ۱۱۲

طرح ہمارے اسلاف صالحین اور ان کے آثار سے تبرک حاصل کرتے تھے۔ لہٰذا صحیح سلفی عقیدہ یہ ہے کہ بعض مقامات بھی بابرکت ہوتے ہیں اور ان کا مبارک ہونا کسی نیک بندے یا کسی شعائر اللہ کی نسبت کی وجہ سے ہوتا ہے۔ اب متذکرہ بالا آیتِ کریمہ سے یہ ثابت ہوا کہ جس طرح نیک بندگانِ خدا کی نسبت سے کوئی جگہ مبارک ہوسکتی ہے تو اس کے برعکس ظالم اور نافرمان قوم کی وجہ سے کوئی خطہ منحوس بھی ہوسکتا ہے۔ جس طرح مبارک مقامات سے تبرک حاصل کرنا درست ہے اسی طرح جس مقام پر عذابِ الٰہی کا نزول ہوا ہو وہاں غضبِ الٰہی سے پناہ مانگنا بھی سنتِ نبوی ﷺ سے ثابت ہے۔

کثیر احادیثِ مبارکہ سے بھی تبرکاتِ صالحین کی اصل ثابت ہے۔ اس پر تفصیلی بحث ہم اگلے ابواب میں کر رہے ہیں بطور نمونہ دو احادیث مع شرح ملاحظہ فرمائیں۔

۳۔ حضور نبی اکرم ﷺ کی قمیص مبارک سے تبرک

صحیح بخاری میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب رئیس المنافقین عبداللہ بن ابی فوت ہوگیا تو اس کے بیٹے حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ جو جانثار صحابی رسول تھے، نے عرض کیا:

أَعْطِنِي قَمِيصَکَ أُکَفِّنْهُ فِيهِ وَصَلِّ عَلَيْهِ وَاسْتَغْفِرْلَهُ فَأَعْطَاهُ النَّبِيُّ ﷺ قَمِيصَهُ ...... (۱)

’’مجھے اپنی قمیص مبارک عطا فرمایئے تاکہ اُسے میں کفناؤں اور ان پر نماز پڑھیں اور دعائے مغفرت فرمائیں۔ پس آپ ﷺ نے اُسے اپنی قمیص عطا فرما دی۔‘‘

حضور نبی اکرم ﷺ کی بارگاہ میں حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کا عرض کرنا اور

(۱) بخاری، الصحیح، کتاب الجنائز، باب الکفن فی القمیص، ۱: ۴۲۷، رقم: ۱۲۱۰

آپ ﷺ کا اپنے اس سچے صحابی کی دلجوئی کے لئے ان کے منافق باپ کو اپنی قمیص عطا فرمانا، تبرک کے ثبوت کے لئے اصل ہے، علامہ اسماعیلی نے اس روایت سے یہی استنباط کیا ہے اور امام ابنِ حجر عسقلانی نے ان پر اعتماد کرتے ہوئے شرح بخاری میں اسے نقل کیا ہے۔ وہ لکھتے ہیں:

واستنبط منه الإسماعيلی جواز طلب آثار أهل الخير منهم للتبرک بها وإن کان السائل غنياً. (۱)

’’علامہ اسماعیلی نے اس روایت سے صالحین سے ان کے آثار کو برائے تبرک طلب کرنے کا جواز اخذ کیا ہے خواہ مانگنے والا مالدار کیوں نہ ہو۔‘‘

۴۔ حضور نبی اکرم ﷺ کی مسواک مبارک سے تبرک

۲۔ کتبِ صحاح میں سے سنن أبو داؤد اور دیگر کتبِ احادیث میں مسواک دھونے کے حوالے سے روایت ہے۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:

کَانَ نَبِيُّ اللهِ ﷺ يَسْتَاکُ فَيُعْطِيْنِی السِّوَاکَ لِأَغْسِلَهُ فَأَبْدَأُ بِهِ فَأَسْتَاکُ ثُمَّ أَغْسِلُهُ وَأَدْفَعُهُ إِلَيْهِ. (۲)

’’حضور نبی اکرم ﷺ مسواک کیا کرتے تھے سو آپ ﷺ مجھے مسواک دھونے کے لئے عنایت فرماتے تو میں دھونے سے پہلے اسی سے تبرکاً مسواک کرتی پھر اسے دھوکر آپ ﷺ کی خدمتِ اقدس میں پیش کرتی۔‘‘

---

(۱) ابن حجر عسقلانی، فتح الباری، ۳: ۱۳۹

(۲) ۱۔ أبوداود، السنن، کتاب الطهارة، باب غسل السواک، ۱: ۱۴، رقم: ۵۲

۲۔ بیہقی، السنن الکبری، ۱: ۳۹: رقم: ۱۶۸

اس روایت میں بھی تبرک کا واضح ثبوت ہے۔ شارحینِ حدیث نے مذکورہ روایت کی شرح میں لکھا ہے کہ آپ ﷺ کی زوجۂ مطہرہ ام المؤمنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا یہ عمل حصولِ برکت کے لئے تھا۔

علامہ محمد شمس الحق عظیم آبادی مذکورہ حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

فَأَبْدَأُ بِهِ: أی باستعماله فی فمی قبل الغسل لیصل برکة رسول الله ﷺ إلیّ والحدیث فیه ثبوت التبرک بآثار الصالحین. (1)

”فَأَبْدَأُ بِهِ کا معنی یہ ہے کہ میں دھونے سے پہلے اسے استعمال کرتی تاکہ حضور نبی اکرم ﷺ کی برکت مجھے حاصل ہو۔ اس حدیث میں آثارِ صالحین سے تبرک کا ثبوت ہے۔“

۵۔ حضور نبی اکرم ﷺ کے نعلینِ اقدس سے تبرک

ایسی روایات ہیں کہ بعض لوگوں کو قصیدہ بردہ کے قلمی اوراق (جو مولفِ قصیدہ امام شرف الدین بوصیریؒ کے زمانے میں لکھے گئے تھے) آنکھوں پر لگانے سے آشوبِ چشم میں شفایابی ہوئی۔ اسی طرح بزرگوں نے حضور نبی اکرم ﷺ کے نعلین مبارک کے نقشے کی بہت سی برکات بیان کی ہیں۔ حتیٰ کہ مولانا اشرف علی تھانوی نے اپنے رسالے ”نیل الشفاء“ میں نقشہ نعلِ مبارک کے برکات اور خواص تفصیل سے درج کیے ہیں وہ خود اپنی تصنیف نشر الطیب میں لکھتے ہیں:

”جب صرف ان الفاظ میں جو آپ کے معنٰی و مدح کی صورت و مثال ہیں اور پھر ان نقوش میں جو ان الفاظ پر دال ہیں اور اس ملبوس میں جو آپ کی نعال ہیں اور پھر ان نقوش میں جو ان نعال کی تمثال ہیں (میں اس قدر برکت ہے) سو خود آپ ﷺ کی ذات مجمع الکمالات و اسماء جامع البرکات سے توسل

(1) عظیم آبادی، عون المعبود، 1: 52

حاصل کرنا اور اس کے وسیلے سے دعا کرنے سے کیا کچھ حاصل نہ ہوگا۔

نامِ احمد ﷺ چوں چنیں یاری کند
تاکہ نورش چوں مددگاری کند
نام احمد ﷺ چوں حصارے شد حصین
تاچہ باشد ذاتِ آں رُوح الامین علیہ السلام(۱)

تبرک اختیار کرنے میں کوئی شرکیہ عنصر نہیں ہے

انبیاء و صالحین کا واسطۂ تبرک اختیار کرنا نصوصِ قرآن اور کثیر احادیث مبارکہ سے ثابت ہے۔ جب واسطہ تبرک قرآن وحدیث سے ثابت ہے تو اسے ہرگز واسطہ شرکیہ نہیں گردانا جا سکتا۔

جمہور اُمت کا یہ عقیدہ ہے کہ آثار اور نشانیوں میں از خود کوئی فضیلت نہیں ہے۔ ان مقدس اماکن و مقامات کی تعظیم وتکریم کرنا اور اس سے خیر و برکت حاصل کرنا اِس وجہ سے ہے کہ یہ بہت سی خیر اور نیکیوں کا باعث، ذریعہ اور وسیلہ ہوتے ہیں۔ مقربین بارگاہِ الٰہی ان اماکن و مقامات میں مراقب ہو کر عبادت و ریاضت اور ذکر و اذکار کرتے رہے۔ ان عبادات کی وجہ سے ان میں رب رحمٰن کی رحمتوں اور عنایتوں کا نزول ہوتا رہا اور ملائکہ مقربین کی آمد ہوئی، پس اس لیے ربِ کائنات کی خصوصی رحمت نے ان اماکن اور آثار کو گھیرا ہوا ہے۔ اسی نسبت سے یہ برکت مقصود ہوتی ہے جس کو ان مقامات میں اللہ تعالیٰ سے ہی طلب کیا جاتا ہے۔

مقدس مقامات ہوں یا مقرب اشخاص، ان سے برکت انہیں بالذات موثر مان کر حاصل نہیں کی جاتی بلکہ ان مقامات پر حاضر ہو کر اللہ رب العزت کی طرف متوجہ ہو کر دعا و استغفار کے ذریعہ مانگا جاتا ہے۔ ان مقامات میں جو عظیم واقعات پیش آتے ہیں ان

(۱) اشرف علی تھانوی، نشر الطیب فی ذکر النبی الحبیب: ۳۰۰

کا ذکر کیا جاتا ہے، مقرب ہستیوں کی ہمت و معرفت کا بیان ہوتا ہے جس سے قلب و باطن میں حرکت پیدا ہوتی ہے اور حوصلوں کو جلا ملتی ہے۔ محبوبان بارگاہ الٰہی کے ساتھ ظاہری و باطنی قربت کا جذبہ بیدار ہوتا ہے۔ یہی تبرک ہے اور اسی کو جمہور امت نے اختیار کیا ہے۔ اس میں کوئی شرکیہ عنصر نہیں ہاں اگر کوئی شخص ان اماکن و اشخاص سے بالذات تاثیر کا عقیدہ رکھے تو یہ جائز نہیں۔

www.MinhajBooks.com

باب دُوُم

حیاتِ مبارکہ میں آثارِ رسول اللہ ﷺ سے تبرک کا ثبوت

www.MinhajBooks.com

www.MinhajBooks.com

منہاج انٹرنیٹ بیورو کی پیشکش ww.MinhajBooks.com

کتبِ احادیث کے مطالعہ سے پتہ چلتا ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے دعا کرانے کے علاوہ بھی بہت سی صورتوں میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے تبرک حاصل کرتے تھے، مثلاً آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جسمِ اطہر کو تبرکاً مس کرتے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وضو سے بچے ہوئے پانی سے تبرک حاصل کرتے۔ جس پانی سے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنا دستِ مبارک دھوتے اسے اپنے چہروں اور بدن کے حصوں پر مل کر تبرک حاصل کرتے۔ اسی طرح آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بچے ہوئے کھانے سے تبرک حاصل کرتے، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پسینہ مبارک، لعابِ دہن، موئے مبارک، انگوٹھی مبارک، بستر مبارک، چارپائی مبارک اور چٹائی مبارک سے برکت حاصل کرتے تھے۔ الغرض وہ ہر اس چیز سے تبرک حاصل کرتے جس کی حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جسمِ اقدس سے تھوڑی یا زیادہ نسبت ہوتی بلکہ جن مبارک مکانوں اور رہائش گاہوں میں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سکونت اختیار فرمائی، جن مقدس جگہوں پر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نمازیں ادا فرمائیں، جن بخت رسا راہوں سے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم گزرے، ان کے گرد و غبار تک سے بھی انہوں نے تبرک حاصل کیا۔ اس حوالے سے چودہ موضوعات کے تحت احادیثِ مبارکہ ذیل میں درج کی جاتی ہیں۔

۱۔ اِسمِ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے حصولِ برکت

حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے شمائل و خصائص کا شمار جس طرح ممکن نہیں اُسی طرح آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نام مبارک کے فضائل بے شمار ہیں، جن کا تعین ممکن نہیں۔ نام محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی برکات بہت ہیں ذیل میں اُن کا ذکر مختصراً کیا جاتا ہے:

۱۔ مشہور حدیث مبارکہ میں ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

قال الله تعالی: وعزتی و جلالی! لا أعذب أحداً تسمی باسمک فی النار.(۱)

''اللہ تبارک و تعالیٰ نے فرمایا: مجھے اپنی عزت اور بزرگی کی قسم! (اے حبیب مکرم!) میں کسی ایسے شخص کو آگ کا عذاب نہیں دوں گا جس کا نام آپ کے نام پر ہوگا۔''

اِمام حلبی لکھتے ہیں کہ اس حدیث مبارکہ میں نام سے مراد حضور نبی اکرم ﷺ کا مشہور نام یعنی محمد ﷺ یا احمد ﷺ ہے۔

۲۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً روایت ہے:

یوقف عبدان بین یدی الله عزوجل، فیقول الله لهما: ادخلا الجنّة، فإنّی آلیت علی نفسی أن لا یدخل النار من اسمه محمد ولا أحمد.(۲)

''دو آدمی اللہ تعالیٰ کے حضور حاضر ہوں گے، تو اللہ تعالیٰ اُنہیں فرمائے گا: تم جنت میں داخل ہو جاؤ کیونکہ میں نے اپنے اوپر لازم کیا ہے کہ وہ شخص دوزخ میں داخل نہیں ہوگا جس کا نام 'محمد' یا 'احمد' رکھا گیا۔''

۳۔ معضل سے مروی حدیثِ مبارکہ میں ہے:

إذا کان یوم القیامة نادی مناد: یا محمد! قم فادخل الجنة بغیر حساب، فیقوم کل من اسمه محمد، یتوهّم أن النداء له، فلکرامة

(۱) حلبی، اِنسان العیون، ۱:۱۳۵

(۲) ۱۔ مناوی نے 'فیض القدیر (۵:۴۵۳)' میں کہا ہے کہ اِسے ابنِ سعد نے 'الطبقات الکبریٰ' بیان کیا ہے۔

۲۔ شعرانی نے 'کشف الغمة (۱:۲۸۳)' میں کہا ہے کہ اسے محمد بن حنفیه نے روایت کیا ہے۔

۳۔ حلبی، إنسان العیون، ۱:۱۳۵

محمد ﷺ.[۱]

’’روزِ محشر ایک پکارنے والا پکارے گا: اے محمد! جنت میں داخل ہو جا۔ پس ہر وہ شخص جس کا نام محمد ہوگا یہ سمجھتے ہوئے کہ یہ نداء اُس کے لئے ہے کھڑا ہو جائے گا۔ پس یہ حضور نبی اکرم ﷺ کی کرامت کے سبب ہے۔‘‘

۴۔ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

إذا سمّيتم محمدًا فلا تضربوا ولا تقبّحوه وأكرموه وأوسعوا له في المجلس.[۲]

’’جب تم کسی کا نام محمد رکھو تو نہ اسے مارو اور نہ اس کی برائی بیان کرو بلکہ اس کی تکریم کرو اور مجلس میں اس کے لیے جگہ چھوڑ دو‘‘

۵۔ ایک روایت میں ہے کہ محمد نام رکھنے سے انسان میں برکت آ جاتی ہے اور جس گھر یا مجلس میں محمد نام کا شخص ہو وہ گھر اور مجلس بابرکت ہو جاتی ہے۔[۳]

۶۔ سیدنا اِمام حسین رضی اللہ عنہ کا قول ہے:

من كان له حمل فنوى أن يسميه محمداً حوله الله تعالى ذكراً، وإن كان أنثى.[۴]

---

(۱) حلبی، إنسان العيون، ۱:۱۳۶

(۲) ۱۔ شعرانی، كشف الغمة، ۱:۲۸۳

۲۔ مناوی، فيض القدير، ۱:۳۸۵

۳۔ عجلونی، كشف الخفا ومزيل الإلباس، ۱:۹۴، رقم: ۲۳۹

۴۔ حلبی، إنسان العيون، ۱:۱۳۵

(۳) ۱۔ شعرانی، كشف الغمة، ۱:۲۸۳

۲۔ حلبی، إنسان العيون، ۱:۱۳۵

(۴) ۱۔ حلبی، إنسان العيون، ۱:۱۳۶

۲۔ شعرانی، كشف الغمة، ۱:۲۸۳

''جس کی عورت حمل سے ہو اور وہ نیت کرے کہ (پیدا ہونے والے) بچے کا نام محمد رکھے گا تو اِن شاء اللہ تعالیٰ لڑکا پیدا ہو گا اگرچہ حمل میں لڑکی ہی ہو۔''

۷۔ حضرت عطاء رضی اللہ عنہ کا قول ہے کہ مجھے یہ خبر پہنچی ہے کہ جس نے حمل میں موجود بچہ کا نام محمد رکھا تو لڑکا ہی پیدا ہو گا۔ ابنِ وہب کا کہنا ہے کہ میں نے اپنے سات بچوں کا نام دورانِ حمل ہی میں محمد رکھنے کی نیت کر لی تھی، جس کی برکت سے سب لڑکے پیدا ہوئے۔[1]

۸۔ سیدنا علی کرم اللہ وجہہ سے بیان کرتے ہیں کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

ما اجتمع قوم قط فی مشورة معهم رجل اسمه محمد، لم يدخلوه فی مشورتهم إلا لم يبارک لهم.[2]

''کوئی قوم مشورہ کے لئے جمع ہو اور محمد نام والا کوئی شخص اُن کے مشورہ میں داخل نہ ہو تو اُن کے کام میں برکت نہیں ہو گی۔''

۹۔ حضرت محمد بن عثمان عمری اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

ما ضر أحدكم لو كان فی بيته محمد ومحمدان وثلاثة.[3]

''تم میں سے کسی کو کوئی نقصان نہیں پہنچ سکتا اگر اُس کے گھر کے اِفراد میں ایک

---

(۱) ۱۔ شعرانی، کشف الغمة، ۱: ۲۸۳

۲۔ حلبی نے 'إنسان العیون (۱: ۱۳۵)' میں کہا ہے حفاظِ حدیث نے اِس روایت کی صحت کا اِقرار کیا ہے۔

(۲) ۱۔ خطیب بغدادی، موضح أوهام الجمع والتفریق، ۱: ۴۴۶

۲۔ حلبی نے 'إنسان العیون (۱: ۱۳۵)' میں کہا ہے حفاظِ حدیث نے اِس روایت کی صحت کا اِقرار کیا ہے۔

(۳) ۱۔ ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ۵: ۵۴

۲۔ مناوی، فیض القدیر، ۳: ۲۴۶

یا دو یا تین شخص محمد نام کے ہوں۔‘‘

۱۰۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا:

ما أطعم طعام علی مائدة، ولا جلس علیها، وفیها اسمی إلا قدسوا کل یوم مرتین.(۱)

’’کوئی بھی دستر خوان ایسا نہیں جس پر کھانا کھایا جائے اور وہاں میرا ہم نام بیٹھا ہو تو فرشتے ہر روز دو مرتبہ (اُس دستر خوان کی) تعریف نہ کرتے ہوں۔‘‘

۱۱۔ امام مالکؒ کا قول ہے:

ما کان فی أهل بیت اسم محمد إلا الغرماء برکته.(۲)

’’جس گھر میں بھی محمد نام کا شخص ہو اُس میں برکت پھیل جاتی ہے۔‘‘

۱۲۔ اِمام حلبی ’اِنسان العیون (۱۳۶:۱)‘ میں روایت کرتے ہیں:

من کان له ذو بطن فاجمع أن یسمیه محمداً رزقه الله غلاماً، ومن کان لا یعیش له ولد فجعل لله علیه أن یسمی الولد المرزوق محمدا عاش.(۳)

’’جس کی بیوی حاملہ ہو اور وہ بچہ کا نام محمد رکھنے کا اِرادہ کرے تو اللہ تعالیٰ اُسے بیٹا عطا کرے گا۔ جس کا بچہ زندہ نہ رہتا ہو اور وہ اللہ تعالیٰ کے بھروسہ پر اِرادہ کرلے کہ وہ ہونے والے بچہ کا نام محمد رکھے گا تو اُس کا بچہ زندہ رہے گا۔‘‘

(۱) ۱۔ خطیب بغدادی، موضح أوهام الجمع والتفریق، ۱:۴۴۶

۲۔ حلبی، إنسان العیون، ۱:۱۳۶

(۲) مناوی، فیض القدیر، ۵:۴۵۳

(۳) اِسماعیل حقی، تفسیر روح البیان، ۷:۱۸۴

۱۳۔ مولائے کائنات سیدنا علی شیر خدا رضی اللہ عنہ سے مرفوع روایت ہے:

ليس أحد من أهل الجنة إلا يدعى باسمه أى ولا يكنى إلا آدم عليه السلام، فإنه يدعى أبا محمد تعظيماً له وتوقيراً للنبى صلى الله عليه وآله وسلم. (۱)

''جنت میں سب کو اُن کے ناموں سے پکارا جائے گا یعنی اُن کی کنیت نہیں ہوگی، سوائے حضرت آدم علیہ السلام کے۔ اُنہیں تعظیماً 'ابو محمد' کہہ کر پکارا جائے گا، اور یہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی توقیر کے سبب ہے۔''

۲۔ جائے نماز سے حصولِ برکت

صحیح بخاری میں حضرت عتبان بن مالک انصاری رضی اللہ عنہ کے گھر میں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تشریف آوری اور نماز پڑھانے کا واقعہ درج ہے۔ جسے ائمہ حدیث نے تبرک کے باب میں حجت قرار دیا ہے۔ حضرت محمود بن ربیع انصاری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

أَنَّ عِتْبَانَ بْنَ مَالِكٍ، وَ هُوَ مِنْ أَصْحَابِ رَسُوْلِ اللهِ صلى الله عليه وآله وسلم، مِمَّنْ شَهِدَ بَدْرًا مِنَ الْأَنْصَارِ: أَنَّهُ أَتَى رَسُوْلَ اللهِ فَقَالَ: يَا رَسُوْلَ اللهِ، قَدْ أَنْكَرْتُ بَصَرِي، وَأَنَا أُصَلِّى لِقَوْمِى، فَإِذَا كَانَتِ الْأَمْطَارُ، سَالَ الْوَادِى الَّذِي بَيْنِى وَبَيْنَهُمْ، لَمْ أَسْتَطِعْ أَنْ آتِى مَسْجِدَهُمْ فَأُصَلِّى بِهِمْ، وَوَدِدْتُ يَا رَسُوْلَ اللهِ، أَنَّکَ تَأْتِيْنِى فَتُصَلِّىَ فِى بَيْتِى، فَأَتَّخِذَهُ مُصَلًّى، قَالَ: فَقَالَ لَهُ رَسُوْلُ اللهِ صلى الله عليه وآله وسلم: (سَأَفْعَلُ إِنْ شَاءَ اللهُ). قَالَ عِتْبَانُ: فَغَدَا رَسُوْلُ اللهِ صلى الله عليه وآله وسلم وَأَبُوبَكْرٍ حِيْنَ ارْتَفَعَ النَّهَارُ، فَاسْتَأْذَنَ رَسُوْلُ اللهِ صلى الله عليه وآله وسلم فَأَذِنْتُ لَهُ، فَلَمْ يَجْلِسْ حَتَّى دَخَلَ الْبَيْتَ، ثُمَّ قَالَ: (أَيْنَ تُحِبُّ أَنْ أُصَلِّىَ مِنْ بَيْتِکَ). قَالَ: فَأَشَرْتُ لَهُ إِلَى نَاحِيَةٍ مِنَ

(۱) حلبی، انسان العیون، ۱: ۱۳۶

الْبَيْتِ، فَقَامَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ فَكَبَّرَ، فَقُمْنَا فَصَفَفْنَا، فَصَلّٰى رَكْعَتَيْنِ ثُمَّ سَلَّمَ.(۱)

’’حضرت عتبان بن مالک رضی اللہ عنہ حضور نبی اکرم ﷺ کے ان انصاری صحابہ میں سے تھے جو غزوۂ بدر میں شریک ہوئے تھے۔ وہ ایک دفعہ حضور نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا یا رسول اللہ میری نظر کمزور ہوگئی ہے اور میں اپنی قوم کو نماز پڑھاتا ہوں؟۔ جب بارش ہوتی ہے تو وہ نالہ جو میرے اور ان کے درمیان ہے بہنے لگتا ہے جس کے باعث میں ان کی مسجد تک نہیں جاسکتا کہ انہیں نماز پڑھاؤں۔ یا رسول اللہ صلی اللہ علیک و سلم میں چاہتا ہوں کہ آپ میرے گھر تشریف لے چلیں اور وہاں نماز پڑھیں تاکہ میں اسے نماز پڑھنے کی جگہ بنالوں۔ اس پر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ان شاء اللہ میں کسی دن آؤں گا، حضرت عتبان نے بتایا کہ دوسرے دن صبح حضور نبی اکرم ﷺ اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ دن چڑھنے کے بعد میرے گھر تشریف لائے۔ حضور نبی اکرم ﷺ نے حسبِ معمول اجازت طلب فرمائی میں نے حضور ﷺ کو خوش آمدید کہا۔ گھر میں تشریف لانے کے بعد حضور نبی اکرم ﷺ بیٹھے نہیں، فرمایا: تم کس جگہ پسند کرتے ہو کہ میں تمہارے گھر میں نماز پڑھوں۔ میں نے گھر کے ایک گوشے کی طرف اشارہ کیا آپ ﷺ کھڑے ہوئے اور تکبیر کہی، ہم بھی کھڑے ہو گئے اور صف بنائی، حضور ﷺ نے دو رکعت (نفل) نماز پڑھی پھر سلام پھیرا۔‘‘

شارح صحیح بخاری امام ابنِ حجر عسقلانی نے اس حدیث پاک کو آثارِ صالحین سے تبرک کے باب میں حجت قرار دیا ہے۔ وہ لکھتے ہیں:

---

(۱) بخاری، الصحیح، کتاب الصلاۃ، باب: المساجد فی البیوت، ۱:۱۶۴، رقم: ۴۱۵

وسؤاله النّبیّ ﷺ أن یصلّی فی بیته لیتّخذه مصلّی وإجابة النبیّ ﷺ إلی ذلک فهو حجّة فی التّبرّک بآثار الصّالحین.[1]

’’حضرت عتبان کا حضور نبی اکرم ﷺ سے عرض کرنا کہ ان کے گھر تشریف لا کر نماز ادا کریں تاکہ وہ اس جگہ کو اپنے لئے جائے نماز بنا لیں اور حضور علیہ الصلوۃ والسلام کا ان کی التجا قبول کرنا آثارِ صالحین سے تبرک کے ثبوت کے لئے بین دلیل ہے۔‘‘

امام ابنِ عبد البر موطأ کی شرح التمہید میں لکھتے ہیں:

وفیه التبرّک بالمواضع التی صلّی فیها رسول الله ﷺ و وطئها وقام علیها.[2]

’’اس حدیثِ مبارکہ میں ان مقامات سے حصولِ برکت کا ثبوت ہے جہاں جہاں حضور نبی اکرم ﷺ نے نماز ادا فرمائی، جہاں آپ ﷺ نے مبارک قدم رکھے اور جس جگہ آپ ﷺ تشریف فرما ہوئے۔‘‘

۳۔ جسدِ اقدس سے حصولِ برکت

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ ایک دیہاتی حضرت زاہر رضی اللہ عنہ حضور نبی اکرم ﷺ کی خدمتِ اقدس میں دیہات سے تحفہ لایا کرتے تھے۔ جب وہ واپس جانے لگتے تو آپ ﷺ بھی اسے سامان عنایت کرتے۔ حضور ﷺ نے فرمایا: زاہر ہمارا دیہاتی ہے اور ہم اس کے شہری ہیں۔ حضور نبی اکرم ﷺ اس سے بہت محبت کرتے تھے۔ ان کا حضور ﷺ کے جسد اقدس سے حصول تبرک کا واقعہ ایک حدیث مبارکہ میں

(۱) ابن حجر عسقلانی، فتح الباری شرح صحیح البخاری، ۱: ۵۶۹

(۲) ابن عبدالبر، التمہید، ۶: ۲۲۸

یوں ہے:

فَأتَاهُ النَّبِيُّ ﷺ يَوْماً وَهُوَ يَبِيْعُ مَتَاعَهُ فَاحْتَضَنَهُ مِنْ خَلْفِهِ وَلَا يُبْصِرُهُ، فَقَالَ: مَنْ هَذَا؟ ارْسِلْنِي، فَالْتَفَتَ فَعَرَفَ النَّبِيَّ ﷺ فَجَعَلَ لَا يَأْلُو مَا أَلْصَقَ ظَهْرَهُ بِصَدْرِ النَّبِيِّ ﷺ حِيْنَ عَرَفَهُ. (۱)

''ایک دن حضور نبی اکرم ﷺ تشریف لائے اور وہ (بازار میں) سامان بیچ رہے تھے تو آپ ﷺ ان کو پیچھے سے اس طرح بغل گیر ہوگئے کہ وہ آپ ﷺ کونہیں دیکھ سکتے تھے، انہوں نے کہا: کون ہے؟ مجھے چھوڑ دو، پھر جب انہوں نے مڑ کر دیکھا کہ حضور ﷺ ہیں تو (عقیدت و محبت کے ساتھ) اپنی پیٹھ کو آپ ﷺ کے سینۂ اقدس سے حصولِ برکت کے لئے ملنا شروع کر دیا۔''

۴۔ وضو کے بچے ہوئے پانی سے حصولِ برکت

۱۔ حضرت ابو جُحَیفہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:

خَرَجَ عَلَيْنَا رَسُوْلُ اللهِ ﷺ بِالْهَاجِرَةِ، فَأُتِيَ بِوَضُوْءٍ فَتَوَضَّأَ، فَجَعَلَ النَّاسُ يَأْخُذُوْنَ مِنْ فَضْلِ وَضُوْئِهِ فَيَتَمَسَّحُوْنَ بِهِ، فَصَلَّى النَّبِيُّ ﷺ الظُّهْرَ رَكْعَتَيْنِ، وَالْعَصْرَ رَكْعَتَيْنِ، وَ بَيْنَ يَدَيْهِ عَنَزَةٌ.

وَقَالَ أَبُوْ مُوْسَى: دَعَا النَّبِيُّ ﷺ بِقَدَحٍ فِيْهِ مَاءٌ، فَغَسَلَ يَدَيْهِ وَ

(۱) ۱۔ ترمذی، الشمائل المحمدیۃ: ۳۹۶۔ ۳۹۹، رقم: ۲۳۹
۲۔ أحمد بن حنبل، المسند، ۳: ۱۶۱
۳۔ ابن حبان، الصحیح، ۱۳: ۱۰۷، رقم: ۵۷۹۰
۴۔ بیہقی، السنن الکبری، ۱۰: ۲۴۸

وَجُهَهُ فِيُهِ، وَمَجَّ فِيُهِ، ثُمَّ قَالَ لَهُمَا: اشُرَبَا مِنُهُ، وَأَفُرِغَا عَلَى وُجُوهِكُمَا وَ نُحُوُرِكُمَا. (١)

''حضور نبی اکرم ﷺ دوپہر کے وقت ہمارے پاس تشریف لائے۔ پانی لایا گیا تو آپ ﷺ نے وضو کیا۔ لوگ آپ ﷺ کے وضو کے بچے ہوئے پانی کو لے کر اُسے اپنے اوپر ملنے لگے۔ پس حضور نبی اکرم ﷺ نے ظہر کی دو رکعتیں اورعصر کی دو رکعتیں پڑھیں۔ اس دوران آپ ﷺ کے سامنے نیزہ تھا۔ حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے پانی کا ایک پیالہ منگایا۔ پس اپنے مبارک ہاتھ اور چہرۂ اقدس کو اُسی میں دھویا اور اُسی میں کلی کی پھر اُن دونوں سے فرمایا: اس میں سے پی لو اور اپنے چہروں اور سینوں پر ڈال لو۔''

صحیح بخاری اور صحیح مسلم کی ایک دوسری روایت میں یہ اضافہ ہے:

فَنَادَتُ أُمُّ سَلَمَةَ مِنُ وَرَاءِ السِّتُرِ أَنُ أَفُضِلَا لِأُمِّكُمَا فَأَفُضَلَا لَهَا مِنُهُ طَائِفَةً. (٢)

''ام المؤمنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے بھی ان دونوں کو پردہ کے پیچھے سے آواز دی کہ اس متبرک پانی میں سے اپنی ماں (یعنی حضرت ام سلمہ) کے لئے بھی

---

(١) ١۔ بخاری، الصحیح، کتاب الوضوء، باب: اسُتِعُمَالِ فَضُلِ وَضُوءِ النَّاسِ، ١: ٨٠، رقم: ١٨٥

٢۔ مسلم الصحیح، کتاب فضائل الصحابة، باب: من فضائل أبي موسى وأبي عامر الأشعريين رضی اللہ عنہما، ٤: ١٩٤٣، رقم: ٢٤٩٧

٣۔ أبو يعلى المسند، ١٣: ٣٠١، رقم: ٧٣٠١

(٢) بخاری، الصحیح، کتاب المغازی، باب: غزوة الطائف، ٤: ١٥٧٣، رقم: ٤٠٧٣

چھوڑ دینا) پس انہوں نے ان کے لئے بھی کچھ پانی باقی رکھا۔‘‘

۲۔ حضرت ابو جحیفہ رضی اللہ عنہ سے یہ بھی مروی ہے:

رَأَيْتُ رَسُوْلَ اللهِ ﷺ فِي قُبَّةٍ حَمْرَاءَ مِنْ أَدَمٍ، وَرَأَيْتُ بِلَالًا أَخَذَ وَضُوْءَ رَسُوْلِ اللهِ ﷺ، وَرَأَيْتُ النَّاسَ يَبْتَدِرُوْنَ ذَاكَ الْوَضُوْءَ، فَمَنْ أَصَابَ مِنْهُ شَيْئًا تَمَسَّحَ بِهِ، وَمَنْ لَمْ يُصِبْ مِنْهُ شَيْئًا أَخَذَ مِنْ بَلَلِ يَدِ صَاحِبِهِ...... الحديث. (۱)

’’میں نے حضور نبی اکرم ﷺ کو چمڑے کے ایک سرخ خیمے میں دیکھا اور حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو حضور نبی اکرم ﷺ کا استعمال شدہ پانی لیتے دیکھا۔ میں نے دیکھا کہ لوگ آپ ﷺ کے استعمال شدہ پانی کے حصول کے لئے کوشش کر رہے تھے جسے کچھ مل گیا اُس نے اپنے اُوپر مل لیا اور جسے اس میں سے ذرا بھی نہ ملا اُس نے اپنے ساتھی کے ہاتھ سے تری حاصل کی۔‘‘

مذکورہ حدیث کے تحت، شارح صحیح بخاری امام ابنِ حجر عسقلانی لکھتے ہیں:

وفي الحديث من الفوائد التماس البركة مما لامسه الصالحون. (۲)

’’اس حدیث مبارکہ میں کئی فوائد ہیں جن میں سے ایک حصولِ برکت کے لئے صالحین کے مس شدہ چیز کو ملنا ہے۔‘‘

۳۔ عروہ نے حضرت مسور بن مخرمہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے:

---

(۱) بخاری، الصحیح، کتاب الصلاۃ فی الثیاب، باب: الصلاۃ فی الثَّوبِ الأَحمَرِ، ۱: ۱۴۷، رقم: ۳۶۹ (اس حدیث کو امام بخاری نے کتاب المناقب رقم: ۳۳۷۳ میں بھی بیان کیا ہے۔)

(۲) ابن حجر عسقلانی، فتح الباری، ۱: ۵۷۴

وَ إِذَا تَوَضَّأَ النَّبِيُّ ﷺ كَادُوا يَقْتَتِلُوْنَ عَلَى وَضُوئِهِ. (۱)

’’حضور نبی اکرم ﷺ جب وضو فرماتے تو ایسا لگتا تھا کہ لوگ آپ ﷺ کے وضو کے پانی کے حصول کے لئے آپس میں لڑ مریں گے۔‘‘

۴۔ حضرت ابو جحیفہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

أَتَيْتُ النَّبِيَّ ﷺ بِمَكَّةَ وَ هُوَ بِالْأَبْطَحِ فِيْ قُبَّةٍ لَهُ حَمْرَاءَ مِنْ آدَمٍ قَالَ فَخَرَجَ بِلَالٌ بِوَضُوئِهِ فَمِنْ نَّائِلٍ وَ نَاضِحٍ. (۲)

’’میں مکہ مکرمہ میں حضور نبی اکرم ﷺ کی خدمتِ اقدس میں حاضر ہوا، آپ ﷺ اس وقت مقامِ ابطح میں سرخ چمڑے کے ایک خیمہ میں قیام فرما تھے، اس موقع پر حضرت بلال رضی اللہ عنہ حضور نبی اکرم ﷺ کے وضو کا بچا ہوا پانی لے کر باہر نکلے پس لوگوں نے اس پانی کو مل لیا کسی کو پانی مل گیا اور کسی نے اس پانی کو چھڑک لیا۔‘‘

---

(۱) ۱۔ بخاری، الصحیح، کتاب الوضوء، باب: اسْتِعْمَالِ فضلِ وَضُوءِ النَّاسِ، ۱: ۸۱، رقم: ۱۸۶، (اسے امام بخاری نے کتاب العلم رقم: ۷۷، کتاب الأموات رقم: ۳۹۹۳ میں مختصراً بیان کیا ہے)
۲۔ ابن حبان الصحیح، ۱۱: ۲۲۱، رقم: ۴۸۷۲
۳۔ أحمد بن حنبل، المسند، ۴: ۳۲۹

(۲) ۱۔ مسلم، الصحیح، کتاب الصلاۃ، باب: سُتْرَةِ الْمُصَلّٰى، ۱: ۳۶۰، رقم: ۵۰۲
۲۔ ابن حبان، الصحیح، ۶: ۱۵۳، رقم: ۲۳۹۴
۳۔ بیہقی، السنن الکبریٰ، ۳۹۵، رقم: ۱۷۱۸

صحیح مسلم کے شارح امام نوویؒ اس حدیثِ مبارکہ کی تشریح میں لکھتے ہیں:

ففيه التبرک بآثار الصالحين واستعمال فضل طهورهم وطعامهم وشرابهم ولباسهم. (۱)

''پس اس حدیثِ مبارکہ میں آثارِ صالحین، ان کے وضو سے بچے ہوئے پانی ان کے بچے ہوئے کھانے اور استعمال شدہ ملبوسات سے تبرک کا ثبوت ہے۔''

۵۔ دستِ اقدس کی برکتیں

حضور نبی اکرم ﷺ کے مبارک ہاتھ ہزاروں باطنی اور روحانی فیوض و برکات کے حامل تھے۔ جس کسی کو آپ ﷺ نے اپنے مبارک ہاتھ سے مَس کیا اُس کی قسمت ہی بدل گئی۔ وہ ہاتھ کسی بیمار کو لگا تو نہ صرف یہ کہ وہ تندرست و شفایاب ہوگیا بلکہ اس خیر وبرکت کی تاثیر تادمِ آخر وہ اپنے قلب و روح میں محسوس کرتا رہا۔ کسی کے سینے کو یہ ہاتھ لگا تو اُسے علم وحکمت کے خزانوں سے مالا مال کردیا۔ بکری کے خشک تھنوں میں اُس دستِ اقدس کی برکت اُتری تو وہ عمر بھر دودھ دیتی رہی۔ توشہ دان میں موجود گنتی کی چند کھجوروں کو اُن ہاتھوں نے مَس کیا تو اُس سے سالوں تک منوں کے حساب سے کھانے والوں نے کھجوریں کھائیں مگر پھر بھی اُس ذخیرہ میں کمی نہ آئی۔ بقول اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ:

ہاتھ جس سمت اُٹھا غنی کر دیا
موج بحرِ سخاوت پہ لاکھوں سلام (۲)

اُن ہاتھوں کی فیض رسانی سے تہی دست و بے نوا، دوجہاں کی نعمتوں سے مالا مال ہوگئے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے اپنی زندگیوں میں بارہا ان مبارک ہاتھوں کی خیر و برکت کا

---

(۱) نووی، شرح صحیح مسلم، ۴: ۲۱۹

(۲) احمد رضا خان بریلوی، حدائق بخشش، ۲: ۲۶

مشاہدہ کیا۔ وہ خود بھی اُن سے فیض حاصل کرتے رہے اور دوسروں کو بھی فیض یاب کرتے رہے۔ اس حوالے سے متعدد روایات مروی ہیں ذیل میں چند ایک کا ذکر کیا جاتا ہے:

(۱) دستِ مصطفیٰ ﷺ سے برکت کا حصول اہلِ مدینہ کا معمول

۱۔ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں:

كَانَ رَسُوْلَ اللهِ ﷺ إِذَا صَلَّى الْغَدَاةَ جَاءَ خَدَمُ الْمَدِيْنَةِ بِآنِيَتِهِمْ فِيْهَا الْمَاءُ، فَمَا يُؤْتَى بِإِنَاءٍ إِلَّا غَمَسَ يَدَهُ فِيْهَا، فَرُبَّمَا جَاءُوْهُ فِي الْغَدَاةِ الْبَارِدَةِ فَيَغْمِسُ يَدَهُ فِيْهَا. (۱)

’’رسول اللہ ﷺ جب صبح کی نماز سے فارغ ہوتے تو خدّامِ مدینہ پانی سے بھرے ہوئے اپنے اپنے برتن لے آتے۔ آپ ﷺ ہر برتن میں اپنا ہاتھ مبارک ڈبو دیتے۔ بسا اوقات سرد موسم کی صبح بھی ایسا ہی ہوتا اور آپ ﷺ اپنا ہاتھ ٹھنڈے پانی والے برتنوں میں بھی ڈبو دیتے۔‘‘

امام مسلم اس حدیث کو جس باب کے تحت لائے ہیں وہ ایمان افروز ہے جس سے ان کے اہلِ سنت و جماعت کے عقیدۂ راسخہ کا پتہ چلتا ہے۔

باب قُرْبِ النَّبِيّ علیہ السلام مِنَ النَّاسِ وَ تَبَرُّكِهِم بِهِ. (۲)

’’لوگوں کا حضور نبی اکرم ﷺ سے قرب اور برکت حاصل کرنا۔‘‘

اس حدیث کے تحت امام نوویؒ لکھتے ہیں:

---

(۱) ۱۔ مسلم، الصحيح، كتاب الفضائل، باب: قرب النبی ﷺ من الناس وتبركهم به، ۴: ۱۸۱۲، رقم: ۲۳۲۴

۲۔ عبد بن حميد، المسند، ۱: ۳۸۰، رقم: ۱۲۷۴

۳۔ بيهقی، شعب الإيمان، ۲: ۱۵۴، رقم: ۱۴۲۹

(۲) مسلم، الصحيح، ۴: ۱۸۱۲، رقم: ۲۳۲۴

وفيه التّبرّک بآثار الصّالحين وبيان ما كانت الصّحابة عليه من التّبرّک بآثاره ﷺ وتبرّكهم بإدخال يده الكريمة فى الآنية. (1)

''اس حدیثِ مبارکہ میں آثار صالحین سے تبرک کا بیان ہے اور اس چیز کا بیان کہ صحابہ رضی اللہ عنہم کس طرح حضور نبی اکرم ﷺ کے آثار مبارکہ سے برکت حاصل کرتے تھے۔ مزید آپ ﷺ کے دستِ اقدس کو برتن میں ڈبو کر اس سے تبرک کا بیان ہے۔''

(۲) حضرت سائب بن یزید رضی اللہ عنہ کی شفایابی

۲۔ حضرت سائب بن یزید رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:

ذَهَبَتْ بِي خَالَتِي إِلَى رَسُوْلِ اللهِ ﷺ فَقَالَتْ: يَا رَسُوْلَ اللهِ، إِنَّ ابْنَ أُخْتِي وَجِعٌ فَمَسَحَ رَأْسِي وَ دَعَا لِي بِالْبَرَكَةِ، ثُمَّ تَوَضَّأَ، فَشَرِبْتُ مِنْ وَضُوئِهِ، ثُمَّ قُمْتُ خَلْفَ ظَهْرِهِ، فَنَظَرْتُ إِلَى خَاتَمِهِ بَيْنَ كَتِفَيْهِ، مِثْلَ زِرِّ الْحَجَلَةِ. (2)

''میری خالہ جان مجھے حضور نبی اکرم ﷺ کی خدمتِ اقدس میں لے گئیں اور عرض گزار ہوئیں: یا رسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! میرا بھانجا بیمار ہے۔

---

(۱) نووی، شرح صحیح مسلم، ۱۵: ۸۲

(۲) ۱۔ بخاری، الصحیح، کتاب الدعوات، باب: الدُّعَاءِ لِلصِّبْيَانِ بِالْبَرَكَةِ، وَمَسَحِ رُؤُوسِهِمْ، ۵: ۲۳۳۷، رقم: ۵۹۹۱، (اس حدیث کو امام بخاری نے کتاب الوضوء، رقم: ۱۸۷، کتاب المناقب، رقم: ۳۳۴۸ اور کتاب المرضی، رقم: ۵۳۴۶ میں بھی بیان کیا ہے۔)

۲۔ مسلم، الصحیح، کتاب الفضائل، باب: إثبات خاتَم النُّبُوَةِ، وصفته، ومحله من جسده ﷺ، ۴: ۱۸۲۳، رقم: ۲۳۴۵

۳۔ طبرانی، المعجم الکبیر، ۷: ۱۵۷، رقم: ۶۶۸۲

آپ ﷺ نے میرے سر پر اپنا دستِ اقدس پھیرا اور میرے لئے برکت کی دعا فرمائی۔ پھر آپ ﷺ نے وضو کیا۔ میں نے آپ ﷺ کے وضو کا پانی پیا، پھر آپ ﷺ کے پیچھے کھڑا ہو گیا تو دونوں مبارک کندھوں کے درمیان مہرِ نبوت کی زیارت کی جو کبوتروں کے انڈے یا حجلۂ عروسی کے جھالر جیسی تھی۔‘‘

(۳) دستِ مصطفیٰ ﷺ کا متعدی فیض

۳۔ حضرت ذیال بن عبید رضی اللہ عنہ نے حضور نبی اکرم ﷺ کے ایک جلیل القدر صحابی حضرت حنظلہ رضی اللہ عنہ کے حوالے سے بیان کیا ہے کہ ایک دفعہ ان کے والد نے حضور نبی اکرم ﷺ سے ان کے حق میں دعائے خیر کے لئے عرض کیا:

فَمَسَحَ رَأْسَهُ وَقَالَ: بَارَکَ اللهُ فِيکَ. (۱)

’’آپ ﷺ نے اپنا دستِ مبارک اُن کے سر پر پھیرا اور فرمایا، اللہ تعالیٰ تجھے برکت عطا فرمائے۔‘‘

۴۔ دستِ مصطفیٰ ﷺ کی برکتیں حضرت حنظلہ رضی اللہ عنہ کو نصیب ہوئیں اس حوالے سے حضرت ذیال رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

فَرَأَيْتُ حَنْظَلَةَ يُؤْتَى بِالإِنْسَانِ الْوَارِمِ وَجْهُهُ أَوِالْبَهِيْمَةِ الْوَارِمَةِ الضَّرْعُ فَيَتْفُلُ عَلَى يَدَيْهِ وَيَقُوْلُ: بِسْمِ اللهِ وَيَضَعُ يَدَهُ عَلَى رَأْسِهِ وَيَقُولُ عَلَى مَوْضِعِ کَفِّ رَسُوْلِ اللهِ ﷺ فَيَمْسَحُهُ عَلَيهِ وَقَالَ ذَيَّالٌ فَيَذْهَبُ الْوَرَمُ. (۲)

(۱) أحمد بن حنبل، المسند، ۵:۶۸

(۲) ۱۔ أحمد بن حنبل، المسند، ۵:۶۸

۲۔ طبرانی، المعجم الکبیر، ۴:۶، رقم:۳۴۷۷

۳۔ طبرانی، المعجم الأوسط، ۳:۱۹۱، رقم: ۲۸۹۶

’’میں نے دیکھا کہ جب کسی شخص کے چہرے پر یا چوپائے کے تھنوں پر ورم ہو جاتا تو لوگ اسے حضرت حنظلہ رضی اللہ عنہ کے پاس لے آتے اور وہ اپنے ہاتھ پر اپنا لعابِ دہن ڈال کر بسم اللہ پڑھتے پھر اپنا ہاتھ اپنے سر پر اس جگہ رکھتے جہاں حضور نبی اکرم ﷺ کا دستِ اقدس لگا تھا خاص اس جگہ کو مس کرتے۔ اور پھر وہ ہاتھ ورم کی جگہ پر مل دیتے حضرت ذیال فرماتے ہیں ان کے اس عمل سے ورم فوراً اُتر جاتا۔‘‘

(۴) دستِ مصطفیٰ ﷺ کی دائمی تاثیر

۵۔ حضور نبی اکرم ﷺ نے حضرت ابوزید انصاری رضی اللہ عنہ کے سر اور داڑھی پر اپنا دستِ اقدس پھیرا تو اُس کی برکت سے ۱۰۰ سال سے زائد عمر پانے کے باوجود اُن کے سر اور داڑھی کا ایک بال بھی سفید نہ ہوا۔ اس واقعہ کو وہ خود روایت کرتے ہیں:

قَالَ لِيْ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ: اُدْنُ مِنِّي، قَالَ: فَمَسَحَ بِيَدِهِ عَلَى رَأْسِهِ وَلِحْيَتِهِ، قَالَ، ثُمَّ قَالَ: اَللّٰهُمَّ جَمِّلْهُ وَأَدِمْ جَمَالَهُ، قَالَ: فَلَقَدْ بَلَغَ بِضْعًا وَمِائَةَ سَنَةٍ، وَمَا فِي رَأْسِهِ وَلِحْيَتِهِ بَيَاضٌ إِلَّا نَبْذٌ يَسِيْرٌ، وَلَقَدْ كَانَ مُنْبَسِطَ الْوَجْهِ وَلَمْ يَنْقَبِضْ وَجْهُهُ حَتَّى مَاتَ. (۱)

’’رسول اللہ ﷺ نے مجھے فرمایا کہ میرے قریب ہو جاؤ۔ وہ بیان کرتے ہیں کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے میرے سر اور داڑھی پر اپنا دستِ مبارک پھیرا اور دعا کی: الٰہی! اسے زینت بخش اور ان کے حسن و جمال کو دوام بخش دے۔ راوی کہتے ہیں کہ اُنہوں نے ۱۰۰ سال سے زیادہ عمر پائی، لیکن ان کے سر اور داڑھی کے بال سفید نہیں ہوئے، سیاہ رہے، ان کا چہرہ صاف اور روشن رہا اور تا دمِ آخر ایک ذرہ بھر شکن بھی چہرہ پر نمودار نہ ہوئی۔‘‘

(۱) ۱۔ أحمد بن حنبل، المسند، ۵:۷۷

۲۔ عسقلانی، الإصابة، ۴:۹ ۵۹، رقم: ۵۷۶۳

(۵) توشہ دان میں کھجوروں کا ذخیرہ

۶۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔

أَتَيْتُ النَّبِيَّ ﷺ بِتَمَرَاتٍ، فَقُلْتُ: يَا رَسُوْلَ اللهِ ادْعُ اللهَ فِيْهِنَّ بِالْبَرَكَةِ فَضَمَّهُنَّ ثُمَّ دَعَا لِي فِيْهِنَّ بِالْبَرَكَةِ. فَقَالَ لِي: خُذْهُنَّ وَاجْعَلْهُنَّ فِي مِزْوَدِکَ هَذَا أَوْ فِي هَذَا الْمِزْوَدِ، كُلَّمَا أَرَدْتَ أَنْ تَأْخُذَ مِنْهُ شَيْئًا فَأَدْخِلْ فِيْهِ يَدَکَ فَخُذْهُ وَلَا تَنْثُرْهُ نَثْرًا، فَقَدْ حَمَلْتُ مِنْ ذٰلِکَ التَّمْرِ كَذَا وَكَذَا مِنْ وَسْقٍ فِي سَبِيْلِ اللهِ، فَكُنَّا نَأْكُلُ مِنْهُ وَ نُطْعِمُ، وَ كَانَ لَا يُفَارِقُ حِقْوِي حَتَّى كَانَ يَوْمُ قَتْلِ عُثْمَانَ فَإِنَّهُ انْقَطَعَ. (۱)

''میں حضور نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں کچھ کھجوریں لے کر حاضر ہوا اور عرض کیا یا رسول اللہ، اللہ تعالیٰ سے ان کھجوروں میں برکت کے لئے دعا فرمایئے حضور نبی اکرم ﷺ نے انہیں اکٹھا کیا پھر میرے لئے ان میں برکت کی دعا فرمائی۔ اور آپ ﷺ نے فرمایا انہیں لے لو اور اپنے اس توشہ دان میں بکھیر دو۔ (حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں) میں نے ان میں سے اتنے اتنے وسق کھجوریں اللہ کے راستے میں خرچ کیں، ہم خود اس سے کھاتے اور دوسروں کو بھی کھلاتے۔ وہ توشہ دان کبھی بھی میری کمر سے جدا نہ ہوا یہاں تک کہ جس دن حضرت عثمان رضی اللہ عنہ شہید ہوئے تو وہ توشہ دان بھی ٹوٹ گیا۔''

۷۔ بیہقی، ابونعیم، ابنِ سعد، ابنِ عساکر اور زرقانی نے اس طرح کا ایک واقعہ ابومنصور

(۱) ۱۔ ترمذی، السنن، أبواب المناقب، باب: مناقب أبی هريرة رضی اللہ عنہ، ۵:۶۸۵، رقم: ۳۸۳۹

۲۔ أحمد بن حنبل، المسند، ۲:۳۵۲

۳۔ ابن حبان، الصحیح، ۱۴:۴۶۷، رقم: ۶۵۳۲

سے بطریق حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کیا ہے کہ ایک جنگ میں سینکڑوں کی تعداد میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم موجود تھے جن کے کھانے کے لئے کچھ نہ تھا۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اُس موقع پر میرے ہاتھ ایک توشہ دان (ڈبہ) لگا، جس میں کچھ کھجوریں تھیں۔ آقائے دوجہاں ﷺ کے استفسار پر میں نے عرض کیا کہ میرے پاس کچھ کھجوریں ہیں۔ فرمایا: لے آؤ۔ میں وہ توشہ دان لے کر حاضر ہوگیا اور کھجوریں گنیں تو وہ کل اکیس نکلیں۔ حضور ﷺ نے اپنا دستِ اقدس اُس توشہ دان پر رکھا اور پھر فرمایا:

اُدْعُ عَشَرَةً، فدعوت عشرةً فأكلوا حتٰى شبعوا ثم كذالك حتٰى أكل الجيش كله وبقى من التمر معى فى المزود. قال: يا أباهريرة! إذا أردت أن تأخذ منه شيئًا فأدخل يدك فيه ولا تكفه. فأكلتُ منه حياة النبى ﷺ وأكلت منه حياة أبى بكر كلها وأكلت منه حياة عمر كلها وأكلت منه حياة عثمان كلها، فلما قُتل عثمان انتهب ما فى يدى وانتهب المزود. ألا أخبركم كم أكلتُ منه؟ أكثر من مأتى وسق. (1)

”دس آدمیوں کو بلاؤ! میں نے دس افراد بلائے۔ وہ آئے اور خوب سیر ہو کر چلے گئے۔ اسی طرح دس دس آدمی آتے اور سیر ہو کر اٹھ جاتے یہاں تک کہ تمام لشکر نے کھجوریں کھائیں اور پھر بھی کچھ کھجوریں میرے پاس توشہ دان میں باقی رہ گئیں آپ ﷺ نے فرمایا: اے ابوہریرہ! جب تم اس توشہ دان سے کھجوریں نکالنا چاہو ہاتھ ڈال کر ان میں سے نکال لیا کرو، لیکن توشہ دان نہ

(1) ۱۔ ابن كثير، البداية والنهاية، ۶:۱۱۷

۲۔ اسحاق بن راهويه، المسند، ۱:۷۵، رقم: ۳

۳۔ بيهقى، الخصائص الكبرىٰ، ۲:۸۵

۴۔ ذهبى، سير اعلام النبلاء، ۲: ۶۳۱

انڈیلنا۔حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانے میں اس سے کھجوریں کھاتا رہا اور پھر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں پھر عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں حتی کہ عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے پورے عہد خلافت تک اس میں سے کھجوریں کھاتا رہا اور خرچ کرتا رہا۔ جب عثمان غنی رضی اللہ عنہ شہید ہوگئے تو جو کچھ میرے پاس تھا وہ چوری ہو گیا اور وہ توشہ دان بھی میرے گھر سے چوری ہوگیا۔ میں تمہیں کیا بتاؤں کہ میں نے اس میں سے کتنی کھجوریں کھائی ہوں گی؟ کم و بیش دو سو وسق سے زیادہ۔‘‘

یہ سب کچھ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دستِ اقدس کی برکتوں کا نتیجہ تھا کہ سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے اُس توشہ دان سے منوں کے حساب سے کھجوریں نکالیں پھر بھی تادمِ آخر وہ ختم نہ ہوئیں۔

۶۔ قدمین شریفین کی برکات

جس پتھر پر سیدنا ابراہیم علیہ السلام قدم مبارک رکھ کر کعبہ تعمیر کرتے رہے وہ آج بھی صحنِ کعبہ میں مقامِ ابراہیم کے اندر محفوظ ہے۔ سیدنا ابراہیم علیہ السلام کے قدموں کے لگنے سے وہ پتھر نرم ہوگیا اور اُن قدموں کے نقوش اُس پر ثبت ہو گئے۔ اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مبارک قدموں کو بھی یہ معجزہ عطا فرمایا کہ اُن کی وجہ سے پتھر نرم ہو جاتے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قدومِ مبارک کے نشان بعض پتھروں پر آج تک محفوظ ہیں۔

۱۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

أَنّ النَّبِیَّ صلی الله عليه وآله وسلم كَانَ إِذَا مَشَی عَلَی الصَّخر غَاصَتْ قَدَمَاهُ فِيهِ وَأَثرت.(۱)

’’حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب پتھروں پر چلتے تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاؤں مبارک کے نیچے وہ نرم ہو جاتے اور قدم مبارک کے نشان اُن پر لگ جاتے۔‘‘

(۱) ۱۔ زرقانی، شرح المواهب اللدنيه، ۵: ۴۸۲

۲۔ سیوطی، الجامع الصغیر، ۱: ۲۷، رقم: ۹

۲۔ حضور ﷺ کے قدمین شریفین بڑے ہی بابرکت اور منبعِ فیوضات و برکات تھے۔ آپ ﷺ کے قدم مبارک اگر کسی سست رفتار کمزور جانور کو لگ جاتے تو وہ تیز رفتار ہو جاتا۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک صحابی نے حضور ﷺ کی خدمت میں آکر اپنی اُونٹنی کی سست رفتاری کی شکایت کی تو آپ ﷺ نے اپنے پائے مبارک سے اُسے ٹھوکر لگائی۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

وَالَّذِی نَفُسِی بِیَدِهٖ لَقَدُ رَأَیُتُهَا تسبق القَائِد.(۱)

''اُس ذات کی قسم جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے! اس کے بعد وہ ایسی تیز ہوگئی کہ کسی کو آگے بڑھنے نہ دیتی۔''

۳۔ غزوۂ ذات الرقاع کے موقع پر حضور نبی اکرم ﷺ کے مبارک قدموں کی برکت سے حضرت جابر رضی اللہ عنہ کا اُونٹ بھی تیز رفتار ہو گیا تھا۔ حدیث پاک میں ہے:

فَضَرَبَهُ بِرِجُلِهٖ وَ دَعَا لَهُ، فَسَارَ سَیُرًا لَمُ یَسِرُ مِثُلَهُ.(۲)

''پس آپ ﷺ نے اپنے پائے مبارک سے اُسے ٹھوکر لگائی اور ساتھ ہی دُعا فرمائی، پس وہ اتنا تیز رفتار ہوا کہ پہلے کبھی نہ تھا۔''

حضور نبی اکرم ﷺ کے فیوض و برکات بالخصوص آپ ﷺ کی عطا سے جو

---

(۱) ۱۔ أبو عوانة، المسند، ۳:۴۵، رقم: ۴۱۴۵

۲۔ بیہقی، السنن الکبریٰ، ۷:۲۳۵، رقم: ۱۴۱۳۲

۳۔ حاکم، المستدرک، ۲:۱۹۳، رقم: ۲۷۲۹

(۲) ۱۔ أحمد بن حنبل، المسند، ۳:۲۹۹

۲۔ مسلم، الصحیح، کتاب المساقاة، باب: بیع البعیر واستثناء رکوبه، ۳:۱۲۲۱، رقم: ۷۱۵

۳۔ نسائی، السنن، کتاب البیوع، باب: البیع یکون فیه الشرطُ فَیَصِحُّ البیعُ والشرطُ، ۷:۲۹۷، رقم: ۴۶۳۷

فائدہ ملتا اسے خاص الفاظ برکت کے ساتھ منسوب کرتے ہوئے کبھی بھی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ذہنوں میں یہ بات نہ آتی تھی کہ برکت تو اللہ تعالیٰ کی صفت ہے۔ معاذ اللہ کہیں خلاف توحید نہیں بلکہ اپنے قول و عمل سے اس چیز کا برملا اظہار ہوتا تھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی برکت سے فلاں فائدہ ہوا ہے۔ یہی وجہ ہے جب حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دوبارہ اپنے اس صحابی سے اونٹ کے بارے میں دریافت کیا کہ اب تیرے اُونٹ کا کیا حال ہے تو اُنہوں نے عرض کیا:

بِخَيْرٍ قَدْ أَصَابَتْهُ بَرَكَتُکَ. (۱)

’’بالکل ٹھیک ہے، اُسے آپ صلی اللہ علیک وسلم کی برکت حاصل ہو گئی ہے۔‘‘

۷۔ موئے مبارک سے حصولِ برکت

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے برکات کو حاصل کرنے کا کوئی موقع ضائع نہیں جانے دیتے تھے۔ جس چیز کو بھی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے نسبت ہو جاتی اسے وہ دنیا و مافیہا سے عزیز تر جانتے۔ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خود اپنے عمل سے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے اندر یہ شعور بیدار کر دیا تھا کہ وہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے آثار و تبرکات کو محفوظ رکھتے اور ان کی انتہائی تعظیم و تکریم کرتے اور ان سے برکت حاصل کرتے۔

۱۔ امام ابنِ سیرین رحمۃ اللہ علیہ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں:

---

(۱) ۱۔ بخاري، الصحيح، کتاب الجهاد والسير، باب: استئذان الرجل الإمام، ۳: ۱۰۸۳، رقم: ۲۸۰۵

۲۔ مسلم، الصحيح، کتاب المساقاة، باب: بيع البعير واستثناء رکوبه، ۳: ۱۲۲۱، رقم: ۷۱۵

۳۔ أبو عوانه، المسند، ۳: ۲۴۹، رقم: ۴۸۴۳

أَنَّ رَسُوْلَ اللهِ ﷺ لَمَّا حَلَقَ رَأْسَهُ، كَانَ أَبُوْ طَلْحَةَ أَوَّلَ مَنْ أَخَذَ مِنْ شَعْرِهِ.(۱)

''جب رسول اللہ ﷺ نے اپنا سر مبارک منڈوایا تو حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ وہ پہلے شخص تھے جنہوں نے آپ ﷺ کے موئے مبارک حاصل کئے۔''

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم حضور نبی اکرم ﷺ کے موئے مبارک، وضو کے مبارک پانی سے، لعاب دہن، پسینہ مبارک سے اور جن جن چیزوں کو حضور نبی اکرم ﷺ نے مس کیا ہوتا ان سے برکت حاصل کرتے۔

۲۔ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

أَنَّ رَسُوْلَ اللهِ ﷺ أَتَى مِنًى فَأَتَى الْجَمْرَةَ فَرَمَاهَا ثُمَّ أَتَى مَنْزِلَهُ بِمِنًى وَ نَحَرَ ثُمَّ قَالَ لِلْحَلَّاقِ خُذْ. وَ أَشَارَ إِلَى جَانِبِهِ الْأَيْمَنِ ثُمَّ الْأَيْسَرِ ثُمَّ جَعَلَ يُعْطِيْهِ النَّاسَ.(۲)

''حضور نبی اکرم ﷺ جب منیٰ تشریف لائے تو پہلے جمرہ عقبہ پر گئے اور وہاں کنکریاں ماریں، پھر منیٰ میں اپنی قیام گاہ پر تشریف لے گئے وہاں قربانی کی اور حجام سے سر مونڈنے کو کہا اور اسی کو دائیں جانب کی طرف اشارہ کیا پھر بائیں جانب اشارہ کیا پھر اپنے مبارک بال لوگوں کو عطا فرمائے۔''

علامہ شوکانی اس حدیث کی تشریح میں لکھتے ہیں:

---

(۱) بخاری، الصحیح، کتاب الوضوء، باب: الماء الذی یغسل به شعر الإنسان، ۱: ۷۵، رقم: ۱۶۹

(۲) مسلم، الصحیح، کتاب الحج، باب: بیان أن السنة یوم النحر، ۲: ۹۴۷، رقم: ۱۳۰۵

قوله ثم جعل يعطيه للناس فيه مشروعية التّبرّک بشعر أهل الفضل ونحوه.[1]

''اس روایت میں صاحبِ فضل شخصیات کے بال اور اس طرح ان کی دیگر اشیاء سے تبرک کا ثبوت ہے۔''

۳۔ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں:

لَمَّا رَمَى رَسُولُ اللهِ ﷺ الْجَمْرَةَ وَ نَحَرَ نُسُكَهُ وَحَلَقَ نَاوَلَ الْحَالِقَ شِقَّهُ الْأَيْمَنَ فَحَلَقَهُ، ثُمَّ دَعَا أَبَا طَلْحَةَ الْأَنْصَارِيَّ فَأَعْطَاهُ إِيَّاهُ، ثُمَّ نَاوَلَهُ الشِّقَّ الْأَيْسَرَ، فَقَالَ: احْلِقْ. فَحَلَقَهُ، فَأَعْطَاهُ أَبَا طَلْحَةَ، فَقَالَ: اقْسِمْهُ بَيْنَ النَّاسِ.[2]

''جب حضور نبی اکرم ﷺ نے مقامِ جمرہ پر کنکریاں ماریں اور اپنی قربانی کر لی تو آپ ﷺ نے سرِ انور کا دایاں حصہ حجام کے سامنے کر دیا۔ اس نے بال مبارک مونڈ دیئے پھر آپ ﷺ نے حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ کو بلایا اور ان کو وہ موئے مبارک عطا کئے، اِس کے بعد حجام کے سامنے بائیں جانب کی اور فرمایا: یہ بھی

---

(۱) ۱۔ شوکانی، نیل الأوطار، ۵، ۱۲۸
۲۔ شمس الحق عظیم آبادی، عون المعبود، ۵:۳۱۷

(۲) ۱۔ مسلم الصحیح، کتاب الحج، باب: بیان أن السنة یوم النحر أن یرمی ثم ینحر ثم یحلق، ۲:۹۴۸، رقم: ۱۳۰۵
۲۔ ترمذی، السنن، کتاب الحج عن رسول اللہ ﷺ، باب: ما جاء بأي جانب الرأس یبدأ في الحلق، ۳:۲۵۵، رقم: ۹۱۲
۳۔ أبوداود، السنن، کتاب المناسك، باب: الحلق والتقصیر، ۲:۲۰۳، رقم: ۱۹۸۱

مونڈو، اس نے ادھر کے بال مبارک بھی مونڈ دیئے، آپ ﷺ نے وہ بھی حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ کو عطا کئے اور فرمایا: یہ بال لوگوں میں تقسیم کردو۔‘‘

امام ابنِ حجر عسقلانی نے اسی حدیث کو فتح الباری شرح صحیح البخاری میں بحوالہ مسلم ذکر کرکے لکھا ہے کہ وفیه التبرک بشعره ﷺ ’’اس حدیثِ مبارکہ میں حضور نبی اکرم ﷺ کے موئے مبارک سے تبرک کا ثبوت ہے۔‘‘(۱)

۴۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

لَقَدْ رَأَيْتُ رَسُولَ اللهِ ﷺ، وَالْحَلَّاقُ يَحْلِقُهُ وَأَطَافَ بِهِ أَصْحَابُهُ، فَمَا يُرِيْدُوْنَ أَنْ تَقَعَ شَعْرَةٌ إِلَّا فِي يَدِ رَجُلٍ. (۲)

’’میں نے دیکھا: حجام آپ ﷺ کے سرِ اقدس کی حجامت بنا رہا تھا اور آپ ﷺ کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم آپ ﷺ کے گرد گھوم رہے تھے اور ان میں سے ہر ایک کی یہی کوشش تھی کہ حضور نبی اکرم ﷺ کا کوئی ایک بال مبارک بھی زمین پر گرنے نہ پائے۔ بلکہ ان میں سے کسی نہ کسی کے ہاتھ میں آجائے۔‘‘

۸۔ ناخن مبارک سے حصولِ برکت

حضور نبی اکرم ﷺ نے ایک دفعہ منیٰ میں حضرت عبداللہ بن زید کو اپنے موئے

---

(۱) ابن حجر عسقلانی، فتح الباری، ۱: ۲۷۴

(۲) ۱۔ مسلم، الصحیح، کتاب الفضائل، باب: قرب النبی ﷺ من الناس وتبرکھم به، ۴: ۱۸۱۲، رقم: ۲۳۲۵

۲۔ أحمد بن حنبل، المسند، ۳: ۱۳۳، ۱۳۷، رقم: ۱۲۴۲۳

۳۔ عبد بن حمید، المسند، ۱: ۳۸۰، رقم: ۱۲۷۳

مبارک اور ناخن کٹوا کر عطا فرمائے جن کو انہوں نے بطورِ تبرک سنبھال کر رکھا۔ ان کے صاحبزادے حضرت محمد اپنے والد سے روایت کرتے ہیں:

فَحَلَقَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ رَأْسَهُ فِي ثَوْبِهِ فَأَعْطَاهُ فَقَسَمَ مِنْهُ عَلَى رِجَالٍ وَ قَلَّمَ أَظْفَارَهُ فَأَعْطَاهُ صَاحِبَهُ.(۱)

’’حضور نبی اکرم ﷺ نے اپنی چادر میں اپنا سر اقدس منڈوایا اور بال انہیں عطا کر دیئے جس میں سے کچھ انہوں نے لوگوں میں تقسیم کر دیے پھر آپ ﷺ نے ناخن مبارک کٹوائے اور وہ انہیں اور ان کے ساتھی کو عطا کر دیئے۔‘‘

۹۔ مبارک لعابِ دہن سے حصولِ برکت

مستند احادیث مبارکہ سے ثابت ہوتا ہے کہ آقائے دوجہاں ﷺ بیماروں کو دم فرماتے اور اپنا مبارک لعابِ دہن اپنی انگشتِ شہادت سے زمین پر ملتے اور اسے منجمد کر کے بیمار شخص کی تکلیف کی جگہ پر ملتے اور اللہ تعالیٰ سے اس کی شفایابی کی دعا فرماتے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ جب کسی انسان کو تکلیف ہوتی یا کوئی زخم ہوتا تو حضور نبی اکرم ﷺ اپنا لعابِ دہن مٹی کے ساتھ ملا کر لگاتے اور اس کی شفایابی کے لئے یہ مبارک الفاظ دہراتے:

---

(۱) ۱۔ أحمد بن حنبل، المسند، ۴: ۴۲
۲۔ حاکم، المستدرک، ۱: ۶۴۸، رقم: ۱۷۴۴
امام ہیثمی نے مجمع الزوائد، (۴: ۱۹) میں لکھا ہے کہ اس حدیث کے تمام راوی صحیح ہیں۔
۳۔ شوکانی، نیل الأوطار، ۱: ۶۹

بِسم اللّٰہِ، تُرْبَةُ أَرضِنَا، بِرِيْقَةِ بَعْضِنَا، يُشفَى سَقِيْمُنا، بِإِذْنِ رَبِّنَا. (۱)

''اللہ کے نام سے شفا طلب کر رہا ہوں، ہماری زمین کی مٹی اور ہم میں سے بعض کا لعاب اللہ تعالیٰ کے حکم سے ہمارے مریض کو شفا دیتا ہے۔''

حافظ ابنِ حجر عسقلانیؒ اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

وانّما هذا من باب التبرّک بأسماء اللہ تعالی وآثار رسوله ﷺ. (۲)

''بیشک اس حدیث کا تعلق ان احادیثِ مبارکہ سے ہے جس میں اسماءِ الٰہی اور حضور نبی اکرم ﷺ کے آثار سے تبرک ثابت ہے۔''

امام ابنِ حجر عسقلانی نے اس حدیث کی تشریح میں یہ بھی لکھا ہے:

ثم أن الرقي والعزائم لها آثار عجيبة تتقاعد العقول. (۳)

''پھر دم اور اسماءِ مبارکہ وغیرہ کے اثرات اس قدر حیران کن ہیں جن کی حقیقت سے عقل ماؤف ہو جاتی ہے۔''

---

(۱) ۱۔ بخاری، الصحیح، کتاب الطب، باب: رقیة النبی ﷺ، ۵:۲۱۶۸، رقم: ۵۴۱۳

۲۔ مسلم، الصحیح، کتاب السلام، باب: استحباب الرقیة من العین، ۴:۱۷۲۴، رقم: ۲۱۹۴

۳۔ أبوداود، السنن، کتاب الطب، باب: کیف الرقی، ۴:۱۲، رقم:۳۸۹۵

۴۔ ابن ماجه، السنن، کتاب الطب، باب: ما عَوَّذ به النبی ﷺ وما عُوِّذَ بِه، ۲:۱۱۶۳، رقم: ۳۵۲۱

۵۔ أحمد بن حنبل، المسند، ۶:۹۳، رقم: ۲۴۶۶۱

(۲) ابن حجر، عسقلانی، فتح الباری، ۱۰: ۲۰۸

(۳) ابن حجر، عسقلانی، فتح الباری، ۱۰: ۲۰۸

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اپنے بچوں کو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے گھٹی دلواتے

مستند ترین کتبِ احادیث میں یہ مثالیں بھی بکثرت ہیں کہ جب کوئی بچہ پیدا ہوتا تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اسے گھٹی دلوانے اور اس کا نام رکھوانے کے لیے بارگاہِ رحمت للعالمین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں حاضر ہوتے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس نومولود کے منہ میں اپنا مبارک لعابِ دہن ڈالتے اور یوں اس بچے کے پیٹ میں سب سے پہلے جو چیز پہنچتی وہ تاجدارِ کائنات حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا مبارک لعابِ دہن ہوتا۔

۱۔ حضرت اسماء بنت ابوبکر رضی اللہ عنہما بیان کرتی ہیں:

أَنَّهَا حَمَلَتْ بِعَبْدِ اللهِ بْنِ الزُّبَيْرِ، قَالَتْ: فَخَرَجْتُ وَأَنَا مُتِمٌّ، فَأَتَيْتُ الْمَدِيْنَةَ فَنَزَلْتُ بِقُبَاءٍ، فَوَلَدْتُهُ بِقُبَاءٍ، ثُمَّ أَتَيْتُ بِهِ النَّبِيَّ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فَوَضَعْتُهُ فِيْ حِجْرِهِ، ثُمَّ دَعَا بِتَمْرَةٍ، فَمَضَغَهَا، ثُمَّ تَفَلَ فِي فِيْهِ، فَكَانَ أَوَّلَ شَيْءٍ دَخَلَ جَوْفَهُ رِيْقُ رَسُوْلِ اللهِ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، ثُمَّ حَنَّكَهُ بِتَمْرَةٍ، ثُمَّ دَعَا لَهُ وَبَرَّكَ عَلَيْهِ. (۱)

''وہ عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کے ساتھ حاملہ تھیں۔ انہوں نے کہا: میں مکہ سے (ہجرت کے لئے) اس حالت میں نکلی کہ میرے وضع حمل کے دن پورے تھے میں مدینہ آئی اور قبا میں ٹھہری اور وہیں عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ پیدا ہوئے۔ میں

---

(۱) ۱۔ بخاری، الصحیح، کتاب فضائل الصحابة، باب: هجرة النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وأصحابه إلی المدینة، ۳: ۱۴۲۲، رقم: ۳۶۹۷ (امام بخاری نے کتاب العقیقة، رقم: ۵۱۵۲ میں بھی اسی روایت کو بیان کیا ہے۔)
۲۔ مسلم، الصحیح، کتاب الآداب، باب: استجاب تحنیك للولود عند ولادته وحمله الی صالح یحنکه، ۳: ۱۶۹۱، رقم: ۲۱۴۶
۳۔ أحمد بن حنبل، المسند، ۶: ۳۴۷، رقم: ۲۶۹۸۳

اسے لے کر رسول اللہ ﷺ کی خدمتِ اقدس میں حاضر ہوئی۔ میں نے اسے آپ ﷺ کی گود مبارک میں ڈال دیا۔ آپ ﷺ نے کھجور منگوائی اور اسے چبایا۔ پھر بچے کے منہ میں لعابِ دہن ڈال دیا پس جو چیز سب سے پہلے اس کے پیٹ میں داخل ہوئی وہ آپ ﷺ کا لعاب مبارک تھا۔ پھر اس کے تالو میں کھجور لگا دی، اس کے حق میں دعا کی اور اس پر مبارکباد دی۔‘‘

۲۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں:

ذَهَبْتُ بِعَبْدِ اللهِ بْنِ أَبِی طَلْحَةَ الْأَنْصَارِیِّ إِلَی رَسُوْلِ اللهِ ﷺ حِیْنَ وُلِدَ، وَرَسُوْلُ اللهِ ﷺ فِی عَبَاءَةٍ یَهْنَأُ بَعِیْرًا لَهُ فَقَالَ: هَلْ مَعَکَ تَمْرٌ؟ فَقُلْتُ: نَعَمْ، فَنَاوَلْتُهُ تَمَرَاتٍ، فَأَلْقَاهُنَّ فِي فِيْهِ فَلَاکَهُنَّ، ثُمَّ فَغَرَفَا الصَّبِيّ فَمَجَّهُ فِی فِیْهِ، فَجَعَلَ الصَّبِیُّ یَتَلَمَّظُهُ، فَقَالَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ: حُبُّ الْأَنْصَارِ التَّمْرَ. وَسَمَّاهُ عَبْدَ اللهِ. (۱)

’’جب حضرت ابوطلحہ انصاری رضی اللہ عنہ کے بیٹے عبداللہ رضی اللہ عنہ پیدا ہوئے تو میں ان کو لے کر حضور نبی اکرم ﷺ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوا۔ اس وقت رسول اللہ ﷺ ایک چادر اوڑھے اپنے اونٹ کو روغن مل رہے تھے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: کیا تمہارے پاس کھجوریں ہیں؟ میں نے عرض کیا: جی ہاں۔ پھر میں نے کچھ کھجوریں آپ ﷺ کو پیش کیں، آپ ﷺ نے وہ اپنے منہ میں ڈال کر

---

(۱) ۱۔ مسلم، الصحیح، کتاب الأداب، باب: استحباب تحنیك للولود عند ولادته وحمله إلی صالح یحنکه، ۳: ۱۶۸۹، رقم: ۲۱۴۴

۲۔ أبوداود، السنن، کتاب الأدب، باب: فی تفسیر الأسماء، ۴: ۲۸۸، رقم: ۴۹۵۱

۳۔ أحمد بن حنبل، المسند، ۲:۱۷۵، ۲۱۲، ۲۸۷، رقم: ۱۲۸۱۲، ۱۳۲۳۳، ۱۴۰۹۷

چبائیں۔ پھر آپ ﷺ نے بچے کا منہ کھول کر اسے بچے کے منہ میں ڈال دیا اور بچہ اسے چوسنے لگا۔ پھر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: انصار کو کھجوروں سے محبت ہے۔ اور اس بچے کا نام عبداللہ رکھا۔‘‘

مذکورہ احادیث کے لیے امام مسلم نے عنوان باندھا ہے: **بَابُ اسْتِحْبَابِ تَحْنِيْکِ الْمَوْلُوْدِ عِنْدَ وِلَادَتِهِ وَحَمْلِهِ إِلَی صَالِحٍ يُحَنِّکُهُ** یعنی ’’بچے کو پیدائش کے وقت گھٹی دینے اور کسی صالح شخص کی بارگاہ میں لے جا کر گھٹی دلوانے کا بیان۔‘‘ باب کے اس عنوان سے امام مسلم کا صحیح عقیدہ اور نظریہ معلوم ہو گیا کہ وہ صالحین سے تبرک کے قائل ہیں کیونکہ اس عنوان کے تحت اصلاً تو وہ حضور نبی اکرم ﷺ کی احادیث لا رہے ہیں۔ مگر جب عنوان قائم کیا تو عمومی رکھا اور صحیح عقیدے کی وضاحت بھی کر دی شارحینِ حدیث نے بھی اس حدیث سے آثار صالحین سے تبرک کا جواز ثابت کیا ہے۔

شارح مسلم امام نوویؒ اس حدیثِ مبارکہ کے تحت لکھتے ہیں:

وفی هذا الحديث فوائد، منها: تحنيک المولود عند ولادته وهو سنة بالإجماع کما سبق. ومنها: أن يحنکه صالح من رجل أو امرأة ومنها التبرک بآثار الصالحين وريقهم وکل شئ منهم.[(۱)]

’’اس حدیث سے کئی فوائد اخذ ہوتے ہیں جس میں سے ایک یہ ہے کہ نومولود بچے کو ولادت کے بعد گھٹی دی جائے اور مسئلہ اجماع سے ثابت ہے جیسا کہ پہلے ذکر ہوا۔ دوسرا فائدہ یہ ہے کہ کسی صالح مرد یا صالح خاتون سے اس نومولود کو گھٹی دلوانی چاہیے۔ تیسرا فائدہ یہ ہے کہ آثارِ صالحین ان کا لعاب اور ان سے منسوب ہر چیز سے تبرک حاصل کرنا ثابت اور جائز ہے۔‘‘

(۱) نووي، شرح النووی علی صحيح مسلم، ۱۴: ۱۲۴

۱۰۔ پسینہ مبارک سے حصولِ برکت

حضور نبی اکرم ﷺ کے جسدِ اطہر سے ہمیشہ پاکیزہ خوشبو آتی تھی، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے اس خوشبو کو مشک وعنبر اور پھول کی خوشبو سے بڑھ کر پایا۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اپنے لئے، اپنے بچوں کے لئے، اور شادی بیاہ کے موقع پر اپنی بیٹیوں کے لئے حضور نبی اکرم ﷺ کے پسینہ مبارک کو حاصل کرتے، اس سے برکت کی امید رکھتے اور بڑے اہتمام کے ساتھ اس متاعِ عزیز کو سنبھال کر رکھتے۔

۱۔ حضرت ثمامہ رضی اللہ عنہ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت ام سلیم رضی اللہ عنہا نبی اکرم ﷺ کے لیے چمڑے کا ایک گدا بچھایا کرتی تھیں اور حضور ﷺ ان کے ہاں اسی گدے پر قیلولہ فرمایا کرتے تھے۔ (حضرت انس رضی اللہ عنہ کا) بیان ہے کہ جب نبی اکرم ﷺ سونے سے بیدار ہوتے تو وہ آپ ﷺ کا پسینہ مبارک اور موئے مبارک کو ایک شیشی میں جمع کرتیں پھر ان کو خوشبو کے برتن میں ڈال دیتیں۔ ایک مرتبہ آپ ﷺ ہمارے پاس تشریف لائے اور قیلولہ فرمایا۔ میری والدہ آپ ﷺ کا پسینہ پونچھ پونچھ کر ایک شیشی میں ڈالنے لگیں۔ نبی اکرم ﷺ بیدار ہوئے تو آپ ﷺ نے فرمایا:

يَا أُمَّ سُلَيْمٍ، مَا هَذَا الَّذِي تَصْنَعِيْنَ؟ قَالَتْ: هَذَا عَرَقُکَ نَجْعَلُهُ فِي طِيْبِنَا وَهُوَ مِنْ أَطْيَبِ الطِّيْبِ. (۱)

’’اے ام سلیم! تم یہ کیا کر رہی ہو؟ انہوں نے عرض کیا: یہ آپ ﷺ کا پسینہ

(۱) ۱۔ مسلم، الصحيح، کتاب الفضائل، باب: طيب عرق النبي ﷺ والتبرک به، ۴: ۱۸۱۵، رقم: ۲۳۳۱

۲۔ نسائی، السنن، کتاب الزينة، باب: ماجاء فی الأنطاع، ۸: ۲۱۸، رقم: ۵۳۷۱

۳۔ أحمد بن حنبل، المسند، ۳: ۱۳۶، ۲۸۷، رقم: ۱۲۴۱۹، ۱۴۰۹۱

ہے جس کو ہم اپنی خوشبو میں ڈالیں گے اور یہ سب سے اچھی خوشبو ہے۔‘‘

امام ابنِ حجر عسقلانی نے اس کا ذکر کر کے ان کی تشریح میں لکھا ہے:

ويستفاد من هذه الروايات اطّلاع النبي ﷺ على فعل أم سليم وتصويب.(۱)

’’اس طرح کی احادیث سے حضور نبی اکرم ﷺ کا حضرت ام سلیم کے عمل پر مطلع ہونا اور اسے درست قرار دینا ثابت ہوتا ہے۔‘‘

۲۔ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک مرتبہ حضور نبی اکرم ﷺ حضرت اُم سُلیم رضی اللہ عنہا کے گھر تشریف لے گئے اور وہیں آرام فرمایا جب وہ باہر سے آئیں تو دیکھا کہ آپ ﷺ کو پسینہ مبارک آیا ہوا ہے جو چمڑے کے بستر پر جمع ہو گیا ہے۔ حضرت اُمّ سُلیم پسینہ مبارک پونچھ پونچھ کر ایک بوتل میں جمع کرنے لگیں۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

فَفَزِعَ النَّبِيُّ ﷺ فَقَالَ: مَا تَصْنَعِيْنَ يَا أُمَّ سُلَيْمٍ؟ فَقَالَتْ: يَا رَسُوْلَ اللهِ! نَرْجُو بَرَكَتَهُ لِصِبْيَانِنَا قَالَ: أَصَبْتِ.(۲)

’’حضور نبی اکرم ﷺ اچانک اٹھ بیٹھے اور فرمایا: اے اُمّ سُلیم! کیا کر رہی ہو؟ انہوں نے عرض کیا: یا رسول اللہ ہم اس سے اپنے بچوں کے لئے برکت حاصل کریں گے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: تو نے ٹھیک کیا ہے۔‘‘

(۱) ابن حجر عسقلانی، فتح الباری، ۱۱: ۷۲

(۲) ۱۔ مسلم، الصحیح، کتاب الفضائل، باب: طیب عرق النبي ﷺ، والتبرک به، ۴: ۱۸۱۵، رقم: ۲۳۳۱

۲۔ أحمد بن حنبل، المسند، ۳: ۲۲۱، رقم: (۱۳۳۹:۱۳۳۴)

امام مسلم نے ان روایات کو جمع کر کے باب کا جو عنوان رکھا ہے اس سے واضح ہوتا ہے کہ تبرک کے باب میں ان کا عقیدہ وہی ہے جو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور تابعینِ عظام کا تھا۔ عنوان ہے: باب طِيْبِ عَرَقِ النَّبِيِّ ﷺ والتَّبَرُّکِ بِهٖ ''حضور نبی اکرم ﷺ کے مبارک پسینہ کی خوشبو اور اس سے برکت حاصل کرنا۔''

۱۱۔ مبارک ملبوساتِ رسول ﷺ سے حصولِ برکت

۱۔ مولائے کائنات سیدنا علی المرتضی رضی اللہ عنہ کی والدہ ماجدہ حضرت فاطمہ بنتِ اسد رضی اللہ عنہما کا وصال ہوا تو حضور ﷺ نے ان کی تجہیز و تکفین کے لئے خصوصی اہتمام فرمایا۔ غسل کے بعد جب انہیں قمیص پہنانے کا موقعہ آیا تو آپ ﷺ نے اپنا کرتہ مبارک عورتوں کو عطا فرمایا اور حکم دیا کہ یہ کرتہ انہیں پہنا کر اُوپر کفن لپیٹ دیں۔(۱)

حضور نبی اکرم ﷺ کی طرف سے کرتہ عطا فرمانے کا مقصد یہی سمجھ میں آتا ہے کہ آپ ﷺ چاہتے تھے کہ وہ اس کے فیوض و برکات سے مستفید ہو جائیں۔

۲۔ صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں حضرت ام عطیہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ جس وقت حضور نبی اکرم ﷺ کی صاحبزادی حضرت زینب رضی اللہ عنہا وصال فرما گئیں تو آپ ﷺ تشریف لائے اور فرمایا:

اغْسِلْنَهَا ثَلَاثًا اَوْ خَمْسًا اَوْ أَکْثَرَ مِنْ ذٰلِکَ إِنْ رَأَيْتُنَّ ذٰلِکَ بِمَآءٍ وَ سِدْرٍ وَاجْعَلْنَ فِی الْاٰخِرَةِ کَافُوْرًا اَوْ شَيْئًا مِنْ کَافُوْرٍ فَإِذَا فَرَغْتُنَّ فَاٰذِنَّنِی فَلَمَّا فَرَغْنَا اٰذَنَّاهُ فَأَعْطَانَا حِقْوَهُ فَقَالَ أَشْعِرْنَهَا إِيَّاهُ

(۱) ۱۔ طبرانی، المعجم الکبیر، ۲۴: ۳۵۱، رقم: ۸۷۱
۲۔ ابن عبدالبر، الاستیعاب، ۴: ۱۸۹۱، رقم: ۴۰۵۲
۳۔ أبونعیم، حلیة الاولیاء وطبقات الأصفیاء، ۳: ۱۲۱

تَعْنِی إِزَارَهُ.(۲)

''اس کو تین یا پانچ دفعہ یا اگر مناسب سمجھو تو اس سے زیادہ بار بیری کے پتوں اور پانی سے غسل دو اور آخر میں کچھ کافور رکھ دینا۔ جب تم فارغ ہو جاؤ تو مجھے خبر دینا۔ (وہ فرماتی ہیں) جب ہم فارغ ہوئے تو آپ ﷺ کو اطلاع دی۔ آپ ﷺ نے اپنی مبارک چادر عنایت فرمائی اور فرمایا: اس کو کفن کے نیچے پہنانا۔''

اس حدیثِ مبارکہ کو بھی ائمہ و محدّثین نے تبرک بالصالحین کی بنیاد قرار دیا ہے۔ چند اکابر ائمہ حدیث کے حوالہ جات ملاحظہ فرمائیں:

۱۔ امام ابنِ حجر عسقلانی اس حدیث کو تبرکِ صالحین کی بنیاد قرار دیتے ہوئے لکھتے ہیں:

وهو أصل فی التّبرّک بآثار الصّالحين.(۲)

''یہ حدیثِ پاک آثار صالحین سے تبرک کے ثبوت میں اصل ہے۔''

۲۔ شارح صحیح مسلم امام نووی نے بھی اس حدیث سے تبرک کا استنباط کیا ہے، وہ فرماتے ہیں:

ففيه التّبرّک بآثار الصّالحين ولباسهم.(۳)

''اس حدیثِ مبارکہ میں آثارِ صالحین اور ان کے استعمال شدہ کپڑوں سے تبرک کا ثبوت ہے۔''

---

(۱) ۱۔ بخاری، الصحيح، كتاب الجنائز، باب: غسل الميت و وضوءه بالماء والسدر، ۱: ۴۲۲، رقم: ۱۱۹۵

۲۔ مسلم، الصحيح، كتاب الجنائز، باب: نهی النساء عن اتباع الجنائز، ۲: ۶۴۶، رقم: ۹۳۹

(۲) ابن حجر عسقلانی، فتح الباری، ۳: ۱۲۹، ۱۳۰

(۳) نووی، شرح صحيح مسلم، ۷: ۳

۳۔ علامہ شوکانی نے امام ابنِ حجر عسقلانی کے اِستنباط پر اعتماد کرتے ہوئے انہی کے الفاظ کہ وھو أصل فی التّبرّک بآثار الصّالحین(۱) کو نقل کیا ہے۔

۳۔ حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں، ایک خاتون نے حضور ﷺ کی بارگاہ میں ایک چادر پیش کی۔ جب آپ ﷺ نے وہ زیب تن فرمائی تو ایک شخص نے عرض کیا: یا رسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! کتنی حسین چادر ہے، مجھے عنایت فرما دیں۔ آپ ﷺ نے انہیں عنایت فرمائی۔ حاضرین میں سے بعض نے اس کو اچھا نہیں سمجھا اور چادر مانگنے والے کو ملامت کی کہ جب تمہیں معلوم تھا کہ حضور نبی اکرم ﷺ کسی سائل کو واپس نہیں لوٹاتے تو تم نے یہ چادر کیوں مانگی؟ اس شخص نے جواب دیا:

إِنِّی وَاللهِ مَاسَأَلْتُهُ لِأَلْبَسَهَا، إِنَّمَا سَأَلْتُهُ لِتَکُوْنَ کَفَنِی. قَالَ سَهْلٌ: فَکَانَتْ کَفَنَهُ.(۲)

''خدا کی قسم میں نے یہ چادر اس لئے نہیں مانگی کہ اسے پہنوں۔ میں نے (تو اس کی برکت کی امید سے) اس لئے مانگی ہے کہ یہ مبارک چادر میرا کفن ہو۔ حضرت سہل فرماتے ہیں: کہ یہ مبارک چادر بعد میں ان کا کفن بنی۔''

---

(۱) شوکانی، نیل الأوطار، ۴: ۶۴

(۲) ۱۔ بخاری، الصحیح، کتاب الجنائز، باب: من استعد الکفن فی زمن النبی ﷺ فلم ینکر علیه، ۱: ۴۲۹، رقم: ۱۲۱۸

(اسی روایت کو امام بخاری نے کتاب البیوع، رقم: ۱۹۸۷، کتاب اللباس، رقم: ۵۴۷۳ اور کتاب الأدب، رقم: ۵۶۸۹ میں بھی بیان کیا ہے۔)

۲۔ ابن ماجه، السنن، کتاب اللباس، باب: لباس رسول اللہ ﷺ، ۲: ۱۱۷۷، رقم: ۳۵۵۵

۳۔ أحمد بن حنبل، المسند، ۵: ۳۳۳، رقم: ۲۲۸۷۶

یعنی اس خوش بخت صحابی رضی اللہ عنہ کو ان کی خواہش کے مطابق حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مبارک چادر میں کفن دے کر دفنایا گیا۔

حافظ ابنِ حجر عسقلانی نے اس حدیث کے فوائد بیان کیے ہیں۔ انہوں نے لکھا ہے:

وفيه التّبرّک بآثار الصّالحين.(۱)

''اور اس حدیث مبارکہ میں آثار صالحین سے تبرک کا ثبوت ہے۔''

۴۔ حضرت عبداللہ بن سعد بن سفیان غزوہ تبوک میں شہید ہوئے تو حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انہیں اپنے مبارک قمیص کا کفن پہنایا۔(۲)

۵۔ حضرت عبداللہ بن حارث بن عبدالمطلب بن ہاشم فوت ہوئے تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انہیں اپنی مبارک قمیص کا کفن پہنا کر دفن کیا، اور فرمایا: **هذا سعيد أدرکته سعادة** ''یہ خوش بخت ہے اور اس نے اس سے سعادت حاصل کی ہے۔''(۳)

۶۔ حضرت عبداللہ بن ثابت بن قیس رضی اللہ عنہ جب فوت ہوئے تو حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اسے اپنے قمیص مبارک میں دفن کیا۔ امام ابنِ حجر عسقلانی **الإصابة فی تمييز الصحابة** میں بیان کرتے ہیں:

دفنه النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فی قميصه.(۴)

---

(۱) ابن حجر عسقلانی، فتح الباری، ۳: ۱۴۴

(۲) ۱۔ ابن اثیر، أسد الغابة، ۳: ۲۶۲

۲۔ عسقلانی، الإصابه فی تمييز الصّحابة، ۴: ۱۱۱، رقم: ۴۷۱۵

(۳) ۱۔ ابن اثیر، أسد الغابة، ۳: ۲۰۷

۲۔ ابن عبدالبر، الإستيعاب، ۳: ۸۸۴، رقم: ۱۴۹۶

۳۔ عسقلانی، الإصابه فی تمييز الصحابة، ۴: ۴۷، رقم: ۴۶۰۵

۴۔ ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ۴: ۴۸

(۴) عسقلانی، الإصابة فی تمييز الصّحابة، ۴: ۲۹، رقم: ۴۵۷۵

’’حضور نبی اکرم ﷺ نے اسے اپنی قمیص مبارک میں دفن کیا۔‘‘

ان روایات سے معلوم ہوا کہ حضور نبی اکرم ﷺ کے مبارک لباس میں اللہ تعالیٰ نے برکت رکھی تھی۔ نہ صرف دنیا میں لوگ اس کے اثر سے فیض یاب ہوتے رہے بلکہ بعد از وفات بھی اس کی برکات سے لوگوں کو فائدہ پہنچتا رہا ہے اور پہنچتا رہے گا۔

آپ ﷺ نے جو لباس زیب تن فرمایا، نسبتِ مصطفیٰ ﷺ سے پہلے وہ بھی عام کپڑا تھا مگر جسدِ اطہر کے ساتھ منسوب ہونے کی وجہ سے وہ مشرف و متبرک ہوگیا۔ اسی لئے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم خواہش رکھتے تھے کہ انہیں کفن کے لئے کوئی ایسا کپڑا میسر آئے جس کی آپ ﷺ کے جسدِ اطہر کے ساتھ کچھ نہ کچھ نسبت ہو۔ خود نبی اکرم ﷺ نے اپنے بعض صحابہ کو ایسے بابرکت کپڑے عنایت فرما کر خود اپنے عمل سے اُمت کے لیے یہ سنت عطا فرمائی کہ تبرکات صالحین سے برکت حاصل کرنا جائز اور مشروع ہے۔

۱۲۔ عصا مبارک سے حصولِ برکت

حضرت عبداللہ بن انیس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ جب میں گستاخِ رسول سفیان بن خالد الھذلی کو واصل جہنم کر کے آقائے دوجہاں ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہوا تو آپ ﷺ نے فرمایا: تمہارا چہرہ فلاح پائے۔ وہ کہتے ہیں میں نے عرض کیا: یارسول اللہ! میں نے اس (خالد بن سفیان بن ھذلی) کو قتل کردیا ہے تو آپ ﷺ نے فرمایا: تو نے سچ کہا۔ پھر رسول اللہ ﷺ میرے ساتھ کھڑے ہوئے اور اپنے کاشانۂ اقدس میں تشریف لے گئے اور مجھے عصا عطا کیا اور فرمایا: اے عبداللہ بن اُنیس! اسے اپنے پاس رکھ، پس جب میں یہ عصاء لے کر لوگوں کے سامنے نکلا تو انہوں نے کہا کہ یہ عصا (ڈنڈا) کیا ہے؟ تو کہتے ہیں کہ میں نے کہا: یہ مجھے رسول اللہ ﷺ نے عطا کیا ہے اور مجھے حکم دیا ہے کہ اسے پاس رکھو۔ لوگوں نے مجھ سے پوچھا: تم اسے رسول اللہ ﷺ کو واپس نہیں کروگے؟ عبداللہ بن انیس کہتے ہیں کہ میں نبی

اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا: اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیک وسلم! یہ عصا مبارک آپ ﷺ نے مجھے کس لیے عطا کیا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا:

آيَةٌ بَيْنِي وَ بَيْنَکَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ، أَنَّ أَقَلَّ النَّاسِ الْمُتَخَصِّرُوْنَ يَوْمَئِذٍ يَوْمَ الْقِيَامَةِ. فَقَرَنَهَا عَبْدُاللهِ بِسَيْفِهِ فَلَمْ تَزَلْ مَعَهُ حَتَّى إِذَا مَاتَ، أَمَرَ بِهَا فَصُبَّتْ مَعَهُ فِي كَفَنِهِ ثُمَّ دُفِنَا جَمِيْعاً. (۱)

’’قیامت کے روز یہ تیرے اور میرے درمیان ایک نشانی ہوگی کہ جس دن بہت کم لوگ کسی کے ساتھ تعاون کرنے والے ہوں گے۔ (راوی بیان کرتے ہیں کہ) حضرت عبداللہ بن اُنیس نے اس عصا کو اپنی تلوار کے ساتھ باندھ لیا اور وہ ہمیشہ ان کے پاس رہتا یہاں تک کہ ان کا وصال ہوگیا۔ انہوں نے عصا کے متعلق وصیت کی تھی کہ اس کو ان کے کفن میں رکھ دیا جائے اور پھر اسے ان کے ساتھ یکجا دفن کر دیا جائے۔‘‘

۱۳۔ مبارک مشکیزہ سے حصولِ برکت

۱۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے مبارک دہنِ مصطفیٰ ﷺ سے مس شدہ مشکیزہ کا منہ حصولِ خیر و برکت کے لئے کاٹ کر محفوظ کیا جیسا کہ حضرت عبدالرحمٰن بن ابی عمرہ اپنی دادی حضرت کبشہ انصاریہ رضی اللہ عنہا سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے کہا:

أَنَّ رَسُوْلَ اللهِ ﷺ دَخَلَ عَلَيْهَا، وَ عِنْدَهَا قِرْبَةٌ مُعَلَّقَةٌ فَشَرِبَ مِنْهَا وَ هُوَ قَائِمٌ، فَقَطَعَتْ فَمَ الْقِرْبَةِ تَبْتَغِي بَرَكَةَ مَوْضِعِ فِي

---

(۱) ۱۔ أحمد بن حنبل، المسند، ۳: ۴۹۶

۲۔ أبو يعلى، المسند، ۲: ۲۰۲، رقم: ۹۰۵

۳۔ بيهقى، السنن الكبرى، ۳: ۲۵۶، رقم: ۵۸۲۰

رَسُوْلِ اللهِ ﷺ.(۱)

''حضور نبی اکرم ﷺ اس کے ہاں تشریف لائے تو وہاں ایک مشکیزہ لٹکا ہوا تھا، آپ ﷺ نے اس سے پانی پیا اس حال میں کہ آپ ﷺ قیام فرما تھے، اس نے حضور نبی اکرم ﷺ کے دہنِ اقدس والی جگہ سے مشکیزے کا منہ حصول برکت کے لیے کاٹ کر رکھ لیا۔''

۲۔ حضرت ام سلیم رضی اللہ عنہا حضرت انس رضی اللہ عنہ کی والدہ ماجدہ تھیں، حضرت انس رضی اللہ عنہ اپنی والدہ محترمہ کا معمول بیان فرماتے ہیں:

أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ دَخَلَ عَلَی أُمِّ سُلَيْمٍ، وَ فِي الْبَيْتِ قِرْبَةٌ مُعَلَّقَةٌ، فَشَرِبَ مِنْ فِيْهَا وَ هُوَ قَائِمٌ، قَالَ: فَقَطَعَتْ أُمُّ سُلَيْمٍ فَمَ الْقِرْبَةِ فَهُوَ عِنْدَنَا.(۲)

''حضور نبی اکرم ﷺ حضرت ام سلیم رضی اللہ عنہا کے یہاں تشریف لائے تو

---

(۱) ۱۔ابن ماجه، السنن، کتاب الأشربة، باب: الشرب قائماً، ۲: ۱۱۳۲، رقم: ۳۴۲۳

۲۔ ترمذی، السنن، کتاب الأشربة، باب: ما جاء فی الرخصة فی ذلك، ۴: ۳۰۶، رقم: ۱۸۹۲

۳۔ ابن حبان، الصحيح، ۱۲: ۱۳۸، رقم: ۵۳۱۸

ابن ماجه کی روایت کی سند صحیح ہے جبکہ امام ترمذی نے اس روایت کو حسن صحیح غریب قرار دیا ہے۔

(۲) ۱۔ أحمد بن حنبل، المسند، ۳: ۱۱۹، رقم: ۱۲۲۰۹

۲۔ أحمد بن حنبل، المسند، ۶: ۴۳۱، رقم: ۲۷۴۶۸

۳۔ ترمذی، الشمائل المحمدية، باب: صفة شرب رسول الله ﷺ، ۱: ۱۷۷، رقم: ۲۱۵

ان کے گھر میں (پانی کا) ایک مشکیزہ لٹکا ہوا تھا۔ آپ ﷺ نے اس مشکیزہ سے کھڑے کھڑے پانی نوش فرمایا۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ حضرت ام سلیم رضی اللہ عنہا نے (تبرکاً) اس مشکیزہ کا منہ کاٹ لیا۔ پس وہ (اب بھی) ہمارے پاس موجود ہے۔‘‘

ان دونوں صحابیات نے مشکیزے کے ٹکڑوں کو اس لئے محفوظ کیا کہ انہیں محبوبِ کائنات ﷺ کے مبارک لبوں نے مس کیا تھا جس سے یہ ٹکڑے عام ٹکڑوں سے ممتاز ہو گئے تھے یعنی محض دہنِ مصطفیٰ ﷺ کی خوشبو سما جانے کے بعد یہ ہمیشہ کے لیے خیر و برکت کا باعث بن گئے۔

۱۴۔ عطا شدہ سونے سے حصولِ برکت

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا معمول تھا کہ آقائے دوجہاں ﷺ سے منسوب کسی بھی شے کی حفاظت اپنی جان سے زیادہ کرتے اور حتی المقدور اسے ضائع نہ ہونے دیتے حتی کہ حضور ﷺ نے جو دینار بطورِ معاوضہ کسی صحابی کو دیئے تو انہوں نے انہیں بھی باعث خیر و برکت سمجھ کر سنبھال کر رکھے اور آگے خرچ نہیں کئے۔

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: میں نبی ﷺ کے ساتھ ایک سفر میں تھا۔ ایک سست اونٹ پر سوار ہونے کی وجہ سے سب سے پیچھے رہتا تھا۔ جب میرے پاس سے حضور نبی اکرم ﷺ گزرے تو پوچھا: کون ہے؟ میں نے عرض کیا: جابر بن عبداللہ۔ آپ ﷺ نے دریافت فرمایا: کیا بات ہے؟ میں نے عرض کیا: میں ایک سُست اونٹ پر سوار ہوں۔ آپ ﷺ نے مجھ سے چھڑی طلب فرمائی تو میں نے چھڑی آپ ﷺ کے حضور پیش کی۔ آپ ﷺ نے اس سے اونٹ کو مارا اور ڈانٹا۔ حضور نبی اکرم ﷺ کی برکت سے وہی اونٹ سب سے آگے بڑھ گیا۔ آپ ﷺ نے میرے اونٹ کو خریدنا چاہا تو میں عرض گزار ہوا: یا رسول اللہ! یہ آپ ہی کا ہے، یہ بلا معاوضہ آپ

کی خدمت میں حاضر ہے۔ مگر حضور نبی اکرم ﷺ نے خریدنے پر اصرار کیا اور فرمایا کہ میں نے چار دینار کے عوض اسے تم سے خرید لیا ہے اور مجھے مدینہ منورہ تک اس پر سواری کرنے کی اجازت مرحمت فرمائی۔ جب ہم مدینہ منورہ پہنچے تو آپ ﷺ نے فرمایا:

يا بلال، اقضِه و زِدهُ.

''اے بلال! (جابر کو) اس کی قیمت دو اور اس میں اضافہ بھی کرو۔''

حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ کو چار دینار اور ایک قیراط سونا اضافی طور پر دیا۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

لاَ تُفارِقُنِی زِيَادَةُ رَسُولِ اللهِ ﷺ. فَلَمْ يَكُنِ الْقِيْرَاطُ يُفارِقُ جِرَابَ جَابِرِ بْنِ عَبْدِاللهِ. (۱)

''اللہ کے پیارے رسول ﷺ کا دیا ہوا (ایک قیراط) اضافی سونا مجھ سے کبھی جدا نہ ہوتا۔ (راوی بیان کرتے ہیں:) اور (نبی اکرم ﷺ کا عطا کردہ) وہ ایک قیراط (سونا) جابر بن عبداللہ کی تھیلی میں ہمیشہ رہا، کبھی جدا نہ ہوا۔''

خلاصۂ بحث ...... اہم علمی نکات

درجِ بالا چودہ موضوعات کے تحت کثیر احادیثِ مبارکہ سے درج ذیل اہم علمی اور اعتقادی نکات ثابت ہوئے:

۱۔ حضور نبی اکرم ﷺ کی حیاتِ مبارکہ میں آپ ﷺ کے آثار مبارک سے

(۱) ۱۔ بخاري، الصحيح، كتاب الوكالة، باب: إذا وكل رجل رجلاً ان يعطى شيئًا، ۲: ۸۱۰، رقم: ۲۱۸۵
۲۔ مسلم، الصحيح، كتاب المساقاة، باب: من استلف شيئًا فقضى خيراً منه، ۳: ۱۲۲۲، رقم: ۱۶۰۰
۳۔ أحمد بن حنبل، المسند، ۳: ۳۱۴، رقم: ۱۴۴۱۶

برکت حاصل کرنا صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی سنت رہا ہے۔

۲۔ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے آثار سے برکت حاصل کرنا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عہدِ مبارک میں اور آپ کے سامنے ہوا جس سے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے منع نہیں فرمایا بلکہ برقرار رکھا لہٰذا تبرک کے مشروع ہونے پر یہ ساری احادیث دلائلِ قاطعہ ہیں۔ اگر حضور علیہ السلام کے آثار سے برکت حاصل کرنا جائز اور مشروع نہ ہوتا تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس سے منع فرماتے اور اس سے روک دیتے لیکن آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ایسا کوئی بھی قول یا فعل صادر نہیں ہوا جیسا کہ اخبارِ صحیحہ اور اجماعِ صحابہ سے جواز ثابت ہوا ہے۔

۳۔ یہ تمام رِوایات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے قوتِ ایمان اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ان کی شدید محبت، قربت، معیت، اطاعت اور متابعت پر بھی دلالت کرتے ہیں۔ موجودہ دور میں بھی جس شخص کا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ ایسا شدید حبّی اور قلبی تعلق ہوگا وہی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے آثارِ مبارکہ کی تعظیم بجا لائے گا اور ان سے فیض یاب ہوگا۔

۴۔ ان کثیر احادیث کی شرح اور توضیح کرتے ہوئے جلیل القدر ائمہِ حدیث امام مسلم، امام ابنِ عبدالبر، امام نووی، حافظ ابنِ حجر عسقلانی اور علامہ شوکانی نے اولیاء اور صالحین سے تبرک وحصولِ برکت کرنے کا جواز ثابت کیا ہے جو سلف صالحین کے تبرک پر عقیدہ صحیحہ کی غماز ہے۔

www.MinhajBooks.com

باب سوُم

بعد اَز وصال آثارِ رسول اللہ ﷺ سے تبرک کا ثبوت

www.MinhajBooks.com

www.MinhajBooks.com

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے فیوض و برکات حاصل کرنے کا کوئی موقع ہاتھ سے نہیں جانے دیتے تھے۔ جس چیز کو بھی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے نسبت ہو جاتی وہ اسے دنیا و مافیہا سے عزیز تر جانتے۔ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اپنے عمل کے باعث صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں یہ شعور بیدار ہو گیا تھا کہ وہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وصال کے بعد بھی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے آثار و تبرکات کو محفوظ رکھتے۔ ان کی انتہائی تعظیم و تکریم کرتے اور ان سے برکت حاصل کرتے۔ صحابہ اور تابعین رضی اللہ عنہم کے ادوار کے بعد نسل در نسل ہر زمانے میں اکابر ائمہ و مشائخ، علماء و محدّثین کے علاوہ خلفاء و سلاطین بھی تبرکات و آثارِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو خصوصی اہتمام کے ساتھ بڑے ادب و احترام سے محفوظ رکھتے اور اُن سے فیوض و برکات حاصل کرتے۔ خاص ایام پر بہت اہتمام کے ساتھ مسلمانوں کو ان کی زیارت کرائی جاتی، ان سے تبرک حاصل کیا جاتا، اور ان کے توسل سے اللہ تعالیٰ سے دعائیں مانگی جاتی تھیں۔ آئندہ صفحات میں اسی حوالے سے صحابہ و تابعین اور ائمہ کے معمولات و مشاہدات کا ذکر کیا جائے گا۔

ا۔ حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کا آثارِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے تبرک کا معمول

ہر صحابیٔ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی کوشش ہوتی کہ ہر اس چیز سے نسبت جوڑی جائے جس کا کسی نہ کسی طرح آقائے دوجہاں صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے تعلق رہا ہو۔ ائمہِ حدیث نے اس حوالے سے سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کا خصوصی طور پر تذکرہ کیا ہے کہ وہ کس طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اداؤں کو اپناتے تھے۔ انہیں تو بس اتنی سی بات معلوم ہونے کی دیر ہوتی کہ یہ عمل پیارے آقا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ہے پھر وہ عمر بھر یہی عمل بار بار دھراتے۔ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

نے ایک مرتبہ مقامِ ذو الحلیفہ میں بجریلی زمین پر اپنا اونٹ بٹھایا اور پھر نماز ادا کی۔ حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہما نے بھی تبرکاً یہی دو عمل اپنا معمول بنا لیئے۔ چند روایات درجہ ذیل ہیں۔

۱۔ حضرت نافع رضی اللہ عنہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں:

أَنَّ رَسُوْلَ اللهِ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم أَنَاخَ بِالْبُطْحَآءِ الَّتِي بِذِي الْحُلَيْفَةِ فَصَلّٰى بِهَا، قَالَ: وَكَانَ عَبْدُاللهِ بْنُ عُمَرَ رضی اللہ عنہما يَفْعَلُ ذٰلِكَ.(۱)

''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ذوالحلیفہ کی کنکریلی (بجریلی) زمین میں اپنا اونٹ بٹھایا اور وہاں نماز پڑھی حضرت نافع کہتے ہیں کہ حضرت ابنِ عمر رضی اللہ عنہما بھی ایسا ہی کرتے تھے۔''

۲۔ حضرت نافع سے صحیح مسلم کی دوسری روایت اس طرح مروی ہے:

كَانَ ابْنُ عُمَرَ رضی اللہ عنہما يُنِيْخُ بِالْبُطْحَآءِ الَّتِي بِذِي الْحُلَيْفَةِ الَّتِي كَانَ رَسُوْلُ اللهِ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم يُنِيْخُ بِهَا وَيُصَلِّي بِهَا.(۲)

''حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہما ذوالحلیفہ کی اس کنکریلی زمین پر اپنا اونٹ بٹھاتے تھے جہاں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنا اونٹ بٹھاتے تھے اور اسی جگہ نماز پڑھتے تھے (جہاں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نماز پڑھی تھی)۔''

---

(۱) ۱۔ مسلم، الصحيح، كتاب الحج، باب: استحباب نزول ببطحاء ذي الحليفة والصلاة بها ......، ۲: ۹۸۱، رقم: ۱۳۴۷

۲۔ أبوداؤد، السنن، كتاب المناسك، باب: زيارة القبور، ۲: ۲۱۹، رقم: ۲۰۴۴

(۲) مسلم، الصحيح، كتاب الحج، باب: استحباب نزول ببطحاء ذي الحليفة والصلاة بها ......، ۲: ۹۸۱، رقم: ۱۳۴۷

امام نووی اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

قال القاضی والنزول بالبطحاء بذی الحلیفة فی رجوع الحاج لیس من مناسک الحج وإنما فعله من فعله من أهل المدینة تبرّکاً بآثار النبی ﷺ ولأنها بطحاء مبارکة. (۱)

''قاضی نے کہا حاجیوں کا ذوالحلیفہ پر ٹھہرنا مناسکِ حج میں سے نہیں یہ بعض اہلِ مدینہ کا عمل ہے جنہوں نے حضور نبی اکرم ﷺ کے آثار مبارک سے تبرک حاصل کرتے ہوئے کیا کیونکہ یہ مبارک وادی ہے۔''

۳۔ حضرت محمد بن عمران انصاری اپنے والد سے روایت کرتے ہیں انہوں نے کہا:

عَدَلَ إِلَیَّ عَبْدُ اللهِ بْنُ عَمَرَ وَأَنَا نَازِلٌ تَحْتَ سَرْحَةٍ بِطَرِیْقِ مَکَّةَ فَقَالَ: مَا أَنْزَلَکَ تَحْتَ هٰذِهِ الشَّجَرَةِ فَقُلْتُ أَنْزَلَنِی ظِلُّهَا قَالَ عَبْدُاللهِ: فَقَالَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ: إِذَا کُنْتَ بَیْنَ الْأَخْشَبَیْنِ مِنْ مِنًی وَنَفَخَ بِیَدِهِ نَحْوَ الْمَشْرِقِ فَإِنَّ هُنَاکَ وَادِیًا یُقَالُ لَه السُّرَّبَةُ وَفِی حَدِیْثِ الْحَارِثِ یُقَالُ لَهُ السُّرَرُ بِهِ سَرْحَةٌ سُرَّ تَحْتَهَا سَبْعُوْنَ نَبِیًّا. (۲)

''میں مکۃ المکرّمہ کے راستے میں ایک بڑے درخت کے نیچے ٹھہر گیا۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ اس موقع پر مجھ سے مخاطب ہوئے آپ نے دریافت فرمایا

---

(۱) نووی، شرح صحیح مسلم، ۹: ۱۱۴

(۲) ۱۔ نسائی، السنن، کتاب مناسب الحج، باب: ما ذکر فی منی، ۵: ۲۴۸، رقم: ۲۹۹۵

۲۔ مالك، الموطأ، ۱: ۴۲۳، رقم: ۹۴۹

۳۔ أحمد بن حنبل، المسند، ۲: ۱۳۸، رقم: ۶۲۳۲

آپ اس درخت کے نیچے کیوں ٹھہرے ہوئے ہیں؟ میں نے عرض کیا کہ اس کے سایہ کی وجہ سے۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے کہا حضور نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: جب آپ منیٰ کے ان دو پہاڑوں کے درمیان ہوں اور آپ ﷺ نے مشرق کی طرف اشارہ فرمایا تو وہاں دو پہاڑوں کے درمیان ایک وادی ہے جس کو سُرَّبَہ یا سُرَرُ کہتے ہیں وہاں ایک درخت ہے جس کے نیچے ستر انبیاء علیہم السلام کی ناف کاٹی گئی (یعنی وہاں ان کی ولادت باسعادت ہوئی)۔''

۱۔ اس حدیث کے تحت ابنِ عبدالبر نے شرح مؤطا التمہید میں لکھا ہے:

وفی هذا الحديث دليل علی التّبرّک بمواضع الأنبياء والصّالحين ومقامهم ومساکنهم. (۱)

''اس حدیث میں انبیاء اور صالحین کے رہنے والی جگہوں، مقامات اور ان کی رہائش گاہوں سے تبرک کا ثبوت ہے۔''

۲۔ اسی طرح شارحِ مؤطا محمد بن عبدالباقی بن یوسف الزرقانی (م ۱۱۲۲ھ) نے اس حدیث کی شرح میں لکھا ہے:

وفيه التّبرّک بمواضع النبيّين. (۲)

''پس اس حدیث میں انبیاء کے قیام گاہوں سے تبرک کا ثبوت بھی ہے۔''

۳۔ امام سیوطی نے نسائی کی شرح میں اس حدیث کے تحت لکھا ہے:

يعنی أنهم ولدوا تحتها فهو يصف برکتها. (۳)

(۱) ابن عبدالبر، التمهيد، ۱۳:۶۶

(۲) زرقانی، شرح الزرقانی، ۲:۵۳۰

(۳) سیوطی، شرح السيوطی، ۵:۲۴۹

''اس سے مراد یہ ہے کہ اس درخت کے نیچے انبیاء کی ولادتِ مبارکہ ہوئی پس انہوں نے اس درخت کی برکت کو بیان کیا۔''

۴۔ حضرت موسیٰ بن عقبہ بیان کرتے ہیں:

رَأَيْتُ سَالِمَ بْنَ عَبْدِاللهِ يَتَحَرَّى أَمَاكِنَ مِنَ الطَّرِيْقِ فَيُصَلِّي فِيْهَا وَيُحَدِّثُ أَنَّ أَبَاهُ كَانَ يُصَلِّي فِيْهَا وَأَنَّهُ رَأَى النَّبِيَّ ﷺ يُصَلِّي فِي تِلْکَ الْأَمْكِنَةِ.(۱)

''میں نے حضرت سالم بن عبداللہ کو دیکھا کہ وہ (حرمین کے) راستے میں کچھ جگہوں کو ڈھونڈ ڈھونڈ کر وہاں نماز پڑھا کرتے تھے اور وجہ یہ بیان کرتے تھے کہ ان کے والدِ گرامی (حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما) ان مقامات میں نمازیں پڑھا کرتے تھے اور انہوں نے حضور نبی اکرم ﷺ کو ان مقامات پر نماز پڑھتے دیکھا تھا۔''

اس روایت میں اماکنِ مقدسہ سے تبرک کا ثبوت ہے۔ شارحِ صحیح بخاری حافظ ابنِ حجر عسقلانیؒ لکھتے ہیں:

ومحصل ذلک أن ابن عمر کان يتبرّک بتلک الأماکن.(۲)

''اس روایت کا ماحصل یہ ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمر ان اماکنِ مقدسہ سے تبرک حاصل کرتے تھے۔''

www.MinhajBooks.com

(۱) بخاری، الصحيح، کتاب الصلاة، باب: المساجد التی علی طرق المدينة والمواضع التی صلی فيها النبی ﷺ، ۱: ۱۸۳، رقم: ۴۶۹

(۲) ابن حجر عسقلانی، فتح الباری، ۱: ۵۶۹

۲۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کا حضور ﷺ کے کمبل سے تبرک

۱۔ اُم المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے پاس وہ کمبل محفوظ تھا جس میں حضور نبی اکرم ﷺ کا وصال مبارک ہوا۔ آپ رضی اللہ عنہا صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو حسبِ ضرورت وخواہش اس کی زیارت کرایا کرتی تھیں۔ حضرت ابو بردہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:

أَخْرَجَتْ إِلَيْنَا عَائِشَةُ رضی الله عنها كِسَاءً مُلَبَّدًا وَقَالَتْ: فِي هٰذَا نُزِعَ رُوْحُ النَّبِيِ ﷺ. (۱)

’’حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے ایک موٹا کمبل نکال کر ہمیں دکھایا اور فرمایا: حضور ﷺ کا وصال مبارک اس مبارک کمبل میں ہوا تھا۔‘‘

۲۔ دوسرے طریق سے حضرت ابو بردہ رضی اللہ عنہ سے یہ الفاظ مروی ہے:

فَأَخْرَجَتْ إِلَيْنَا عَائِشَةُ إِزَارًا غَلِيْظًا مِمَّا يَصْنَعُ بِالْيَمَنِ، وَكِسَاءً مِنْ هٰذِهِ الَّتِي يَدْعُوْنَهَا الْمُلَبَّدَةَ. (۲)

’’حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس گیا انہوں نے یمن کا بنا ہوا ایک موٹے کپڑے

---

(۱) ۱۔ بخاری، الصحیح، کتاب الخمس، باب: ما ذکر عن درع النبی ﷺ، ۳: ۱۱۳۱، رقم: ۲۹۴۱

۲۔ عسقلانی، تغلیق التعلیق، ۳: ۴۶۸

(۲) ۱۔ بخاری، الصحیح، کتاب الخمس، باب: من درع النبی ﷺ وعصاہ، ۳: ۱۱۳۱، رقم: ۲۹۴۱

۲۔ مسلم، الصحیح، کتاب اللباس والزینۃ، باب: التواضع فی اللباس، ۳: ۱۶۴۹، رقم: ۲۰۸۰

۳۔ أبوداود، السنن، کتاب اللباس: باب: لباس الغلیظ، ۴: ۴۵، رقم: ۴۰۳۶

کا تہبند نکالا اور ایک چادر نکالی جس کو مُلَبَّدہ (پیوند لگی ہوئی) کہا جاتا ہے۔‘‘

۳۔ صحیح مسلم اور دیگر کتبِ حدیث میں ان الفاظ کا اضافہ ہے:

قَالَ: فَأَقْسَمَتْ بِاللهِ، إِنَّ رَسُوْلَ اللهِ ﷺ قُبِضَ فِي هٰذَيْنِ الثَّوْبَيْنِ. (۱)

’’انہوں نے اللہ تعالیٰ کی قسم کھا کر کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے انہی دو کپڑوں میں وصال فرمایا تھا۔‘‘

امام بخاریؒ کا عقیدہ

امام بخاریؒ، صحیح بخاری میں ’’کتاب الخمس‘‘ کے جس باب کے تحت مذکورہ بالا حدیث لائے ہیں اس کا عنوان قائم کر کے انہوں نے لفظِ تبرک استعمال کیا ہے:

بَابُ مَا ذُكِرَ مِنْ دِرْعِ النَّبِيِّ ﷺ وَعَصَاهُ وَسَيْفِهِ وَقَدَحِهِ وَخَاتَمِهِ وَمَا اسْتَعْمَلَ الْخُلَفَاءُ بَعْدَهُ مِنْ ذٰلِكَ مِمَّا لَمْ يُذْكَرْ قِسْمَتُهُ وَمِنْ شَعْرِهِ وَنَعْلِهِ وَآنِيَتِهِ مِمَّا يَتَبَرَّكُ بِهِ أَصْحَابُهُ وَغَيْرُهُمْ بَعْدَ وَفَاتِهِ ﷺ. (۲)

’’حضور نبی اکرم ﷺ کے تبرکات مثلاً زرہ، عصا، تلوار، پیالہ اور انگوٹھی اور ان میں سے جن چیزوں کو حضور نبی اکرم ﷺ کے بعد خلفاء نے استعمال کیا جنہیں تقسیم نہیں کیا گیا، اور حضور نبی اکرم ﷺ کے موئے مبارک اور نعل مبارک اور برتن کا بیان جن سے حضور نبی اکرم ﷺ کے وصال کے بعد صحابہ کرام ﷺ اور

---

(۱) مسلم، الصحیح، کتاب اللباس والزینۃ، باب: التواضع فی اللباس، ۳: ۱۶۴۹، رقم: ۲۰۸۰

(۲) بخاری، الصحیح، کتاب فرض الخمس، باب: ۵

دیگر لوگ برکت حاصل کرتے تھے۔‘‘

امام بخاری کا اس عنوان سے باب باندھنے کا مقصد یہ ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ کی استعمال کردہ مقدس اشیاء سے حصولِ برکت خلفاءِ راشدین اور دیگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی سنت ہے۔

چادرِ رسول ﷺ کی برکت سے امام بوصیریؒ کی شفایابی

صاحب ’’قصیدہ بردہ شریف‘‘ امام شرف الدین بوصیریؒ کا نام کسی تعارف کا محتاج نہیں۔ وہ اپنے زمانے کے متبحر عالم دین، شاعر اور شہرۂ آفاق اَدیب تھے۔ اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے انہیں بے پناہ صلاحیتوں سے نوازا تھا جنکی بناء پر اُمراء اور سلاطینِ وقت ان کی بہت قدر و منزلت کرتے تھے۔ ایک روز وہ کہیں جارہے تھے کہ سرِ راہ اللہ تعالیٰ کے ایک نیک بندے سے آپ کی ملاقات ہوئی، انہوں نے آپ سے پوچھا: بوصیری! کیا تمہیں کبھی خواب میں حضور نبی اکرم ﷺ کی زیارت نصیب ہوئی ہے؟ اس کا آپ نے نفی میں جواب دیا لیکن اس بات نے ان کی کایا پلٹ دی اور دل میں حضور نبی اکرم ﷺ سے عشق و محبت کا جذبہ اس قدر شدت اختیار کر گیا کہ ہر وقت آپ ﷺ کے خیال میں مستغرق رہتے اور اسی دوران کچھ نعتیہ اشعار بھی کہے۔

پھر اچانک ان پر فالج کا حملہ ہوا جس سے ان کا آدھا جسم بیکار ہو گیا، وہ عرصہ دراز تک اس عارضے میں مبتلا رہے اور کوئی علاج کارگر نہ ہوا۔ اس مصیبت و پریشانی کے عالم میں امام بوصیریؒ کے دل میں خیال گزرا کہ اس سے پہلے تو دنیاوی حاکموں اور بادشاہوں کی قصیدہ گوئی کرتا رہا ہوں کیوں نہ آقائے دوجہاں ﷺ کی مدح میں ایک قصیدہ لکھ کر اپنی اس مرضِ لا دوا کے لئے شفاء طلب کروں؟ چنانچہ اس بیماری کی حالت میں قصیدہ لکھا۔ رات کو سوئے تو مقدر بیدار ہوگیا اور خواب میں حضور نبی اکرم ﷺ کی زیارت سے شرف یاب ہوئے۔ عالم خواب میں پورا قصیدہ آقائے کائنات ﷺ کو پڑھ کر سنایا۔ آپ ﷺ امام بوصیریؒ کے اس کلام سے اس درجہ خوش ہوئے کہ اپنی چادر

مبارک ان پر ڈالی اور پورے بدن پر اپنا دستِ شفاء پھیرا جس سے دیرینہ بیماری کے اثرات جاتے رہے اور آپ فوراً شفایاب ہوگئے۔ اگلے دن صبح صبح آپ اپنے گھر سے نکلے اور سب سے پہلے جس سے آپ کی ملاقات ہوئی وہ اس زمانے کے مشہور بزرگ حضرت شیخ ابوالرجاء تھے۔ انہوں نے امام بوصیریؒ سے درخواست کی کہ وہ قصیدہ جو آپ نے حضور نبی اکرم ﷺ کی مدح میں لکھا ہے مجھے بھی سنا دیں۔ امام بوصیریؒ نے پوچھا کونسا قصیدہ؟ انہوں نے کہا: وہی قصیدہ جس کا آغاز اس شعر سے ہوتا ہے۔

أَمِنْ تَذَكُّرِ جِيْرَانٍ بِذِي سَلَمٖ
مَزَجْتَ دَمْعًا جَرٰى مِنْ مُقْلَةٍ بِدَمٖ

”کیا تو نے ذی سلم کے پڑوسیوں کو یاد کرنے کی وجہ سے گوشۂ چشم سے بہنے والے آنسو کو خون میں ملا دیا ہے؟“

آپ کو تعجب ہوا اور پوچھا کہ اس کا تذکرہ تو میں نے ابھی تک کسی سے نہیں کیا پھر آپ کو کیسے پتہ چلا؟ انہوں نے فرمایا کہ خدا کی قسم جب آپ یہ قصیدہ آقائے دوجہاں ﷺ کو سنا رہے تھے اور آپ ﷺ خوشی کا اظہار فرما رہے تھے تو میں بھی اسی مجلس میں ہمہ تن گوش اسے سن رہا تھا۔ جس کے بعد یہ واقعہ مشہور ہوگیا اور اس قصیدہ کو وہ شہرتِ دوام ملی کہ آج تک اس کا تذکرہ زبان زدِ خاص و عام ہے اور اس سے حصولِ برکات کا سلسلہ جاری ہے۔(۱)

چونکہ حضور نبی اکرم ﷺ نے امام بوصیریؒ سے خوش ہو کر اپنی چادر مبارک ان کے بیمار جسم پر ڈالی تھی اور پھر اپنا دست شفاء بھی پھیرا تھا جس کی برکت سے وہ فوراً شفاء یاب ہوئے لہٰذا اس چادرِ مصطفیٰ ﷺ کی نسبت سے اس قصیدہ کا نام ”قصیدہ بردہ“ مشہور ہوا۔

---

(۱) ۱۔ خرپوتی، عصیدۃ الشہدۃ شرح قصیدۃ البردۃ: ۳
۲۔ تھانوی، نشر الطیب فی ذکر النبی الحبیب، ۲۹۹۔۳۰۰

برکاتِ رسول ﷺ آج بھی جاری و ساری ہیں اور جس نے بھی اس قصیدہ کو درمان طلبی کا ذریعہ اور وسیلہ بنایا، اللہ رب العزت نے اسے بامراد کیا۔ اس کی برکت سے بہت سوں کو فالج سے صحت یابی اور آشوبِ چشم کی شدت سے نجات ملی اس طرح بہت سے دیگر پریشان حال لوگوں کے دینی و دنیاوی اُمور آسان ہوئے۔

۳۔ موئے رسول ﷺ کی تبرکاً حفاظت کا اہتمام

۱۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کس طرح پروانہ وار موئے مصطفیٰ ﷺ کو تبرکًا حاصل کرتے تھے اس حوالے سے حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

لَقَدْ رَأَيْتُ رَسُوْلَ اللهِ ﷺ، وَالْحَلَّاقُ يَحْلِقُهُ وَأَطَافَ بِهِ أَصْحَابُهُ، فَمَا يُرِيْدُوْنَ أَنْ تَقَعَ شَعْرَةٌ إِلَّا فِيْ يَدِ رَجُلٍ.(۱)

”میں نے دیکھا کہ حجام آپ ﷺ کا سر مبارک مونڈ رہا تھا اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم آپ ﷺ کے گرد گھوم رہے تھے ان کی شدید خواہش تھی کہ حضور ﷺ کا کوئی بال بھی زمین پر گرنے کی بجائے ان میں سے کسی نہ کسی کے ہاتھ میں گرے۔“

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے حضور نبی اکرم ﷺ کے موئے مبارک کو تبرکًا حاصل کیا بعد میں خصوصی اہتمام کے ساتھ انہیں محفوظ کیا اور نسلاً بعد نسلٍ اُمت میں موئے مبارک محفوظ چلے آ رہے ہیں۔

۲۔ حضرت عثمان بن عبد اللہ بن موہب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

(۱) ۱۔ مسلم، الصحيح، كتاب الفضائل، باب: قرب النبی ﷺ من الناس وتبركهم به، ۴: ۱۸۱۲، رقم: ۲۳۲۵
۲۔ أحمد بن حنبل، المسند، ۳: ۱۳۳، ۱۳۷، رقم: ۱۲۳۸۶۔ ۱۲۴۲۳
۳۔ ابن كثير، البداية والنهاية، ۵: ۱۸۹

أَرْسَلَنِي أَهْلِي إِلَى أُمِّ سَلَمَةَ زَوْجِ النَّبِيِّ ﷺ بِقَدَحٍ مِنْ مَاءٍ، وَقَبَضَ إِسْرَائِيلُ ثَلَاثَ أَصَابِعَ مِنْ قُصَّةٍ فِيهِ شَعَرٌ مِنْ شَعَرِ النَّبِيِّ ﷺ، وَكَانَ إِذَا أَصَابَ الإِنْسَانَ عَيْنٌ أَوْ شَيْءٌ بَعَثَ إِلَيْهَا مِخْضَبَهُ فَاطَّلَعْتُ فِي الْجُلْجُلِ فَرَأَيْتُ شَعَرَاتٍ حُمْرًا. (1)

''مجھے میرے گھر والوں نے حضرت اُم سلمہ رضی اللہ عنہا کے پاس (چاندی سے بنا ہوا) پانی کا ایک پیالہ دے کر بھیجا۔ (اسرائیل نے تین انگلیاں پکڑ کر اس پیالے کی طرح بنائیں) جس میں نبی اکرم ﷺ کا موئے مبارک تھا، اور جب کبھی کسی کو نظر لگ جاتی یا کوئی بیمار ہو جاتا تو وہ حضرت اُم سلمۃ رضی اللہ عنہا کے پاس (پانی کا) برتن بھیج دیتا۔ پس میں نے برتن میں جھانک کر دیکھا تو میں نے چند سرخ بال دیکھے۔''

حافظ ابنِ حجر عسقلانی لکھتے ہیں:

والمراد أنه كان من اشتكى أرسل إناء إلى أم سلمة فتجعل فيه تلك الشعرات وتغسلها فيه وتعيره فيشربه صاحب الإناء أو يغسل بهِ استشفاء بها فتحصل له بركتها. (2)

''اس حدیثِ مبارکہ کا مطلب یہ ہے کہ اگر کوئی بیمار ہو جاتا تو وہ کوئی برتن حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے ہاں بھیجتا۔ وہ حضور نبی اکرم ﷺ کے ان مبارک

(1) ۱۔ بخاری، الصحیح، کتاب اللباس، باب: ما یذکر فی الشیب، ۵: ۲۲۱۰، رقم: ۵۵۵۷

۲۔ ابن راہویہ، المسند، ۱: ۱۷۳، رقم: ۱۴۵

۳۔ ابن کثیر، البدایة والنہایة، ۶: ۲۱

(2) عسقلانی، فتح الباری شرح صحیح البخاری، ۱۰: ۳۵۳

بالوں کو اس میں رکھ دیتیں اور اس میں بار بار دھوتیں پھر وہ بیمار شخص اپنے اس برتن سے پانی پیتا یا مرض کی شفاء کے لئے غسل کرتا اور اسے ان موئے مبارک کی برکت حاصل ہو جاتی (یعنی وہ شفایاب ہو جاتا)۔‘‘

علامہ بدر الدین عینی فرماتے ہیں:

أنّ أم سلمة كان عندها شعرات من شعر النبی ﷺ حمر فی شئ مثل الجلجل وكان الناس عند مرضهم يتبركون بها ويستشفون من بركتها. (۱)

’’حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے پاس حضور نبی اکرم ﷺ کے موئے مبارک چاندی کی بوتل میں تھے۔ جب لوگ بیمار ہوتے تو وہ ان بالوں سے تبرک حاصل کرتے اور ان کی برکت سے شفا پاتے۔‘‘

۳۔ حضرت یحییٰ بن عباد اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا:

كان لنا جلجل من ذهب فكان الناس يغسلونه، وفيه شعر رسول الله، قال: فتخرج منه شعرات قد غيرت بالحناء والكتم. (۲)

’’ہمارے پاس سونے کا ایک برتن (جلجل) تھا جس کو لوگ دھوتے تھے، اس میں رسول اللہ ﷺ کے موئے مبارک تھے۔ چند بال نکالے جاتے تھے جن کا رنگ حنا اور نیل سے بدل دیا گیا تھا۔‘‘

ا۔ موئے رسول ﷺ ۔۔۔ دنیا کے جملہ خزانوں سے عزیز تر

اکابر ائمہ موئے رسول ﷺ کی اسقدر قدر و قیمت کرتے تھے کہ انہیں دنیا و

(۱) عینی، عمدۃ القاری، ۲۲: ۴۹

(۲) ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ۱: ۴۳۷

مافیہا کے خزانوں سے بڑھ کر موئے رسول ﷺ سے محبت تھی۔

امام ابنِ سیرین بیان کرتے ہیں:

قُلْتُ لِعَبِيْدَةَ: عِنْدَنَا مِنْ شَعَرِ النَّبِيِّ ﷺ، أَصَبْنَاهُ مِنْ قِبَلِ أَنَسٍ، أَوْ مِنْ قِبَلِ أَهْلِ أَنَسٍ، فَقَالَ: لَأَنْ تَكُوْنَ عِنْدِي شَعَرَةٌ مِنْهُ أَحَبُّ إِلَيَّ مِنَ الدُّنْيَا وَمَا فِيْهَا. (۱)

’’میں نے حضرت عبیدہ رضی اللہ عنہ سے کہا: ہمارے پاس حضور نبی اکرم ﷺ کے چند موئے مبارک ہیں جن کو ہم نے انس رضی اللہ عنہ یا ان کے اہلِ خانہ سے حاصل کیا ہے۔ حضرت عبیدہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ اگر حضور نبی اکرم ﷺ کے ان مبارک بالوں میں سے ایک بال بھی میرے پاس ہوتا تو وہ مجھے دنیا و مافیہا سے زیادہ محبوب ہوتا۔‘‘

ایک اور روایت میں حضرت عبیدہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

لَأَنْ يَكُوْنَ عِنْدِي مِنْهُ شَعَرَةٌ أَحَبُّ إِلَيَّ مِنْ كُلِّ صَفْرَاءَ وَبَيْضَاءَ أَصْبَحَتْ عَلَى وَجْهِ الْأَرْضِ وَفِي بَطْنِهَا. (۲)

’’حضور نبی اکرم ﷺ کے مبارک بالوں میں سے ایک بال کا میرے پاس ہونا مجھے روئے زمین کے تمام ظاہری اور پوشیدہ خزانوں، سونے اور چاندی کے حصول سے زیادہ محبوب ہے۔‘‘

---

(۱) ۱۔ بخاری، الصحیح، کتاب الوضوء، باب: الماء الذی یغسل به شعر الإنسان، ۱: ۷۵، رقم: ۱۶۸
۲۔ بیہقی، السنن الکبری، ۷: ۶۷، رقم: ۱۳۱۸۸
۳۔ بیہقی، شعب الإیمان، ۲: ۲۰۱

(۲) ۱۔ أحمد بن حنبل، المسند، ۳: ۲۵۶، رقم: ۱۳۷۱۰
۲۔ بیہقی، السنن الکبری، ۲: ۴۲۷، رقم: ۴۰۳۲

۲۔ وصال کے بعد موئے مصطفیٰ ﷺ سے حصولِ برکت

حضرت ثابت البنانی بیان کرتے ہیں کہ مجھے حضرت انس رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

هَذِهِ شَعَرَةٌ مِنْ شَعَرِ رَسُوْلِ اللهِ ﷺ فَضَعْهَا تَحْتَ لِسَانِي، قَالَ: فَوَضَعْتُهَا تَحْتَ لِسَانِهِ، فَدُفِنَ وَهِيَ تَحْتَ لِسَانِهِ. (۱)

''یہ اللہ کے پیارے رسول ﷺ کا ایک بال مبارک ہے، پس تم اسے میری (تدفین کے وقت) اسے زبان کے نیچے رکھ دینا۔ وہ کہتے ہیں: میں نے وہ بال مبارک آپ رضی اللہ عنہ کی زبان کے نیچے رکھ دیا اور انہیں اس حال میں دفنایا گیا کہ وہ بال ان کی زبان کے نیچے تھا۔''

۳۔ جنگ میں فتح کے لئے موئے مبارک کا توسّل

حضرت صفیہ بنتِ نجدہ سے مروی ہے کہ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کی ٹوپی میں حضور ﷺ کے چند موئے مبارک تھے۔ ایک دفعہ دورانِ جہاد وہ ٹوپی گر پڑی وہ اس کو لینے کے لئے تیزی سے دوڑے جبکہ اس معرکے میں بکثرت صحابہ کرام رضی اللہ عنہم شہید ہوئے۔؟ اس پر بعض لوگوں نے اعتراض کیا تو حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

لم أفعلها بسبب القَلَنْسُوة، بل لما تضَمَّنَتْه من شَعرِه ﷺ لئلا اُسْلَب بركتها وتقع في أيدي المشركين. (۲)

''میں نے صرف ٹوپی کے حاصل کرنے کیلئے اتنی تگ و دونہیں کی تھی بلکہ اس لئے کہ اس ٹوپی میں حضور نبی اکرم ﷺ کے موئے مبارک تھے۔ مجھے خوف ہوا

(۱) عسقلانی، الإصابة فی تمییز الصحابة، ۱:۱۲۷

(۲) ۱۔ قاضی عیاض، الشفاء بتعریف حقوق المصطفیٰ، ۲:۶۱۹
۲۔ عینی، عمدة القاری، ۳:۳۷

کہ کہیں اس کی برکت سے محروم نہ ہو جاؤں اور دوسرا یہ کہ یہ کفار و مشرکین کے ہاتھ نہ لگ جائے۔‘‘

۴۔ موئے مبارک کی برکت سے شاہ عبدالرحیمؒ کی صحت یابی

موئے مبارک کی کرامات و برکات کے حوالے سے ائمہ و صالحین کے بعض ذاتی مشاہدات کا ذکر بھی کتب سیر و تواریخ میں ملتا ہے۔ ائمہ متاخرین میں سے حضرت شاہ ولی اللہ محدّث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ جیسی عظیم علمی و فکری شخصیت سے کون متعارف نہ ہوگا۔ انہوں نے اپنی کتاب **الدر الثمین فی مبشرات النبی الأمین** اور **أنفاس العارفین** میں اپنے والدِ گرامی حضرت شاہ عبدالرحیم دہلوی قدس سرہ العزیز کی بیماری کا واقعہ ان کی زبانی خود بیان کیا ہے، وہ فرماتے ہیں کہ مجھے ایک مرتبہ اتنا سخت بخار ہوا کہ زندہ بچنے کی امید نہ رہی۔ اسی دوران مجھ پر غنودگی سی طاری ہوئی، اندریں حال میں نے حضرت شیخ عبدالعزیز کو خواب میں یہ فرماتے ہوئے سنا کہ بیٹے عبدالرحیم (مبارک ہو)! حضور نبی اکرم ﷺ تمہاری عیادت کے لئے تشریف لانے والے ہیں اور سمت کا تعین کرتے ہوئے فرمایا کہ جس طرف تمہاری پائنتی ہے اس طرف سے آپ ﷺ تشریف لائیں گے۔ سو تمہارے پاؤں اس رخ پر نہیں ہونے چاہئیں۔ مجھے غنودگی کے عالم سے کچھ افاقہ ہوا مگر بولنے کی طاقت نہ تھی چنانچہ حاضرین کو اشارے سے سمجھایا کہ میری چارپائی کا رخ تبدیل کر دیں بس اسی لمحے حضور نبی اکرم ﷺ کی تشریف آوری ہوئی اور آپ ﷺ نے فرمایا: **کیف حالک یا ابنی؟** بیٹے عبدالرحیم! تمہارا کیا حال ہے؟ بس پھر کیا تھا آقائے دو جہاں ﷺ کی شیریں گفتار اور رس بھرے بول نے میری دنیا ہی بدل دی جس سے مجھ پہ وجد و بکاء اور اضطراب کی عجیب کیفیت طاری ہوئی۔ حضور نبی اکرم ﷺ میرے سرہانے تشریف فرما تھے اور مجھے اپنی آغوش میں لئے ہوئے تھے۔ فرطِ جذبات سے مجھ پر گریہ و زاری کی وہ کیفیت طاری ہوئی کہ آپ ﷺ کا قمیص مبارک میرے آنسوؤں سے تر ہو گیا اور آہستہ آہستہ اس رقت و گداز سے مجھے قرار و سکون نصیب ہوا۔ اچانک میرے دل میں خیال

گزرا کہ میں تو مدت سے حضور نبی اکرم ﷺ کے موئے مبارک کا آرزو مند ہوں آپ ﷺ کا کتنا بڑا کرم ہوگا اگر اس وقت میری یہ آرزو پوری فرمادیں۔ آپ ﷺ میرے اس خیال سے آگاہ ہوئے اور اپنی ریش مبارک پر ہاتھ پھیر کر (ایک کی بجائے) دو موئے مبارک میرے ہاتھ میں تھما دیئے۔ پھر مجھے خیال آیا کہ میں تو شاید خواب دیکھ رہا ہوں جب بیدار ہوں گا تو خدا جانے یہ بال محفوظ رہیں یا نہ رہیں۔ آپ ﷺ اس خیال کو بھی جان گئے اور فرمایا (فکر نہ کر) یہ عالم بیداری میں بھی تیرے پاس محفوظ رہیں گے۔ بس آپ ﷺ نے مجھے صحتِ کلی اور درازئ عمر کی بشارت عطا فرمائی۔ مجھے اسی لمحے افاقہ ہوا اور میں نے چراغ منگوا کر دیکھا تو وہ موئے مبارک میرے ہاتھ سے غائب تھے، اس پر مجھے سخت اندیشہ اور پریشانی لاحق ہوئی تو آپ ﷺ نے مجھے آگاہ فرمایا کہ بیٹے میں نے دونوں بالوں کو تیرے تکیہ کے نیچے رکھ دیا ہے وہاں سے تجھے ملیں گے۔ جب مجھے افاقہ ہوا تو میں اٹھا اور انہیں اسی جگہ پایا۔ میں نے تعظیم و اکرام کے ساتھ انہیں ایک جگہ محفوظ کرلیا۔ اس کے بعد بخار ختم ہوا، تمام کمزوری دور ہوگئی اور مجھے صحتِ کلی نصیب ہوئی۔ انہی موئے مبارک کے خواص میں سے ذیل میں تین کا ذکر کیا جاتا ہے۔

۱۔ یہ آپس میں جڑے ہوئے رہتے تھے جوں ہی درود شریف پڑھا جاتا یہ دونوں الگ الگ سیدھے کھڑے ہوجاتے تھے اور درود شریف ختم ہوتے ہی پھر اصلی حالت اختیار کرلیتے تھے۔

۲۔ ایک مرتبہ تین منکرین نے امتحان لینا چاہا اور ان موئے مبارک کو دھوپ میں لے گئے۔ غیب سے فوراً بادل کا ایک ٹکڑا ظاہر ہوا جس نے ان موئے مبارک پر سایہ کر لیا حالانکہ اس وقت چلچلاتی دھوپ پڑ رہی تھی۔ ان میں سے ایک تائب ہوگیا۔ جب دوسری اور تیسری مرتبہ بھی ایسا ہی ہوا تو باقی دونوں بھی تائب ہوگئے۔

۳۔ ایک مرتبہ کئی لوگ موئے مبارک کی زیارت کے لئے جمع ہوگئے۔ شاہ صاحب نے ہرچند کوشش کی مگر تالا نہ کھلا۔ اس پر شاہ صاحب نے مراقبہ کیا تو پتہ چلا کہ ان میں ایک

شخص جنابت کی حالت میں ہے۔ شاہ صاحب نے پردہ پوشی کرتے ہوئے سب کو تجدید طہارت کا حکم دیا، جنبی کے دل میں چور تھا، جوں ہی وہ مجمع میں سے نکلا فوراً قفل کھل گیا اور سب نے موئے مبارک کی زیارت کر لی پھر والد بزرگوار نے عمر کے آخری حصے میں ان کو بانٹ دیا جن میں ایک مجھے بھی مرحمت فرمایا جو اب تک میرے پاس موجود ہے۔ (۱)

۴۔ حضرت اسماء بنتِ ابی بکر رضی اللہ عنہما نے جبۂ رسول کو تبرکاً محفوظ رکھا

حضرت اسماء رضی اللہ عنہا کے آزاد کردہ غلام حضرت عبداللہ سے روایت ہے کہ حضرت اسماء بنتِ ابی بکر رضی اللہ عنہما نے کسروانی طیلسان کا جبہ نکال کر دکھایا جس کے گریبان اور آستینوں پر ریشم کا کپڑا لگا ہوا تھا۔ پس آپ رضی اللہ عنہا فرمانے لگیں:

هَذِهِ كَانَتْ عِنْدَ عَائِشَةَ حَتَّى قُبِضَتْ، فَلَمَّا قُبِضَتْ قَبَضْتُهَا وَكَانَ النَّبِيُّ ﷺ يَلْبَسُهَا، فَنَحْنُ نَغْسِلُهَا لِلْمَرْضَى يُسْتَشْفَى بِهَا. (۲)

”یہ مبارک جبّہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس ان کی وفات تک محفوظ رہا، جب ان کی وفات ہوئی تو اسے میں نے لے لیا۔ یہی وہ مبارک جبّہ ہے جسے حضور نبی اکرم ﷺ زیبِ تن فرماتے تھے۔ سو ہم اسے دھو کر اس کا پانی (تبرکاً)

---

(۱) شاہ ولی اللہ، أنفاس العارفین: ۴۰۔۴۱

(۲) ۱۔ مسلم، الصحیح، کتاب اللباس والزینة، باب: تحریم استعمال إناء الذھب والفضة علی الرجال، ۳: ۱۶۴۱، رقم: ۲۰۶۹

۲۔ أبوداود، السنن، کتاب اللباس، باب: الرخصة فی العلم وخیط الحریر، ۴: ۴۹، رقم: ۴۰۵۴

۳۔ بیھقی، السنن الکبری، ۲: ۴۲۳، رقم: ۴۰۱۰

بیماروں کو شفاء یابی کے لئے پلاتے ہیں۔‘‘

امام نوویؒ اس حدیث کے ذیل میں لکھتے ہیں:

وفی هذا الحديث دليل علی استحباب التبرک بآثار الصالحين وثيابهم.(۱)

’’اس حدیث میں آثارِ صالحین اور ان کے ملبوسات سے حصولِ تبرک کے جائز و پسندیدہ ہونے کی دلیل ہے۔‘‘

۵۔ حضور ﷺ کے پیالے سے تبرک

لبِ مصطفیٰ ﷺ نے جس برتن کو مس کیا وہ بھی بڑا بابرکت ہو گیا۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ایسے برتنوں کو بطور تبرک اپنے پاس محفوظ رکھتے تھے اور پینے پلانے کے ایسے برتنوں کا استعمال باعثِ برکت و سعادت گردانتے تھے۔

۱۔ حضرت ابوبردہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ نے انہیں ایک ایسے مبارک برتن میں پانی پلانے کی پیشکش کی جس میں حضور نبی اکرم ﷺ نے پانی نوش فرمایا تھا اور انہوں نے اسے اپنے پاس محفوظ کر لیا تھا۔ انہوں نے کہا:

أَلَا أَسْقِيکَ فِي قَدَحٍ شَرِبَ النَّبِيُّ ﷺ فِيهِ؟(۲)

’’کیا میں آپ کو اس مبارک پیالے میں (پانی) نہ پلاؤں جس میں حضور نبی اکرم ﷺ نے پانی نوش فرمایا تھا؟

(۱) نووی، شرح علی صحیح مسلم، ۱۴: ۴۴

(۲) بخاری، الصحیح، کتاب الأشربة، باب: الشرب من قدح النبی ﷺ، ۵: ۲۱۳۴

۲۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے دوسرے الفاظ اس طرح مروی ہیں کہ میں مدینہ طیبہ حاضر ہوا تو مجھے حضرت عبد اللہ بن سلام رضی اللہ عنہ ملے اور انہوں نے کہا:

اِنْطَلِقَ إِلَى الْمَنْزِلِ فَأَسْقِيَکَ فِي قَدَحٍ شَرِبَ فِيْهِ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ. (۱)

''میرے ساتھ گھر چلیں میں آپ کو اس پیالہ میں پلاؤں گا جس میں حضور نبی اکرم ﷺ نے پیا ہے۔''

۳۔ حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں:

فَأَقْبَلَ النَّبِيُّ ﷺ يَوْمَئِذٍ حَتَّى جَلَسَ فِيْ سَقِيْفَةِ بَنِي سَاعِدَةَ هُوَ وَأَصْحَابُهُ، ثُمَّ قَالَ: اسْقِنَا، يَا سَهْلُ: فَخَرَجْتُ لَهُمْ بِهَذَا الْقَدَحِ فَأَسْقَيْتُهُمْ فِيْهِ. (قال أبو حازم:) فَأَخْرَجَ لَنَا سَهْلٌ ذٰلِکَ الْقَدَحَ فَشَرِبْنَا مِنْهُ. قَالَ: ثُمَّ اسْتَوْهَبَهُ عُمَرُ بْنُ عَبْدِالْعَزِيْزِ بَعْدَ ذٰلِکَ، فَوَهَبَهُ لَهُ. (۲)

''حضور نبی اکرم ﷺ ایک دن اپنے صحابہ رضی اللہ عنہم کے ہمراہ سقیفہ بنی ساعدہ میں

---

(۱) ۱۔ بخاری، الصحیح، کتاب الاعتصام بالکتاب والسنة، باب: ما ذکر النبی ﷺ وحض علی النفاق أهل العلم، ۶: ۲۶۷۳، رقم: ۶۹۱۰
۲۔ بیہقی، السنن الکبری، ۵: ۳۴۹، رقم: ۱۰۷۰۸
۳۔ عسقلانی، فتح الباری، ۷: ۱۳۱، رقم: ۳۶۰۳

(۲) ۱۔ بخاری، الصحیح، کتاب الأشربة، باب: من قدح النبی ﷺ وآنیته، ۵: ۲۱۳۴، رقم: ۵۳۱۴
۲۔ مسلم، الصحیح، کتاب الأشربة، باب: إباحة النبيذ التی لم یشتروا لم یصر مسکراً، ۳: ۱۵۹۱، رقم: ۲۰۰۷
۳۔ بیهقی، السنن الکبری، ۱: ۳۱، رقم: ۱۲۳

تشریف فرما ہوئے۔ پھر حضرت سہل سے فرمایا: اے سہل! ہمیں پانی پلاؤ۔ پھر میں نے ان کے لیے یہ پیالا نکالا اور انہیں اس میں (پانی) پلایا۔ (ابو حازم نے کہا:) سہل نے ہمارے لیے وہ پیالہ نکالا اور ہم نے بھی اس میں پیا۔ پھر حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ نے وہ پیالہ ان سے مانگ لیا تو حضرت سہل رضی اللہ عنہ نے وہ پیالہ ان کو دے دیا۔‘‘

۱۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پیالے کی حفاظت کا خصوصی اہتمام

حضرت انس رضی اللہ عنہ کے پاس ایک ایسا پیالہ بھی محفوظ تھا جس میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پانی نوش فرمایا تھا۔ سوئے اتفاق سے جب وہ ٹوٹ گیا تو انہوں نے اس کی مرمت کا جس قدر اہتمام کیا اس سے اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ جلیل القدر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے منسوب مبارک اشیاء کو کس قدر حرزِ جاں بنائے ہوئے تھے۔

حضرت عاصم امام ابنِ سیرین سے روایت کرتے ہیں:

أَنَّ قَدَحَ النَّبِيِّ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم انْكَسَرَ فَاتَّخَذَ مَكَانَ الشَّعْبِ سِلْسِلَةً مِنْ فِضَّةٍ. قَالَ عَاصِمٌ: رَأَيْتُ الْقَدَحَ وَشَرِبْتُ فِيهِ. (۱)

’’حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا پیالہ ٹوٹ گیا تو حضرت انس رضی اللہ عنہ نے (اسے جوڑنے کے لئے عام چیز کی بجائے جوڑ پر چاندی کے تار لگا دیئے۔ عاصم (راوی) کہتے ہیں: خود میں نے اس پیالے کی زیارت کی ہے اور اس میں پیا ہے۔‘‘

---

(۱) ۱۔ بخاری، الصحیح، کتاب الخمس، باب: ما ذکر من درع النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، ۳: ۱۱۳۱، رقم: ۲۹۴۲

۲۔ طبرانی، المعجم الأوسط، ۸: ۸۷، رقم: ۸۰۵۰

۳۔ بیہقی، السنن الکبری، ۱: ۲۹، رقم: ۱۱۱۔ ۱۱۳

۲۔ پیالۂ رسول ﷺ کے پانی سے صحابہ ﷺ کا حصولِ برکت

حضرت حجاج بن حسان ﷺ بیان کرتے ہیں:

كُنَّا عِنْدَ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ، فَدَعَا بِإِنَاءٍ وَفِيْهِ ثَلَاثُ ضِبَابِ حَدِيْدٍ وَحَلْقَةٌ مِنْ حَدِيْدٍ، فَأَخْرَجَ مِنْ غِلَافٍ أَسْوَدَ وَهُوَ دُوْنَ الرُّبُعِ وَفَوْقَ نِصْفِ الرُّبُعِ، فَأَمَرَ أَنَسُ بْنُ مَالِكٍ فَجُعِلَ لَنَا فِيهِ مَاءٌ فَأُتِيْنَا بِهِ فَشَرِبْنَا وَصَبَبْنَا عَلَى رُؤُوْسِنَا وَوُجُوْهِنَا وَصَلَّيْنَا عَلَى النَّبِيِّ ﷺ. (۱)

''ہم حضرت انس ﷺ کے پاس تھے کہ آپ نے ایک برتن منگوایا جس میں لوہے کے تین مضبوط دستے اور ایک چھلا تھا۔ آپ نے اسے سیاہ غلاف سے نکالا، جو درمیانے سائز سے کم اور نصف چوتھائی سے زیادہ تھا۔ حضرت انس ﷺ کے حکم سے اس میں ہمارے لیے پانی ڈال کر لایا گیا تو ہم نے پانی پیا اور اپنے سروں اور چہروں پر ڈالا اور حضور نبی اکرم ﷺ پر درود پڑھا۔''

۶۔ عرقِ رسول ﷺ کو تبرکاً کفن میں لگانے کی وصیت

۱۔ حضرت ثمامہ ﷺ سے روایت ہے کہ حضرت اِم سلیم کے پاس ایک شیشی میں حضور نبی اکرم ﷺ کا مبارک پسینہ اور چند موئے مبارک محفوظ تھے حضرت انس ﷺ نے اپنے کفن میں اسی عرق رسول ﷺ کو بطورِ خوشبو لگانے کی وصیت کی، حضرت ثمامہ کا بیان ہے:

فلما حضر أنس بن مالك الوفاةُ أوصى إلي أن يُجعل في حنوطه

(۱) ۱۔ أحمد بن حنبل، المسند، ۳:۱۸۷، رقم: ۱۲۹۷۱

۲۔ ابن كثير، البداية والنهاية، ۶:۷

۳۔ مقدسی، الأحاديث المختارة، ۵:۲۱۶، رقم: ۱۸۴۵

من ذالک السُّکِ، قال: فجُعل فی حنو طه. (۱)

’’جب حضرت انس رضی اللہ عنہ کی وفات کا وقت قریب آیا تو انہوں نے مجھے وصیت فرمائی کہ ان کے حنوط (☆) میں اس خوشبو کو ملایا جائے۔ حضرت ثمامہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ان کے حنوط میں وہ خوشبو ملائی گئی۔‘‘

(☆) حنوط: وہ خوشبو جو کافور اور صندل ملا کر میت اور کفن کے لئے تیار کی جاتی ہے۔

۲۔ حضرت حمید سے روایت ہے کہ

توفی أنس بن مالک فجعل فی حنوطه سکة أو سک و مسکة فیها من عرق رسول الله ﷺ. (۲)

’’جب حضرت انس رضی اللہ عنہ نے وفات پائی تو ان کے حنوط میں ایسی خوشبو ملائی گئی جس میں حضور نبی اکرم ﷺ کے پسینے کی خوشبو تھی۔‘‘

۷۔ قربِ رسول ﷺ میں تبرکاً دفن ہونے کی خواہش

امام بیضاوی کہتے ہیں کہ کسی شخص کا صالحین کے قبروں کے ساتھ تبرک کی خاطر اپنی قبر بنانا جائز ہے۔ علامہ شوکانی نے اس بات پر اعتماد کرتے ہوئے ان کے قول کو اپنی

(۱) ۱۔ بخاری، الصحیح، کتاب الاستئذان، باب: من زار قوماً فقال عندھم، ۵: ۲۳۱۶، رقم: ۵۹۲۵

۲۔ شوکانی، نیل الأوطار، ۱: ۶۹

(۲) ۱۔ طبرانی، المعجم الکبیر، ۱: ۲۴۹، رقم: ۷۱۵

۲۔ بیہقی، السنن الکبری، ۳: ۴۰۶، رقم: ۶۵۰۰

۳۔ ہیثمی، مجمع الزوائد، ۳: ۲۱ (امام ہیثمیؒ فرماتے ہیں کہ اس روایت کے تمام راوی ثقہ ہیں)

www.MinhajBooks.com

کتاب نیل الأوطار میں ان الفاظ کے ساتھ نقل کیا ہے:

واستنبط البیضاوی من علة التعظیم جواز اتّخاذ القبور فی جوار الصلحاء لقصد التبرک دون التعظیم و ردّ بأن قصد التبرک تعظیم. (۱)

''امام بیضاوی نے علت تعظیم سے استنباط کرتے ہوئے صلحاء کے قرب میں تبرکاً قبر بنانا جائز قرار دیا ہے نہ کہ تعظیماً۔ اور انہوں نے اس بات کو رد کیا ہے کہ تبرک بھی تعظیم (عبادت) ہے۔''

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سے حضرات شیخین سیدنا ابوبکر صدیق اور سیدنا عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہما کی سب سے بڑی خواہش یہ تھی کہ اُنہیں قربِ مصطفیٰ ﷺ میں دفن ہونا نصیب ہو، تاکہ عالمِ برزخ میں بھی قرب و وصالِ محبوب کے لمحات سے ان کی روحوں کو تسکین ملے۔ یارِ غار سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی اس نیک خواہش کے بارے میں مولائے کائنات سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں:

لما حضرت أبا بکر الوفاة أقعدنی عند رأسه وقال لی: یا علی! إذا أنا مت فاغسلنی بالکف الذی غسلت به رسول اللہ وحنطونی واذهبوا بی إلی البیت الذی فیه رسول اللہ فاستأذنوا فإن رأیتم الباب قد یفتح فادخلوا بی وإلا فردونی إلی مقابر المسلمین حتی یحکم اللہ بین عباده. قال: فغسل وکفن وکنت أول من یأذن إلی الباب فقلت: یا رسول اللہ! هذا أبوبکر مستأذن، فرأیت الباب قد یفتح، وسمعت قائلا یقول: أدخلوا الحبیب إلی حبیبه فإن الحبیب إلی الحبیب مشتاق. (۲)

---

(۱) شوکانی، نیل الأوطار، ۲: ۱۴۰

(۲) ا۔ حلبی، السیرة الحلبیة، ۳: ۴۹۳

’’جب حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی وفات کا وقت قریب آیا تو آپ رضی اللہ عنہ نے مجھے اپنے سرہانے بٹھایا اور فرمایا: اے علی! جب میں فوت ہو جاؤں تو مجھے اس ہاتھ سے غسل دینا جس سے تم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو غسل دیا تھا اور مجھے خوشبو لگانا اور مجھے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے روضۂ اقدس کے پاس لیجانا، اگر تم دیکھو کہ دروازہ کھول دیا گیا ہے تو مجھے وہاں دفن کر دینا ورنہ واپس لاکر عامۃ المسلمین کے قبرستان میں دفن کر دینا تاوقتیکہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کے درمیان فیصلہ فرما دے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ آپ رضی اللہ عنہ کو غسل اور کفن دیا گیا اور میں نے سب سے پہلے روضۂ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دروازے پر پہنچ کر اجازت طلب کی میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! ابوبکر آپ سے داخلہ کی اجازت مانگ رہے ہیں، پھر میں نے دیکھا کہ روضۂ اقدس کا دروازہ کھول دیا گیا اور آواز آئی۔ حبیب کو اس کے حبیب کے ہاں داخل کر دو بے شک حبیب ملاقاتِ حبیب کے لئے مشتاق ہے۔‘‘

اسی طرح امیر المؤمنین حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ بھی اپنے آقائے کریم حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پہلو میں دفن ہونے کے بہت ہی زیادہ خواہاں تھے۔ جب قاتلانہ حملے کے نتیجے میں آپ کی وفات کا وقت قریب آ گیا تو آپ نے اپنے بیٹے عبداللہ رضی اللہ عنہ کو سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس اجازت لینے کے لئے بھیجا اگرچہ سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا خود یہ خواہش رکھتی تھیں اور انہوں نے فرمایا ہوا تھا کہ وہ اس جگہ کو اپنی تدفین کے لئے پسند کرتی ہیں مگر وہ فرمانے لگیں کہ اب میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو اپنے اوپر ترجیح دیتی ہوں۔ عبداللہ رضی اللہ عنہ واپس آئے اور اپنے والد کو خوشخبری سنائی۔ اس پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

مَا كَانَ شَيْءٌ أَهَمَّ إِلَيَّ مِنْ ذَالِکَ الْمَضْجَعِ فَإِذَا قُبِضْتُ فَاحْمِلُوْنِي

۲۔ سیوطی، الخصائص الکبریٰ، ۲: ۴۹۲

۳۔ ابن عساکر، تاریخ دمشق، ۳۰: ۴۳۶

ثُمَّ سَلِّمُوْا، ثُمَّ قُلْ: يَسْتَأْذِنُ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ فَإِنْ أَذِنَتْ لِي فَادْفِنُوْنِي، وَإِلَّا فَرُدُّوْنِي إِلَى مَقَابِرِ الْمُسْلِمِيْنَ.(۱)

’’میرے نزدیک اس آرام گاہ سے بڑھ کر کوئی چیز اہم نہیں ہے۔ جب میں انتقال کر جاؤں تو مجھے اٹھا کر (اس جگہ پر) لے جانا، سلام عرض کرنا اور عرض کرنا کہ عمر بن خطاب اجازت چاہتا ہے اگر وہ (سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا) اجازت دے دیں تو دفن کر دینا ورنہ مجھے عام مسلمانوں کے قبرستان میں دفن کر دینا۔‘‘

یہ روایت حاکم نے المستدرک (۳: ۹۹، رقم: ۴۵۱۹) میں ابنِ ابی شیبہ نے المصنف (۷: ۴۴۰، رقم: ۳۷۰۷۴) میں اور ابنِ سعد نے الطبقات الکبریٰ (۳: ۳۶۳) میں بھی رُواۃ اور الفاظ کے قدرے اختلاف کے ساتھ بیان کی ہے۔ سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ اور اُمّ المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی اس خواہش کی توجیہ صرف یہی ہے کہ وہ حضور ﷺ کے وصال کے بعد آپ ﷺ کے قریب دفن ہونا باعثِ برکت سمجھتے تھے۔

۸۔ نعلینِ مبارک سے تبرک

جن پاپوش کو حضور نبی اکرم ﷺ کے پھولوں سے نرم و نازک تلووں نے مس کیا اور جنہیں آپ ﷺ کے مبارک قدمین شریفین سے نسبت ہوگئی وہ بھی بڑے بابرکت ہو گئے، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے ان نعلینِ مبارک کو تبرکاً محفوظ رکھا اور ہمیشہ ان کے فیوض و برکات

(۱) ۱۔ بخاری، الصحیح، کتاب الجنائز، باب: ماجاء فی قبر النبی ﷺ وأبی بکر وعمر رضی اللہ عنہما، ۱: ۴۶۹، رقم: ۱۳۲۸
۲۔ ابن حبان، الصحیح، ۱۵: ۳۵۳
۳۔ بیہقی، السنن الکبریٰ، ۴: ۵۸
۴۔ ابن جوزی، صفوۃ الصفوۃ، ۱: ۲۹۰

سے مستفیض ہوتے رہے۔ عشاقانِ مصطفیٰ ﷺ نے اس کی تاج شاہی سے بڑھ کر تعظیم کیکیونکہ حضور ﷺ سے بے پناہ عشق و محبت اور آپ ﷺ سے منسوب اشیاء کی تعظیم و تکریم ہی ایک بندہ مؤمن کی زندگی کا حقیقی سرمایہ ہیں۔

یہ بات قابلِ ذکر ہے کہ علماء متقدمین ومتاخرین نے نعلینِ پاک کے متعلق متعدد کتب تالیف کی ہیں مثلاً:

۱۔ مولانا شہاب الدین احمد مقری نے 'فتح المتعال فی مدح النعال' نامی کتاب لکھی۔

۲۔ مولانا اشرف علی تھانوی نے نیل الشفاء بنعال المصطفی رسالہ لکھا جو کہ ان کی کتاب 'زاد السعید' میں پایا جاتا ہے۔

ان بابرکت نعلین مبارک کے حوالے سے چند احادیث مبارکہ درج ذیل ہیں:

۱۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ کے پاس حضور نبی اکرم ﷺ کے نعلینِ مبارک بھی محفوظ تھے اس حوالے سے حضرت عیسیٰ بن طہمان بیان کرتے ہیں:

أَخْرَجَ إِلَيْنَا أَنَسٌ نَعْلَيْنِ جَرْدَاوَيْنِ، لَهُمَا قِبَالَانِ، فَحَدَّثَنِي ثَابِتُ الْبُنَانِيُّ بَعْدُ عَنْ أَنَسٍ: أَنَّهُمَا نَعَلَا النَّبِيِّ ﷺ. (۱)

''حضرت انس رضی اللہ عنہ نے ہمیں بغیر بال کے چمڑے کے دو نعلین مبارک نکال کر

---

(۱) ۱۔ بخاری، الصحیح، کتاب الخمس، باب: ما ذکر من درع النبی ﷺ وعصاہ، ۳: ۱۱۳۱، رقم: ۲۹۴۰

۲۔ بخاری، الصحیح، کتاب اللباس، باب: قبالان فی نعل ......، ۵: ۲۲۰۰، رقم: ۵۵۲۰

۳۔ ترمذی، الشمائل المحمدیۃ، باب: فی نعل رسول اللہ ﷺ، ۱: ۸۳، رقم: ۷۸

دکھائے جن کے دو تسمے تھے۔ بعد میں ثابت بُنانی نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہوئے یہ حدیث بیان کی کہ یہ دونوں حضور ﷺ کے مبارک نعلین ہیں۔‘‘

۲۔ ایک دفعہ حضرت عبید بن جُریج نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے پوچھا کہ میں آپ کو بالوں سے صاف کی ہوئی کھال کی جوتی پہنے ہوئے دیکھتا ہوں۔ اس کی کیا وجہ ہے۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا:

فَإِنِّي رَأَيْتُ رَسُوْلَ اللهِ ﷺ يَلْبَسُ النَّعْلَ الَّتِي لَيْسَ فِيْهَا شَعَرٌ وَيَتَوَضَّأُ فِيْهَا فَأَنَا أُحِبُّ أَنْ أَلْبَسَهَا.(۱)

’’میں نے رسول اللہ ﷺ کو ایسی جوتیاں پہنے ہوئے دیکھا ہے جس میں بال نہیں ہوتے تھے اور آپ ﷺ اس میں وضو فرماتے تھے لہٰذا میں ایسی جوتیاں پہننا پسند کرتا ہوں۔‘‘

۳۔ امام قسطلانیؒ اپنی کتاب المواھب اللدنیۃ (۲:۱۱۸۔۱۱۹) میں لکھتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ حضور نبی اکرم ﷺ کے خدام میں سے تھے وہ آپ ﷺ کی خدمتِ اقدس میں تکیہ، مسواک، نعلینِ مبارک اور وضو کے لیے پانی لے کر حاضر رہتے۔ جب آپ ﷺ قیام فرماتے تو وہ آپ ﷺ کو نعلینِ مبارک پہنا دیتے اور جب آپ ﷺ تشریف رکھتے تو وہ آپ ﷺ کے نعلین اٹھا کر بغل میں دبا لیتے تھے۔ اسی وجہ

---

(۱) ۱۔ بخاری، الصحیح، کتاب الوضوء، باب: غسل الرجلین فی الغلین ولا یمسح علی النعلین، ۱:۷۳، رقم: ۱۶۴

۲۔ مسلم، الصحیح، کتاب الحج، باب: الاھلال من حیث تنبعث الراحِلۃ، ۲:۸۴۴، رقم: ۱۱۸۷

۳۔ أبوداود، السنن، کتاب المناسك، باب: فی وقت الإحرام، ۲:۱۵۰، رقم: ۱۷۷۲

سے انہیں صاحب نعل رسول اللہ ﷺ یعنی حضور نبی اکرم ﷺ کے مبارک جوڑوں کو اٹھانے والے صحابی کہا جاتا ہے۔[1]

۹۔ نقشِ نعلینِ مبارک سے حصولِ برکت

نقشِ نعلین مبارک کے حوالے سے امام ابنِ فہد مکیؒ اور دیگر ائمہ کی ایک کثیر تعداد نے اپنا اپنا یہ تجربہ بیان کیا کہ یہ جس لشکر میں ہوگا وہ فتح یاب ہوگا۔ جس قافلے میں ہوگا وہ بحفاظت اپنی منزل پر پہنچے گا۔ جس کشتی میں ہوگا وہ ڈوبنے سے محفوظ رہے گی، جس گھر میں ہوگا وہ جلنے سے محفوظ رہے گا، جس مال و متاع میں ہوگا، وہ چوری سے محفوظ رہے گا اور کسی بھی حاجت کے لئے صاحبِ نعلین (حضور نبی اکرم ﷺ) سے توسل کیا جائے تو وہ پوری ہو کر رہے گی اور اس توسل سے ہر تنگی فراخی میں تبدیل ہو گی۔

نقشِ نعلین پاک کی آزمائی ہوئی فوائد و برکات میں سے یہ بھی ہے کہ جو شخص اس کو حصولِ برکت کی نیت سے اپنے پاس محفوظ رکھے تو اس کی برکت سے وہ شخص ظالم کے ظلم سے، دشمنوں کے غلبہ سے، شیاطین کے شر اور ہر حاسد کی نظرِ بد سے حفاظت میں رہے گا۔ اسی طرح اگر کوئی حاملہ عورت شدت دردِ زہ میں اس کو اپنے دائیں پہلو پر رکھے تو اللہ تعالیٰ اپنی قدرت و مشیت سے اس خاتون پر آسانی فرمائے گا۔ اس نقشِ مقدس کی برکتوں میں سے یہ بھی ہے کہ اس کے ذریعہ نظرِ بد اور جادو ٹونے سے آدمی امان میں رہتا ہے۔ برکاتِ نعلینِ پاک کے حوالے سے بعض واقعات و مشاہدات جن کو امام مقری نے اپنی کتاب "فتح المتعال فی مدح النعال" میں بیان کیا ہے، درج ذیل ہیں:

۱۔ شدید درد کا ازالہ

ابو جعفر احمد بن عبد المجید جو کہ بہت بڑے عالم باعمل اور متقی و پرہیزگار شخص تھے

---

(۱) ۱۔ مزی، تہذیب الکمال، ۱۶:۱۱۲

۲۔ عسقلانی، تہذیب التہذیب، ۶:۲۵

وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے ایک طالبِ علم کو نعلین مبارک کا نقش بنوا دیا۔ ایک دن وہ میرے پاس آ کر کہنے لگا کہ میں نے گذشتہ رات اس نقش کی ایک حیران کن برکت کا مشاہدہ کیا ہے۔ میں نے اس سے پوچھا کہ تو نے کونسی ایسی عجیب برکت دیکھی ہے؟ تو وہ کہنے لگا کہ میری اہلیہ کو اچانک اتنا شدید درد ہوا کہ جس کی وجہ سے وہ قریب المرگ تھی پس میں نے نعلین پاک کا یہ نقش اس کے درد والی جگہ پر رکھا اور اللہ تعالیٰ سے یہ دعا مانگی:

’’اَللّٰهُمَّ أَرِنَا بَرَكَةَ صَاحِبِ هٰذَا النَّعلِ‘‘

’’اے اللہ! آج ہم پر صاحبِ نعل (حضرت محمد ﷺ) کی برکت و کرامت ظاہر فرما دے۔‘‘

اس طالبِ علم نے بیان کیا کہ پس اس کی برکت سے اللہ تعالیٰ نے میری اہلیہ کو فوراً شفا عطا فرمائی۔[(۱)]

۲۔ حادثات سے حفاظت

شہرِ فاس کے مفتی شیخ محمد قصار کے بچپن کا واقعہ ہے جس کو ثقہ اہلِ علم نے بیان کیا ہے: بچپن میں مفتی صاحب اپنے بعض رشتہ داروں کے ساتھ اپنے گھر کی نچلی منزل میں بیٹھے تھے۔ یہ بھی شہرِ فاس کی دیگر عام عمارتوں کی طرح ایک بڑی عمارت تھی جس کی بڑی بڑی دیواریں اور اونچے کمرے تھے۔ ان لوگوں کے سروں کے عین اوپر دیوار پر نقشِ نعلین مبارک اس قدر بلندی پر لگا ہوا تھا کہ اگر کوئی شخص کھڑا ہو تو وہ سر کے برابر ہو۔ اللہ کی شان اوپر والی منزل نچلی منزل پر گر گئی اور پوری عمارت منہدم ہو گئی۔ لوگوں نے ملبے تلے دبے ہوئے لوگوں کی موت کا یقین کر لیا اور ایک دن سے زائد وہ ملبے تلے دبے رہے۔ ایک دن کے بعد لوگ کفن دفن کی غرض سے ملبہ ہٹاتے ہٹاتے ان تک پہنچے تو یہ دیکھ کر ان کی حیرت کی انتہا نہ رہی کہ نیچے دبے ہوئے جملہ افراد نقشِ نعلینِ پاک کی برکت سے زندہ و سلامت ہیں اور انہیں کوئی گزند تک نہیں پہنچی۔

(۱) ۱۔ قسطلانی، المواهب اللدنية، ۲: ۴۶۶، ۴۶۷

۲۔ مقری، فتح المتعال فی مدح النعال: ۴۶۹

یہ اللہ تعالیٰ کا خاص لطف و احسان اور حضور نبی اکرم ﷺ کے نعلینِ پاک کا صدقہ تھا کہ وہ اس جان لیوا حادثہ میں بال بال بچ گئے۔ ہوا یوں کہ جب اوپر والی دیوار گرگئی تو وہ ان پر مانند خیمہ ٹھہر گئی۔ دیوار کا اوپر والا حصہ اس جگہ سے جا لگا جس کے نیچے نعلین پاک تھا اور نچلا حصہ زمین میں کھڑا ہو گیا جس کے بعد مٹی پتھر وغیرہ پہاڑ کی طرح اوپر سے نیچے گرتے رہے۔ یہ لوگ اس کے نیچے محفوظ رہے۔ یوں اللہ تعالیٰ نے نعلینِ مصطفیٰ ﷺ کی برکت سے ان کو ہر قسم کی تکلیف اور نقصان سے اپنی حفاظت میں رکھا۔(۱)

۳۔ مضر پھوڑے سے شفایابی

۱۔ شیخ عبدالخالق بن حب النبی مالکی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ایک سال نصف رمضان کو مجھے ایک پھوڑا نکل آیا اور کسی کی سمجھ میں نہ آتا تھا کہ یہ کیا ہے اس کی وجہ سے مجھے سخت تکلیف لاحق ہوئی۔ میں اس مرض کے ماہر اطباء اور جراح کے پاس گیا مگر کوئی بھی اس تکلیف کو سمجھ سکا اور نہ کوئی اس کا علاج تجویز کر سکا۔ مجھے شدت تکلیف نے بے چین کیا ہوا تھا۔ پھر جب اچانک مجھے اس نقشِ نعلِ مبارک کے فضائل و برکات یاد آئے تو میں نے اس نقش کو جائے تکلیف پر رکھا اور دعا کی:

اَللّٰهُمَّ إِنِّی أَسأَلُکَ بِحَقِّ نَبِیِّکَ مُحَمَّدٍ ﷺ مَن مشی بالنعل أن تُعَافِینِی مِن هٰذا المرض یا اَرْحَمَ الرَّاحِمِیْنَ. (۲)

’’اے اللہ! تجھ سے تیرے محبوب نبی حضرت محمد ﷺ کا وسیلہ دیتے ہوئے سوال کرتا ہوں جو کہ اس نعل مبارک میں چلتے رہے ہیں جس کا یہ نقش ہے۔ اے سب سے زیادہ رحم فرمانے والے پروردگار! مجھے اس بیماری سے شفا عطا فرما۔‘‘

وہ فرماتے ہیں خدا کی قسم مجھے ایک دن کے اندر ایسا افاقہ ہوا گویا کہ تکلیف تھی

(۱) مقری، فتح المتعال فی مدح النعال: ۴۷۰۔ ۴۷۱

(۲) مقری، فتح المتعال فی مدح النعال: ۴۷۰، ۴۷۱

ہی نہیں۔‘‘

۲۔ اسی طرح ان کی ایک بچی تھی جس کی آنکھیں ایسی خراب ہوئیں کہ اطباء اسکے علاج سے عاجز آ گئے ایک دن اس بچی نے ان سے کہا: میں نے سنا ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ کی نعل پاک کے نقش کے بہت زیادہ فوائد و برکات ہیں مجھے بھی لا کر دیں، پس انہوں نے اس کو نقش مبارک دیا، اس بچی نے نقش کو اپنے آنکھوں پر رکھا تو نقشِ نعلین پاک کی برکت سے اس کی آنکھوں کی بیماری ختم ہوگئی۔

۴۔ امام مقری کا مشاہدہ

۱۔ صاحبِ فتح المتعال امام مقریؒ خود اپنا مشاہدہ بیان کرتے ہیں:

اس نقشِ مبارک کے فوائد و برکات کا میں نے خود اپنی آنکھوں سے مشاہدہ کیا ہے۔ ہوا یوں کہ میں ذیقعدہ شریف ۱۰۲۷ھ کو غرب جزائر میں ایک بحری جہاز پر سفر کر رہا تھا۔ سخت سردی کا موسم تھا۔ دریا خوب طغیانی پر تھا۔ سیلاب کے ایک تیز ریلے کے ساتھ جہاز کے کئی تختے ٹوٹ گئے، ہم سب ہلاکت کے قریب پہنچ گئے اور تمام لوگ اپنی زندگی سے مایوس ہوگئے اور موت کا سامنا کرنے کے لئے تیار تھے کہ میں نے جہاز کے کپتان کے پاس نقشِ نعلین بھیجا کہ اس کی برکت سے خیر کی امید رکھے چنانچہ اس کی برکت سے اللہ تعالیٰ نے ہم سب پر کرم فرمایا اور ہمیں صحیح و سلامت پار لگا دیا اور اسے سمندری سفر کے ماہرین نے بڑی کرامت کی نشانی شمار کیا۔ (۱)

۲۔ اسی سفر کے دوران راستے میں ایک مقام پر ڈاکوؤں کا قبضہ تھا جو لوگوں کو لوٹتے تھے ان کے پاس بہت سارا اسلحہ اور کثیر لوگ تھے۔ اللہ تعالیٰ نے ہمیں اس نقشِ پاک کی برکت سے ان کی آنکھوں سے چھپائے رکھا اور ہم مدینہ منورہ میں صحیح سالم پہنچ گئے۔

۳۔ اسی طرح ایک دن ہم دریا میں سفر پر تھے کہ سامنے ایک بہت بڑا پتھر ظاہر ہوا

(۱) مقری، فتح المتعال فی مدح النعال: ۴۷۲

کہ اگر ہماری کشتی اس سے ٹکرا جاتی تو پاش پاش ہو جاتی۔ ہماری کشتی اس پہاڑی نما غار میں گھس گئی۔ اس پتھر نے ہمیں آگے پیچھے دائیں بائیں سے اس طرح گھیر لیا کہ اس پتھر اور ہماری کشتی کے درمیان صرف ایک ہاتھ کا فاصلہ رہ گیا۔ اس وقت دریا کی موجیں پورے جوبن پر تھیں۔ ہمیں یقین ہوگیا کہ اب تو ہماری کشتی ضرور ٹکڑے ٹکڑے ہو کر تباہ ہو جائے گی۔ پس ہم نے نقشِ نعلین کے ساتھ توسل کیا تو اللہ تعالیٰ نے ہمیں اس مشکل سے رہائی عطا فرمائی۔

۴۔ اسی طرح مجھ سے ایک ثقہ شخص نے اپنا واقعہ بیان کیا کہ اسے ایک شدید مرض لاحق ہوگیا تھا جس کی وجہ سے وہ قریب المرگ تھا کہ اللہ تعالیٰ نے الہام فرمایا کہ نقشِ نعلین مصطفیٰ ﷺ سے توسّل کرو، اس نے ایسا ہی کیا تو اللہ تعالیٰ نے فضل وکرم فرمایا اور وہ اس کی برکت سے شفایاب ہوگیا۔

۵۔ اسی طرح یہ بھی مجھے بعض قابلِ اعتماد احباب نے بتایا کہ انہوں نے کئی دفعہ ایسے ممالک کا سفر کیا جن کے راستوں پر چوروں، رہزنوں کا ہر وقت خوف رہتا تھا اور عام طور پر ان کی لوٹ مار سے کوئی بھی مسافر نہیں بچتا تھا مگر چونکہ ان کے پاس نقشِ نعلینِ پاک تھا کئی مرتبہ ان کا سامنا چوروں کے ساتھ ہوا لیکن اس نقش کی برکت سے اللہ تعالیٰ نے انہیں ان کے شر سے محفوظ رکھا۔(۱)

۱۰۔ حضرت عبد اللہ بن اُنَیس رضی اللہ عنہ کے ساتھ عصاءِ رسول ﷺ کی تدفین

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:

أنه كانت عنده عصية لرسول الله ﷺ، فمات فدفنت معه بين

(۱) مقری، فتح المتعال فی مدح النعال: ۴۷۴۔۴۷۵

جنبهٖ وبين قميصه.(۱)

''حضرت عبداللہ بن انیس کے پاس حضور نبی اکرم ﷺ کی ایک چھوٹی سی چھڑی تھی، جب وہ فوت ہوئے تو وہ (چھڑی) ان کے ساتھ ان کی قمیص اور پہلو کے درمیان دفن کی گئی۔''

۱۱۔ حضور ﷺ کے منبر مبارک سے تبرک

حضور نبی اکرم ﷺ جس منبر مبارک پر بیٹھ کر اپنے صحابہ رضی اللہ عنہم کو دین سکھاتے تھے، عشاقِ مصطفیٰ ﷺ نے اس منبر شریف کو بھی آپ ﷺ کے دوسرے آثار کی طرح دل و جاں سے حصولِ برکت کا ذریعہ بنا لیا، وہ اسے جان سے بھی زیادہ عزیز رکھتے اور اس سے برکت حاصل کرتے۔

امام ابنِ حبان، ابنِ سعد اور قاضی عیاضؒ جیسے معتبر ائمہ حدیث نے روایت کیا ہے کہ حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ اپنے ہاتھوں سے حضور نبی اکرم ﷺ کے منبر مبارک کو تبرکاً مسح کر کے اپنے چہرہ پر ہاتھ مَل لیتے۔ ابراہیم بن عبدالرحمٰن بن عبدالقاری بیان کرتے ہیں:

رأيت ابن عمر وضع يدَه على مَقْعَدِ النبيِ ﷺ من المِنبَر، ثم وضعها على وَجْهه۔(۲)

''میں نے حضرت ابنِ عمر رضی اللہ عنہ کو دیکھا کہ انہوں نے منبر (نبوی) کی وہ جگہ جہاں حضور ﷺ تشریف فرما ہوتے، اسے اپنے ہاتھ سے چھویا اور پھر ہاتھ

(۱) ۱۔ ابن كثير، البداية والنهاية، ۶: ۶
۲۔ هيثمی، مجمع الزوائد، ۳: ۴۵

(۲) ۱۔ ابن حبان، الثقات، ۴: ۹، رقم: ۱۶۰۶
۲۔ ابن سعد، الطبقات الكبرى، ۱: ۲۵۴
۳۔ قاضی عياض، الشفاء بتعريف حقوق المصطفیٰ، ۲: ۶۲۰

اپنے چہرہ پر مل لیا۔‘‘

۱۲۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی قبرِ انور سے تبرک

حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وصال کے بعد صحابہ کرام رضی اللہ عنہم آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی قبرِ انور پر تبرک اور توسل کے لئے حاضر ہوتے۔ چند صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے معمولات درج ذیل ہیں:

۱۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی تبرک کے لئے قبرِ انور پر حاضری

۱۔ جب حضرت ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ کے خط پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے لوگوں کو شام کی طرف کوچ کرنے کے لیے شہر سے باہر نکلنے کو کہا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے سب سے پہلے مسجد نبوی میں حاضر ہوکر چار رکعت نماز ادا کی، پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے روضۂ اقدس پر حاضری دی اور (بارگاہِ نبوت میں) سلام عرض کیا۔(۱)

۲۔ کعب الاحبار کے قبولِ اسلام کے بعد حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے انہیں کہا: ’’کیا آپ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے روضۂ اقدس کی زیارت اور فیوض و برکات حاصل کرنے کے لیے میرے ساتھ مدینہ منورہ چلیں گے؟‘‘ تو انہوں نے کہا: ’’جی! امیر المؤمنین۔‘‘ پھر جب کعب الاحبار اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ مدینہ منورہ آئے تو سب سے پہلے بارگاہِ سرورِ کونین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں حاضری دی اور سلام عرض کیا، پھر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے مدفن مبارک پر کھڑے ہوکر اُن کی خدمت میں سلام عرض کیا اور دو رکعت نماز ادا فرمائی۔(۲)

۲۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی قبرِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے تبرک کی تلقین

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اِس ظاہری دنیا سے پردہ فرما

---

(۱) واقدی، فتوح الشام، ۱: ۳۰۶، ۳۰۷

(۲) ۱۔ واقدی، فتوح الشام، ۱: ۳۱۸

۲۔ ہیتمی، الجوهر المنظم: ۲۷، ۲۸

جانے کے بعد اکثر روضہ مبارک پر حاضر ہوا کرتی تھیں۔[۱]

(امام ہیثمی نے کہا ہے کہ اسے احمد نے روایت کیا ہے اور اس کے رِجال صحیح ہیں۔)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے اہلِ مدینہ کو قحط سالی کے خاتمے کے لئے قبرِ انور پر حاضر ہو کر توسل کرنے کی تلقین فرمائی۔ امام دارِمی صحیح اسناد کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

قحط أهل المدينة قحطًا شديدًا فشكوا إلى عائشة، فقالت: انظروا قبر النبی ﷺ فاجعلوا منه کُواً إلى السماء، حتى لا يكون بينه و بين السماء سقف، قال: ففعلوا فمطروا مطراً حتى نبت العشب، و سمنت الإبل حتى تفتقت من الشحم، فسمى ’عام الفتق‘۔[۲]

’’مدینہ کے لوگ سخت قحط میں مبتلا ہو گئے تو انہوں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے (اپنی دگرگوں حالت کی) شکایت کی۔ آپ نے فرمایا: حضور نبی اکرم ﷺ

---

(۱) ۱۔ أحمد بن حنبل، المسند، ۶: ۲۰۲
۲۔ حاکم، المستدرک، ۳: ۶۱، رقم: ۴۴۰۲
۳۔ ہیثمی، مجمع الزوائد، ۸: ۲۶
۴۔ ہیثمی، مجمع الزوائد، ۹: ۳۷

(۲) ۱۔ دارمی، السنن، ۱: ۵۶، رقم: ۹۲
۲۔ ابن جوزی، الوفا بأحوال المصطفی: ۸۱۷، ۸۱۸، رقم: ۱۵۳۴
۳۔ سبکی، شفاء السقام فی زیارت خیر الأنام: ۱۲۸
۴۔ مقریزی، إمتاع الأسماع، ۱۴: ۶۱۵
۵۔ قسطلانی، المواهب اللدنية، ۴: ۲۷۶
۶۔ سمهودی، وفاء الوفا، ۲: ۵۶۰

کی قبر مبارک کے پاس جاؤ اور اس سے ایک کھڑکی آسمان کی طرف اس طرح کھولو کہ قبرِ انور اور آسمان کے درمیان کوئی پردہ حائل نہ رہے۔ راوی کہتے ہیں کہ ایسا کرنے کی دیر تھی کہ بہت زیادہ بارش ہوئی حتی کہ خوب سبزہ اُگ آیا اور اونٹ اتنے موٹے ہوگئے کہ (محسوس ہوتا تھا) جیسے وہ چربی سے پھٹ پڑیں گے۔ لہٰذا اُس سال کا نام ہی ’عامُ الفتق (سبزہ و کشادگی کا سال)‘ رکھ دیا گیا۔‘‘

اس سے ثابت ہوتا ہے کہ اُم المؤمنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے مدینہ کے لوگوں کو رحمتیں اور برکتیں حاصل کرنے کے لیے حضور نبی اکرم ﷺ کی قبر مبارک کو وسیلہ بنانے کی ہدایت فرمائی، جس سے اہلِ مدینہ پر طاری شدید قحط ختم ہوگیا، اور موسلادھار بارش نے ہر طرف بہار کا سماں پیدا کردیا۔ جہاں انسانوں کو غذا ملی وہاں جانوروں کو چارا ملا، اِس بارش نے اہل مدینہ کو اتنا پر بہار بنا دیا کہ انہوں نے اس پورے سال کو ’عام الفتق (سبزہ اور کشادگی کا سال)‘ کے نام سے یاد کیا۔

۳۔ حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ کا قبرِ انور سے تبرک

محمد بن منکدر روایت کرتے ہیں کہ میں نے حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ کو روضۂ رسول ﷺ کے قریب روتے ہوئے دیکھا۔ وہ کہہ رہے تھے:

ھٰھنا تسکب العبرات، سمعت رسول اللہ ﷺ یقول: ما بین قبری و منبری روضة من ریاض الجنة۔(۱)

’’یہی وہ جگہ ہے جہاں (فراقِ مصطفیٰ ﷺ) میں آنسو بہائے جاتے ہیں۔ میں

---

(۱) ۱۔ بیهقی، شعب الإیمان، ۳: ۴۹۱، رقم: ۴۱۶۳

۲۔ أحمد بن حنبل، المسند، ۳: ۳۸۹

۳۔ أبو یعلی، المسند، ۲: ۱۹۰، رقم: ۱۷۷۸

۴۔ هیثمی، مجمع الزوائد، ۴: ۸

نے رسول اللہ ﷺ کو یہ کہتے ہوئے سنا ہے: میری قبر اور منبر کے درمیان والی جگہ جنت کے باغوں میں سے ایک باغ ہے۔‘‘

۴۔ حضرت بلال رضی اللہ عنہ کا قبرِ انور سے تبرک

عاشقِ رسول ﷺ حضرت بلال حبشی رضی اللہ عنہ حضور نبی اکرم ﷺ کے وِصال مبارک کے بعد یہ خیال کر کے شہرِ دلبر ...... مدینہ منورہ ...... سے شام چلے گئے کہ جب حضور نبی اکرم ﷺ ہی نہ رہے تو پھر اِس شہر میں کیا رہنا! حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے بیت المقدس فتح کیا تو سرورِ دو عالم ﷺ حضرت بلال رضی اللہ عنہ کے خواب میں آئے اور فرمایا:

ما هذه الجفوة، يا بلال؟ أما آن لک أن تزورني؟ يا بلال!

’’اے بلال! یہ فرقت کیوں ہے؟ اے بلال! کیا تو ہم سے ملاقات نہیں چاہتا؟‘‘

اس کے بعد حضرت بلال رضی اللہ عنہ اَشک بار ہو گئے۔ انہوں نے مدینے کی طرف رختِ سفر باندھا، روضۂ مصطفیٰ ﷺ پر حاضری دی اور بے چین ہو کر غمِ فراق میں رونے اور تبرکاً اپنے چہرے کو روضۂ رسول ﷺ پر ملنے لگے۔(۱)

۵۔ حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ کا قبرِ انور سے تبرک

حضرت داؤد بن صالح سے مروی ہے، وہ بیان کرتے ہیں کہ ایک روز خلیفہ مروان بن الحکم آیا اور اس نے دیکھا کہ ایک آدمی حضور پُر نور ﷺ کی قبرِ انور پر اپنا منہ رکھے ہوئے ہے تو مروان نے اسے کہا: کیا تو جانتا ہے کہ تو یہ کیا کر رہا ہے؟ جب مروان

---

(۱) ۱۔ سبکی، شفاء السقام فی زیارت خیرالأنام: ۳۹

۲۔ ابن حجر مکی، الجوہر المنظم: ۲۷

اس کی طرف بڑھا تو دیکھا کہ وہ حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ ہیں، انہوں نے جواب دیا:

نعم، جئت رسول اللہ ﷺ و لم آت الحجر۔ (۱)

''ہاں (میں جانتا ہوں کہ میں کیا کر رہا ہوں)، میں حضور نبی اکرم ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہوا ہوں کسی پتھر کے پاس نہیں آیا۔''

امام احمد بن حنبلؒ کی بیان کردہ روایت کی اِسناد صحیح ہیں۔ حاکم نے اسے شیخین (بخاری و مسلم) کی شرائط پر صحیح قرار دیا ہے جبکہ ذہبی نے بھی اسے صحیح قرار دیا ہے۔

۶۔ سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں ایک شخص کا قبرِ انور سے تبرک

حضرت مالک دار رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

أصاب الناس قحط فی زمن عمر، فجآء رجل إلی قبر النبی ﷺ، فقال: یارسول اللہ! استسق لأمتک فإنهم قد هلکوا، فأتی الرجل فی المنام، فقیل له: ائت عمر فأقرئه السلام وأخبره أنکم مسقیون، و قل له: علیک الکیس! علیک الکیس! فأتی عمر فأخبره فبکی عمر، ثم قال: یا رب! لا آلو إلا ما عجزت عنه۔ (۲)

---

(۱) ۱۔ أحمد بن حنبل، المسند، ۵:۴۲۲

۲۔ حاکم، المستدرک، ۴:۵۱۵، رقم: ۸۵۷۱

۳۔ طبرانی، المعجم الکبیر، ۴:۱۵۸، رقم: ۳۹۹۹

۴۔ طبرانی، المعجم الأوسط، ۱:۱۹۹، ۲۰۰، رقم: ۲۸۶

۵۔ أیضاً، ۱۰:۱۶۹، رقم: ۹۳۶۲

(۲) ۱۔ ابن ابی شیبه، المصنف، ۶:۳۵۶، رقم: ۳۲۰۰۲

۲۔ بیهقی، دلائل النبوة، ۷:۴۷

۳۔ ابن عبد البر، الاستیعاب فی معرفة الأصحاب، ۳:۱۱۴۹

←

’’حضرت عمر (بن خطاب) رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں لوگ قحط میں مبتلا ہوگئے۔ پھر ایک صحابی حضور نبی اکرم ﷺ کی قبرِ اطہر پر آئے اور عرض کیا: یا رسول اللہ! آپ (اللہ تعالیٰ سے) اپنی امت کے لئے سیرابی مانگئے کیونکہ وہ ہلاک ہو رہی ہے۔ پھر خواب میں حضور ﷺ اس کے پاس آئے اور فرمایا کہ عمر کے پاس جا کر اسے میرا سلام کہو اور اسے بتاؤ کہ تم سیراب کیے جاؤ گے۔ اور عمر سے کہہ دو: عقلمندی اختیار کرو، عقلمندی اختیار کرو۔ پھر وہ صحابی حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس آئے اور ان کو خبر دی تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ رو پڑے۔ فرمایا: اے اللہ! میں کوتاہی نہیں کرتا مگر یہ کہ عاجز ہو جاؤں۔‘‘

آثارِ رسول ﷺ کی بے ادبی کی سزا

حضور نبی اکرم ﷺ کا ادب و احترام واجباتِ ایمان میں سے ہے۔ ادب و احترام کا یہی تقاضا آپ ﷺ کی سنن مقدسہ، احادیثِ مبارکہ حتی کہ آپ ﷺ کے ذکر مبارک کے باب میں بھی ملحوظ رہنا چاہئے۔ اس طرح اہلِ بیتِ اطہار، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سب کی محبت و ادب بھی حضور نبی اکرم ﷺ کی مبارک نسبت سے ضروری ہے۔ ایسے امور کے ملحوظ رکھنے سے اللہ تعالیٰ اہلِ ایمان کو بہت سی ظاہری و باطنی برکات سے نوازتا ہے۔ اس کے برعکس ان کی بے ادبی کرنے سے بہت سی آفات و بلیات نازل ہوتی ہیں جن کا عام لوگوں کو ادراک نہیں ہوتا۔

قاضی عیاضؒ الشفا میں ایک واقعہ بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

أن جَهْجَاهَا الغفَارِيَّ أخذَ قضيبَ النبيِّ ﷺ من يد عثمان رضی اللہ عنہ، و تناوله لِيكسِره على رُكبته، فصاح به الناسُ، فأخذته الأكِلَة فی

...... ۴۔ سبکی، شفاء السقام فی زیارۃ خیر الأنام: ۱۳۰

۵۔ ھندی، کنز العمال، ۸: ۴۳۱، رقم: ۲۳۵۳۵

رُکبته فقطعها، وَمَاتَ قَبْلَ الْحَو لِ.[1]

’’جھجاھا غفاری نے حضور نبی اکرم ﷺ کا عصا مبارک حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے ہاتھ سے چھین لیا اور اسے اپنے گھٹنے پر رکھ کر توڑنے کی (مذموم) کوشش۔ لوگوں نے شور مچا کر اسے روک دیا۔ پھر (اس کو اس بے ادبی کی غیبی سزا اس طرح ملی کہ) اس کے گھٹنے پر پھوڑا نکلا جو ناسور بن گیا جس کی وجہ سے اس کی ٹانگ کاٹ دی گئی اور وہ ایک سال سے کم عرصہ میں مر گیا۔‘‘

خلاصۂ کلام

مذکورہ تمام روایات جو احادیثِ مبارکہ کی معتبر ترین کتب سے ماخوذ اور صحیح ہیں، اس بات کا بیّن ثبوت ہیں کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور تابعینِ عظام و ائمہ کبار حضور نبی اکرم ﷺ کے بعد از وصال بھی آپ ﷺ کے آثار سے برکت حاصل کرتے رہے۔ انہوں نے آپ ﷺ سے منسوب ہر شے کی اسی طرح بے حد تعظیم کی جس طرح وہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ظاہری حیاتِ مبارکہ میں اِن کی تکریم کرتے تھے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم جو تبرکاتِ نبی ﷺ کی حفاظت کا اس قدر اہتمام فرماتے اس سے ان کا مقصد انہیں برائے نمائش محفوظ رکھنا نہیں تھا بلکہ وہ انہیں منبعِ فیوض و برکات اور دافعِ آفات و بلیات سمجھتے تھے۔ ان کے وسیلے سے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں دعا کرتے۔ ان رِوایات سے یہ بھی ثابت ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور دیگر اکابرینِ اُمت نے ان آثار و تبرکات سے نہ صرف یہ کہ فیوض و برکات حاصل کئے بلکہ مقاصدِ جلیلہ بھی پورے کئے۔

www.MinhajBooks.com

(۱) ۱۔ قاضی عیاض، الشفاء بتعریف حقوق المصطفی، ۲: ۶۲۱

۲۔ بخاری، التاریخ الصغیر، ۱: ۷۹، رقم: ۳۱۱

۳۔ عسقلانی، الاصابة فی تمییز الصحابة، ۱: ۵۱۹

باب چہارُم

آثارِ اَولیاء اور صالحین سے تبرک

www.MinhajBooks.com

حضور نبی اکرم ﷺ کی حیات میں اور بعد از وصال آپ ﷺ کے آثار سے برکت حاصل کرنا صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور تابعینِ عظام کی سنت سے ثابت ہے جس پر پچھلے ابواب میں تفصیلی بحث ہو چکی ہے۔ یہ سلسلۂ تبرک صرف آقا علیہ الصلوۃ والسلام کی ذات تک محدود نہیں رہا بلکہ حضور ﷺ کی صحبت اور معیت سے فیض یاب ہونے والے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور پھر ان سے نسبتِ غلامی رکھنے والے تابعین الغرض آج تک آپ ﷺ کی امت میں جتنے اکابر اولیاء، صالحین، محدّثین، فقہاء، مفسرین گزرے ہیں اُن کے متعلقین اُن کے آثار سے برکت حاصل کرتے رہے ہیں۔ ہر ولی اور صالح شخص سے اُن کے متعلقین نے اُن کی حیات میں اور اُن کے وصال کے بعد اُن کی قبور سے برکت حاصل کی ہے۔ زیرِ نظر باب میں احادیثِ مبارکہ کی روشنی میں اولیاء اور صالحین کے بابرکت ہونے کو بیان کرنے کے ساتھ ساتھ تاریخ کے اوراق سے ایسے چند واقعات درج کئے جا رہے ہیں جن سے یہ ثابت ہوگا کہ اکابرینِ اُمت اور عامۃ الناس کا کئی صدیوں سے یہ طریقہ رہا ہے کہ وہ صالحین کے آثار و تبرکات سے فیوض و برکات حاصل کرنے کو اپنی سعادت سمجھتے رہے ہیں۔

۱۔ برکاتِ اولیاء کے سبب فتح و نصرت اور رزق کی فراہمی

حضور نبی اکرم ﷺ نے اپنے کثیر ارشاداتِ عالیہ میں اولیاء اور صلحاء کے وجود کو اپنی امت کے لئے بابرکت فرمایا ہے۔ یہاں چند احادیثِ مبارکہ درج کی جاتی ہیں جن سے یہ عیاں ہوگا کہ اولیاء اللہ کی ذوات امت کے لئے مختلف مواقع پر فتح و نصرت الٰہی اور رزق کی فراہمی کا باعث بنتی ہیں۔

www.MinhajBooks.com منہاج انٹرنیٹ بیورو کی پیشکش

۱۔ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

يَأْتِي عَلَى النَّاسِ زَمَانٌ فَيَغْزُوْ فِئَامٌ مِنَ النَّاسِ فَيُقَالُ: هَلْ فِيْكُمْ مَنْ صَاحَبَ رَسُوْلَ اللهِ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم؟ فَيَقُوْلُوْنَ: نَعَمْ، فَيُفْتَحُ لَهُمْ، ثُمَّ يَأْتِي عَلَى النَّاسِ زَمَانٌ فَيَغْزُوْ فِئَامٌ مِنَ النَّاسِ فَيُقَالُ: هَلْ فِيْكُمْ مَنْ صَاحَبَ أَصْحَابَ رَسُوْلِ اللهِ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم؟ فَيَقُوْلُوْنَ: نَعَمْ، فَيُفْتَحُ لَهُمْ، ثُمَّ يَأْتِي عَلَى النَّاسِ زَمَانٌ فَيَغْزُوْ فِئَامٌ مِنَ النَّاسِ فَيُقَالُ: هَلْ فِيْكُمْ مَنْ صَاحَبَ مَنْ صَاحَبَ أَصْحَابَ رَسُوْلِ اللهِ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم؟ فَيَقُوْلُوْنَ: نَعَمْ فَيُفْتَحُ لَهُمْ. (۱)

’’لوگوں پر ایک ایسا زمانہ آئے گا جب لوگوں کی ایک بڑی جماعت جہاد کرے گی تو ان سے پوچھا جائے گا: کیا تم میں سے کوئی ایسا شخص ہے جو حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صحبت میں رہا ہو؟ پس وہ لوگ کہیں گے: ہاں (ایسا شخص ہمارے درمیان موجود ہے)۔ تو انہیں (اس صحابی رسول کی وجہ سے) فتح عطا کر دی جائے گی۔ پھر لوگوں پر ایک ایسا زمانہ آئے گا کہ جب لوگوں کی ایک بڑی جماعت جہاد کرے گی تو ان سے پوچھا جائے گا: کیا تم میں کوئی ایسا شخص ہے جس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اصحاب کی صحبت پائی ہو؟ وہ کہیں گے: ہاں۔ پھر انہیں (اس تابعی کی وجہ سے) فتح عطا کر دی جائے گی۔ پھر لوگوں پر ایسا زمانہ آئے گا کہ ایک کثیر جماعت جہاد کرے گی تو ان سے پوچھا جائے گا: کیا

---

(۱) ۱۔ بخاری، الصحیح، کتاب فضائل الصحابة، باب: فضائل أصحاب النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، ۳: ۱۳۳۵، رقم: ۳۴۴۹

۲۔ مسلم، الصحیح، کتاب: فضائل الصحابة، باب: فضل الصحابة ثم الذین یلونهم ثم الذین یلونهم، ۴: ۱۹۶۲، رقم: ۲۵۳۲

۳۔ أحمد بن حنبل، المسند، ۳: ۷، رقم: ۱۰۵۶

۴۔ ابن حبان، الصحیح، ۱۱: ۸۶، رقم: ۴۷۶۸

تمہارے درمیان کوئی ایسا شخص ہے جس نے رسول اللہ ﷺ کے اصحاب کی صحبت پانے والوں کی صحبت پائی ہو؟ وہ کہیں گے: ہاں، تو انہیں (تبع تابعی کی وجہ سے) فتح عطا کر دی جائے گی۔‘‘

۲۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ عراق میں تھے کہ آپ کے پاس اہلِ شام کا ذکر کیا گیا۔ لوگوں نے کہا: امیر المؤمنین! آپ اہلِ شام پر لعنت بھیجیں۔ آپ نے فرمایا: نہیں، میں لعنت نہیں بھیجتا کیونکہ میں نے حضور نبی اکرم ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا ہے:

الأَبْدَالُ يَكُوْنُوْنَ بِالشَّامِ وَ هُمْ أَرْبَعُوْنَ رَجُلاً، كُلَّمَا مَاتَ رَجُلٌ، أَبْدَلَ اللهُ مَكَانَهُ رَجُلًا يُسْقَى بِهِمِ الْغَيْثُ وَيُنْتَصَرُ بِهِمْ عَلَى الْأَعْدَاءِ، وَيُصْرَفُ عَنْ أَهْلِ الشَّامِ بِهِمِ الْعَذَابُ. (۱)

’’شام میں (ہمیشہ) چالیس ابدال موجود رہیں گے، ان میں سے جب بھی کوئی مرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کی جگہ کسی دوسرے کو ابدال بنا دیتے ہیں۔ ان کی وجہ سے اہلِ شام بارش سے سیراب کیے جاتے ہیں۔ دشمنوں پر ان کو ابدال کے وسیلے سے فتح عطا کی جاتی ہے اور ان کی برکت سے اہلِ شام سے عذاب کو ٹال دیا جاتا ہے۔‘‘

ملا علی قاریؒ مرقاۃ المفاتیح شرح مشکوٰۃ المصابیح میں مذکورہ حدیث کی شرح کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

أي ببركتهم أو بسبب وجودهم فيما بهم يدفع البلاء عَنْ هَذِهِ الْأُمَّةِ. (۲)

---

(۱) ۱۔ أحمد بن حنبل، المسند، ۱: ۱۱۲

۲۔ طبراني، المعجم الكبير، ۱۰: ۶۳، رقم: ۱۰۳۹۰

۲۔ هيثمی، مجمع الزوائد ومنبع الفوئد، ۱۴: ۲۱۱

(۲) ملا علی قاری، مرقاة المفاتيح شرح مشكوة المصابيح، ۱: ۴۶۰

’’ابدالوں کی برکت اور ان میں ان کے وجود مسعود کے سبب بارشیں ہوتی ہیں، دشمنوں پر فتح حاصل ہوتی ہے اور ان کی برکت سے اُمتِ محمدیہ سے بلائیں دور ہوتی ہیں۔‘‘

۳۔ حضرت ابوقلابہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

لَا يَزَالُ فِي أُمَّتِي سَبْعَةٌ (وفي رواية: سَبْعَةٌ) لَا يَدْعُوْنَ اللهَ بِشَيءٍ إِلَّا اسْتَجَابَ لَهُمْ، بِهِمْ تُنْصَرُوْنَ وَبِهِمْ تُمْطَرُوْنَ، وَحَسِبْتُ أَنَّهُ قَالَ: وَبِهِمْ يُدْفَعُ عَنْكُمْ. (۱)

’’میری امت میں ہمیشہ کچھ لوگ (ایک روایت میں ہے کہ سات اشخاص) ایسے ہوتے ہیں جو اللہ تعالیٰ سے جب بھی کوئی چیز مانگتے ہیں اللہ تعالیٰ انہیں عطا فرما دیتا ہے۔ انہی کے ذریعے تمہاری مدد کی جاتی ہے اور انہی کے ذریعے تم پر بارش برسائی جاتی ہے۔ اور (راوی بیان کرتے ہیں) میرے خیال میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ بھی فرمایا: اور انہی کے ذریعے تم سے مصیبتوں کو ٹالا جاتا ہے۔‘‘

۴۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

لَنْ تَخْلُوَ الْأَرْضُ مِنْ أَرْبَعِيْنَ رَجُلًا مِثْلَ إِبْرَاهِيْمَ خَلِيْلِ الرَّحْمٰنِ، فَبِهِمْ يُسْقَوْنَ، وَبِهِمْ يُنْصَرُوْنَ، مَا مَاتَ مِنْهُمْ أَحَدٌ إِلَّا أَبْدَلَ اللهُ مَكَانَهُ آخَرَ. وَقَالَ قَتَادَةُ: لَسْنَا نَشُكُّ أَنَّ الْحَسَنَ مِنْهُمْ. (۲)

---

(۱) ۱۔ أبوداود، مراسیل، ۱: ۲۳۶، رقم: ۳۰۹

۲۔ ابن مبارك، الجهاد، ۱: ۱۵۳، رقم: ۱۹۵

۳۔ معمر بن راشد، الجامع، ۱۱: ۲۵۰

(۲) ۱۔ طبراني، المعجم الأوسط، ۴: ۲۴۷، رقم: ۴۱۰۱

۲۔ هيثمي، مجمع الزوائد، ۱۰: ۶۳ (امام ہیثمی نے کہا ہے کہ اس حدیث کی اسناد صحیح ہے۔)

’’زمین کبھی بھی (ایسے) چالیس آدمیوں سے خالی نہیں ہو گی جو خلیل اللہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی مانند ہوں گے۔ انہی کے تصدق سے لوگوں کو سیراب کیا جائے گا اور انہی کے صدقے ان کی مدد کی جائے گی۔ ان میں سے کوئی آدمی اس دنیا سے پردہ نہیں کرتا مگر یہ کہ اللہ تعالیٰ اس کی جگہ کسی اور آدمی کو لے آتا ہے۔

’’حضرت قتادہ بیان کرتے ہیں ہم اس میں کچھ شک نہیں کرتے کہ حضرت حسن (بصری) ان میں سے ہیں۔‘‘

۵۔ حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

لَا يَزَالُ فِي أُمَّتِي ثَلَاثُوْنَ، بِهِمْ تَقُوْمُ الْأَرْضُ، وَبِهِمْ تُمْطَرُوْنَ وَبِهِمْ تُنْصَرُوْنَ.

وَقَالَ قَتَادَةُ: إِنِّي أَرْجُوْ أَنْ يَّكُوْنَ الْحَسَنُ مِنْهُمْ. (۱)

’’میری امت میں ہمیشہ تیس آدمی (ابدال) رہیں گے جن کے صدقے یہ زمین قائم و دائم رہے گی اور جن کے تصدق سے تم پر بارش برسائی جائے گی اور جن کے ذریعے تمہاری مدد کی جائے گی۔

’’حضرت قتادہ فرماتے ہیں کہ میں امید کرتا ہوں کہ حضرت حسن بصری بھی ان میں سے ہوں گے۔‘‘

۶۔ حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

---

(۱) ۱۔ هيثمي، مجمع الزوائد، ۱۰: ۶۳ (امام ہیثمی کی تحقیق کے مطابق اس حدیث کے رجال صحیح ہیں۔)
۲۔ ابن کثير، تفسير القرآن العظيم، ۱: ۳۰۴
۳۔ عظيم آبادي، عون المعبود، ۸: ۱۵۱

إن لله خلقًا خلقهم لحوائج الناس، تفزع الناس إليهم فی حوائجهم أولٰئک الآمنون من عذاب الله.[1]

’’بیشک اللہ تعالیٰ کے کچھ خاص بندے ایسے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں مخلوق کی حاجت روائی کیلئے خاص فرمایا ہے۔ لوگ گھبرائے ہوئے اپنی حاجتیں ان کے پاس لے آتے ہیں۔ یہی وہ بندے ہیں جو عذابِ الٰہی سے مامون ہیں۔‘‘

درج بالا احادیثِ مبارکہ سے یہ نتیجہ اخذ ہوا کہ امتِ مسلمہ میں ہر زمانہ میں اللہ رب العزت کے کچھ اولیاء، صالحین اور مقرب یافتگان بندے موجود ہوتے ہیں۔ اللہ عزوجل اپنے اِن صالح بندوں کی برکات کے سبب سے امتِ مسلمہ کو فتح و نصرت، بارش اور رزق سے نوازنے کے ساتھ ساتھ اِن سے اپنے عذاب کو بھی رفع فرماتا ہے۔

۲۔ اجسادِ اولیاء کو بوسہ دینے سے تبرک

تاریخ میں ایسے واقعات بے شمار ہیں جن کے مطالعہ سے یہ حقیقت واضح ہوئی ہے کہ امتِ مسلمہ کے ہر دور میں اکابر اولیاء اور عامۃ الناس اپنے زمانہ کی متبرک اور مقدس شخصیات کے ہاتھ، پاؤں اور سَر چوم کر اُن کے فیوض و برکات کو سمیٹتے رہے ہیں۔ ذیل میں اسی حوالے سے چند واقعات درج کئے جاتے ہیں۔

۱۔ حضرت عبد الرحمٰن بن رزین روایت کرتے ہیں کہ ہم ربذۃ کے مقام سے گزرے تو ہم سے کہا گیا کہ یہ حضرت سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ ہیں، تو میں اُن کے پاس آیا اور ہم نے ان کو سلام کیا۔ پس انہوں نے اپنے ہاتھ باہر نکال کر کہا:

بايعت بهاتين نبيّ الله صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فأخرج كفاله ضخمة كأنها كف بعير فقمنا إليها فقبّلناها.[2]

’’میں نے ان دونوں ہاتھوں سے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بیعت کی ہے تو انہوں نے

(۱) هيثمی، مجمع الزوائد ومنبع الفوئد، ۸: ۱۹۲

(۲) بخاری، الأدب المفرد، ۱: ۳۳۸، باب تقبيل اليد، رقم: ۹۷۳

اپنی بھاری بھرکم ہتھیلی نکالی گویا کہ وہ اونٹنی کی ہتھیلی کی مانند تھی پس ہم اس کی طرف بڑھے اور ران کی ہتھیلی کو بوسہ دیا۔‘‘

۲۔ امام ابونعیم اصبہانی نے بھی حضرت یونس بن مَیْسَرَہ سے مروی اسی طرح کا ایک واقعہ درج کیا ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ ہم ایک روز یزید بن اسود عائدین کے پاس گئے۔ اُن کے پاس حضرت واثلہ بن اسقع رضی اللہ عنہ تشریف لائے:

فلما نظر إليه مدّ يده فأخذ يده فمسح بها وجهه وصدره لأنه بايع رسول الله صلی الله عليه وآله وسلم. (۱)

’’پس جب حضرت واثلہ رضی اللہ عنہ نے انہیں دیکھا تو اپنا ہاتھ آگے کیا، انہوں نے ہاتھ لے کر (حصولِ برکت کے لئے) اپنے چہرے اور سینے پر مَلا کیونکہ انہوں نے حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے (اسی ہاتھ سے) بیعت کی تھی۔‘‘

۳۔ تابعیِ کبیر حضرت ثابتؒ نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ

أمسست النبی صلی الله عليه وآله وسلم بيدک؟ قال: نعم! فقبّلها. (۲)

’’کیا آپ نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اپنے ہاتھ سے چھوا ہے تو آپ نے کہا کہ ہاں، پھر ثابتؒ نے حضرت انس رضی اللہ عنہ کے ہاتھ کو چوما۔‘‘

۴۔ یحیٰی بن ذماری فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت واثلہ بن اسقع رضی اللہ عنہ سے مل کر کہا:

بايعت بيدک هذه رسول الله صلی الله عليه وآله وسلم؟ فقال: نعم، قلت: أعطنی يدک أقبّلها فأعطانيها فقبّلتها. (۳)

’’آپ نے اس ہاتھ سے حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بیعت کی ہے؟ انہوں نے

---

(۱) أبو نعيم أصبهانی، حلية الأولياء، ۹: ۳۰۶

(۲) بخاری، الأدب المفرد، ۱: ۳۳۸، باب تقبيل اليد، رقم: ۹۷۴

(۳) ۱۔ طبرانی، المعجم الکبير، ۲۲: ۹۴، رقم: ۲۲۶

۲۔ هيثمی، مجمع الزوائد، ۸: ۴۲

کہا: ہاں! تو میں نے کہا کہ اپنا ہاتھ میری طرف کریں کہ میں اسے بوسہ دوں تو انہوں نے اس کو میری طرف کیا تو میں نے اسے بوسہ دیا۔‘‘

۵۔ حضرت صہیب رضی اللہ عنہ کہتے ہیں:

رأيت عليًا يقبّل يد العباس ورجليه.[1]

’’میں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو دیکھا کہ انہوں نے حضرت عباس رضی اللہ عنہ کے ہاتھ اور پاؤں کو بوسہ دیا۔‘‘

سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو حضرت عباس رضی اللہ عنہ پر افضلیت حاصل ہے مگر چچا اور صالح ہونے کی وجہ سے آپ نے اُن کے ہاتھ اور پاؤں کا بوسہ لیا۔

۶۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے امام عالی مقام حسن بن علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہما سے ملاقات کی اور اُن سے عرض کیا:

أرني الموضع الذي قبّله رسول الله صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، فرفع الحسن ثوبه، فقبّل سرّته.[2]

’’آپ مجھے وہ جگہ دکھائیں جہاں حضور علیہ الصلاۃ والسلام نے بوسہ لیا ہے، امام حسن رضی اللہ عنہ نے اپنے جسم سے کپڑا سرکا دیا تو انہوں نے آپ کی ناف کا بوسہ لیا۔‘‘

ذہن نشین رہے کہ جمیع صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سب سے زیادہ احادیث کے راوی ہیں، اسقدر عظیم البرکت شخصیت ہونے کے باوجود بھی انہوں نے اہلِ بیتِ اطہار سے فیض اور برکت حاصل کرنا ضروری سمجھا۔

---

(۱) بخاری، الأدب المفرد، ۱: ۳۳۹، باب تقبیل الید، رقم: ۹۷۶

(۲) خطیب بغدادی، تاریخ بغداد، ۹: ۹۴، رقم: ۴۶۷۷

۷۔ صاحب الصحیح امام مسلم نے برکت حاصل کرنے کے لئے امام بخاری کی پیشانی پر بوسہ دیا اور پھر عرض کیا:

دعني حتى أقبّل رجليک، يا أستاذ الأستاذين وسيد المحدّثين وطبيب الحديث في علله.(۱)

’’اے استاذوں کے استاذ، سید المحدّثین اور عللِ حدیث کے طبیب! آپ مجھے اجازت دیں تو میں آپ کے پاؤں کا بوسہ لے لوں۔‘‘

۸۔ عظیم نقاد محدّث امام ابوحاتم کہتے ہیں کہ جب ابو مسہر عبدالاعلیٰ دمشقی غسانی (متوفی ۲۱۸ھ) مسجد میں تشریف لاتے تو

اصطفّ الناس يسلّمون عليه ويقبّلون يده.(۲)

’’لوگ صف در صف اُن کو سلام کرتے اور اُن کے ہاتھوں کا بوسہ لیتے۔‘‘

۹۔ علامہ ابنِ جوزی اور امام ذہبی، امام ابوقاسم سعد بن علی بن محمد الزنجانیؒ (م ۴۷۱ھ) کے متعلق لکھتے ہیں:

كان إذا خرج إلى الحرم، يخلون المطاف ويقبّلون يده أكثر من تقبيل الحجر.(۳)

’’جب وہ حرم میں تشریف لاتے تو لوگ طواف کو چھوڑ دیتے اور حجرِ اسود کو چومنے سے بھی بڑھ کر اُن کے ہاتھوں کو بوسہ دیتے۔‘‘

www.MinhajBooks.com

---

(۱) ابن نقطه، التقييد لمعرفة رواة السنن والمسانيد، ۱: ۳۳

(۲) خطيب بغدادى، تاريخ بغداد، ۱۱: ۷۳

(۳) ۱۔ ابن جوزى، صفة الصفوة، ۲: ۲۶۶، رقم: ۲۲۴

۲۔ ذهبى، تذكرة الحفاظ، ۳: ۱۱۷۵، رقم: ۱۰۲۶

۱۰۔ حافظ ابنِ کثیر، فقیہ زاہد ابوجعفر شریف حنبلی کے بارے میں درج کرتے ہیں:

يدخل عليه الفقهاء وغيرهم، ويقبلون يده ورأسه. (۱)

’’فقہاء اور دیگر حضرات اُن کے پاس آتے تو (برکت کی غرض سے) اُن کے ہاتھ اور سر کا بوسہ لیتے۔‘‘

۱۱۔ علامہ ابن العماد حنبلی، زاہد ابوبکر بن عبدالکریم حنبلی (متوفی ۶۳۵ھ) کے ترجمہ میں لکھتے ہیں:

كان شيخاً صالحاً متديناً ورعاً، منقطعاً عَن النَّاسِ في قريته يقصده الناس لزيارته والتبرك به. (۲)

’’آپ بزرگ، صالح، دیندار اور زاہد شخص تھے، اپنی بستی میں لوگوں سے تنہا رہتے تھے، لوگ اُن کی زیارت کے لئے اور اُن سے برکت حاصل کرنے کی غرض سے اُن کے پاس حاضر ہوتے۔‘‘

مندرجہ بالا تمام آثار اور واقعات اس بات پر شاہد ہیں کہ آج بھی اگر کوئی مرید، شاگرد یا سالک اپنے شیخ، مربی اور مرشد کے ہاتھ، پاؤں اور سَر کا بوسہ لے تو وہ شرک نہیں ہو گا بلکہ عین صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی سنتِ فعلی اور ائمہ سلف صالحین کی اتباع ہو گی۔ اگر شیخ یا کسی بزرگ و متبرک ہستی کے تبرکاً ہاتھ پاؤں چومنے کی کوئی ممانعت ہوتی یا اس میں کسی شرک کا شائبہ پایا جاتا تو تاجدارِ کائنات حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جانثار صحابہ اور بعد میں آنے والے اُن کے متبعین ائمہ کرام کبھی بھی اس عمل کو بجا لانے کی جرأت نہ کرتے۔ اب چونکہ اس پر کوئی ممانعت وارد نہیں ہوئی لہٰذا اگر آج ہم میں سے کوئی بھی حصولِ برکت کی نیت سے اپنے شیخ کے ہاتھ پاؤں چومے گا تو وہ اتباعِ صحابہ ہی پر عمل کر رہا ہوگا۔

(۱) ابن كثير، البداية والنهاية، ۱۲: ۱۱۹

(۲) ابن العماد، شذرات الذهب، ۳: ۱۷۱

۳۔ تبرکاً صالحین کی دست بوسی سے متعلق اَئمہ اَربعہ کی تصریحات

مذاہبِ اربعہ کے فقہاء ائمہ نے اولیاء اور صالحین کے ہاتھوں اور پاؤں کو برکت حاصل کرنے کی غرض سے چومنے کو جائز، مستحب اور مسنون قرار دیا ہے۔ اس پر درج ذیل اقوالِ فقہاء ملاحظہ فرمائیں۔

(۱) احناف کا مؤقف

۱۔ امام ابنِ نجیم حنفی (متوفی ۹۷۰ھ) لکھتے ہیں:

رخّص السرخسي وبعض المتأخرين في تقبيل يد العالم المتورع والزاهد على وجه التبرک. (۱)

’’امام سرخسی اور بعض متاخرین ائمہ نے حصولِ برکت کے لئے عالم، متقی اور زاہد شخص کے ہاتھوں کو چومنے کی رخصت دی ہے۔‘‘

۲۔ علامہ علاء الدین حصکفی حنفی (۱۰۸۸ھ) رقمطراز ہیں:

لا بأس بتقبيل يد الرجل العالم والمتورع على سبيل التبرک. (۲)

’’حصولِ برکت کی غرض سے عالم اور زاہد شخص کا ہاتھ چومنے میں کوئی حرج نہیں۔‘‘

(۲) مالکیہ کا مؤقف

۳۔ علامہ ابنِ بطال بکری قرطبی نے تقبیلِ ید پر امام مالک کا فتویٰ بیان کیا ہے:

---

(۱) ابن نجيم، البحر الرائق شرح كنز الدقائق، ۸: ۲۲۶

(۲) حصكفی، الدر المختار، ۶: ۳۸۳

إنما كرهها مالك إذا كانت على وجه التكبر والتعظم، وأما إذا كانت على وجه القربة إلى الله لدينه أو لعلمه أو لشرفه فإن ذلك جائز. [(۱)]

’’اگر تکبر اور بڑائی کے پیشِ نظر کسی کا ہاتھ چوما جائے تو امام مالک نے اسے ناپسندیدہ قرار دیا ہے لیکن اگر یہ عمل کسی شخص کے دین، علم اور شرف کے باعث اللہ رب العزت کے ہاں قربت چاہنے کی وجہ سے ہو تو جائز ہے۔‘‘

(۳) شوافع کا مؤقف

۴۔ شارحِ صحیح مسلم امام محیی الدین نووی شافعی (متوفی ۶۷۶ھ) فرماتے ہیں:

(الرابعة) يستحبّ تقبيل يد الرجل الصالح والزاهد والعالم ونحوهم من أهل الآخرة. [(۲)]

’’(چوتھا مسئلہ) صالح، زاہد، عالم اور ان جیسے دیگر آخرت کی فکر رکھنے والے اشخاص کا ہاتھ چومنا مستحب ہے۔‘‘

۵۔ علامہ محمد شربینی شافعی لکھتے ہیں:

ويسنّ تقبيل يد الحي لصلاح ونحوه من الأمور الدينية كعلم وزهد. [(۳)]

’’امورِ دینیہ مثلاً زہد اور علم سے تعلق رکھنے والے زندہ صالح شخص کا ہاتھ چومنا سنت سے ثابت ہے۔‘‘

www.MinhajBooks.com

---

(۱) عسقلانی، فتح الباری شرح صحیح البخاری، ۱۱: ۵۷

(۲) نووی، المجموع شرح المهذب، ۴: ۵۱۶

(۳) شربینی، الإقناع فی حل ألفاظ أبي شجاع، ۲: ۴۰۸

۶۔ علامہ شروانی شافعی کہتے ہیں:

قد تقرّر أنه يسنّ تقبيل يد الصالح بل ورجله.[1]

’’یہ بات پایۂ تحقیق کو پہنچ چکی ہے کہ صالح شخص کے ہاتھ اور پاؤں کو چومنا مسنون عمل ہے۔‘‘

(۴) حنابلہ کا مؤقف

۷۔ علامہ منصور بن یونس بن ادریس البھوتی حنبلی (متوفی ۱۰۵۱ھ) صالحین کے ہاتھوں کو چومنے کے بارے لکھتے ہیں:

ولا بأس بتقبيل الرأس واليد لأهل العلم والدين ونحوهم.[2]

’’اہلِ علم و دین اور اِن جیسی دیگر شخصیات کا سَر اور ہاتھ چومنے میں کوئی حرج نہیں۔‘‘

۸۔ اسی بحث کو جاری رکھتے ہوئے علامہ بہوتی آگے لکھتے ہیں:

يباح تقبيل اليد والرأس تديناً وإكراماً واحتراماً مع أمن الشهوة.[3]

’’کسی کی دینداری، اکرام اور احترام کے سبب سَر اور ہاتھ چومنا مباح ہے بشرطیکہ شہوتِ نفسانی سے محفوظ ہو۔‘‘

مذاہبِ اربعہ کے اَجل ائمہ کی درج بالا تصریحات سے معلوم ہوا کہ امتِ مسلمہ کے کسی صالح، متقی، پرہیزگار، زاہد، عالم اور دیندار شخص کے ہاتھ، پاؤں اور سر کو حصولِ

(۱) شروانی، حواشی الشروانی، ۴: ۸۴

(۲) بھوتی، کشاف القناع عن متن الإقناع، ۲: ۱۵۶

(۳) بھوتی، کشاف القناع عن متن الإقناع، ۲: ۱۵۷

برکت کے لئے چومنا مسنون، مستحب اور مباح ہے۔ کسی بھی شخص کے ہاتھ پاؤں چومنے کو اُس صورت مکروہ اور ناپسندیدہ قرار دیا گیا ہے جبکہ اس کے باعث غرور، تکبر، بڑائی اور نفسانی خواہشات کی رو میں بہکنے کا اندیشہ ہو لیکن اگر کوئی مرید یا شاگرد محض تبرک کی نیت سے اپنے شیخ اور استاذ کا ہاتھ پیر چومتا ہے تو وہ جائز ہے۔

۴۔ اجسادِ اولیاء سے منسوب اشیاء سے تبرک

ا۔ (امام شافعی کے تلمیذ) ربیع بن سلیمان کہتے ہیں کہ امام شافعی مصر تشریف لائے تو انہوں نے مجھ سے کہا: میرا یہ خط سلامتی سے ابوعبداللہ احمد بن حنبل تک پہنچا دو اور مجھے جواب لا کر دو۔ ربیع کہتے ہیں کہ میں وہ خط لے کر بغداد پہنچا تو نمازِ فجر کے وقت امام احمد بن حنبل سے میری ملاقات ہوئی پس جب وہ حجرہ سے باہر تشریف لائے تو میں نے خط اُن کے سپرد کرتے ہوئے کہا کہ یہ خط آپ کے بھائی شافعی نے آپ کو مصر سے بھیجا ہے۔ امام احمد نے مجھ سے کہا: کیا تو نے اسے پڑھا ہے؟ میں نے کہا: نہیں! انہوں نے مہر توڑ کر اسے پڑھا تو ان کی آنکھیں بھر آئیں، میں نے پوچھا: ابوعبداللہ کیا ہوا، اس میں کیا لکھا ہے؟ انہوں نے فرمایا: امام شافعی نے مجھے لکھا ہے کہ انہوں نے خواب میں حضور نبی اکرم ﷺ کی زیارت کی ہے۔ آپ ﷺ نے انہیں فرمایا ہے کہ ابوعبداللہ کو خط لکھو، اسے سلام لکھ کر کہو کہ تمہیں عنقریب آزمایا جائے گا اور تمہیں خلقِ قرآن (کے باطل عقیدہ) کی دعوت دی جائے گی سو تم اسے قبول نہ کرنا، اللہ تعالیٰ تمہیں قیامت کے روز باعزت عالم دین کے طور پر اٹھائے گا۔ اس کے بعد ربیع بیان کرتے ہیں:

فقلت له: البشارة يا أبا عبدالله، فخلع أحد قميصه الذي يلي جلده فأعطانيه، فأخذت الجواب، فخرجت إلى مصر وسلمته إلى الشافعي. فقال: أيش الذي أعطاک. فقلت: قميصه. فقال الشافعي: ليس نفجعک به، ولکن بلّه وادفع إلي الماء لأتبرک به.(۱)

(۱) تاج الدين سبکی، طبقات الشافعية الکبری، ۲: ۳۶

’’میں نے اُن سے کہا: ابو عبداللہ! آپ کو تو خوشخبری ملی ہے۔ انہوں نے اپنے جسم سے مَس کردہ قمیص اتار کر مجھے عنایت کی، میں اُن سے جواب لے کر مصر میں امام شافعی کے پاس حاضر ہوا تو آپ نے فرمایا: انہوں نے تمہیں کوئی چیز عطا کی ہے؟ میں نے کہا: اپنی قمیص، امام شافعی نے فرمایا: ہم تمہیں اس کے بارے زیادہ تکلیف میں مبتلا نہیں کرتے، مگر اتنا کردو کہ اسے گیلا کر کے ہمارے حوالے کرو تاکہ ہم اس سے برکت حاصل کریں۔‘‘

۲۔ امیر المؤمنین فی الحدیث امام سفیان ثوری (متوفی ۱۶۱ھ) اپنے زمانہ کے اولیاء کے پاس تبرک کے لئے حاضر ہوئے، امام احمد بن عبداللہ عجلی نے کوفہ کے ایک عبادت گزار محدّث عمرو بن قیس الملائی کوفی کے ترجمہ میں لکھا ہے:

كان سفيان يأتيه يسلّم عليه يتبرک به. (۱)

’’سفیان ثوری اُن کے پاس حاضر ہوتے، انہیں سلام کہتے اور ان سے برکت حاصل کرتے۔‘‘

۳۔ سلطان محمود غزنوی کو سومنات کی جنگ میں حضرت خواجہ ابوالحسن خرقانیؒ کے جبے کی برکت سے اللہ تعالیٰ نے انہیں فتح و نصرت عطا فرمائی تھی۔ حضرت شیخ فرید الدین عطارؒ تذکرۃ الاولیاء کے صفحہ نمبر ۳۴۴ پر بیان کرتے ہیں:

’’سلطان محمود غزنوی کے پاس حضرت خواجہ ابوالحسن خرقانیؒ کا جبّہ مبارک تھا۔ سومنات کی جنگ میں ایک موقع پر خدشہ ہوا کہ مسلمانوں کو شکست ہو جائے گی، سلطان محمود غزنوی اچانک گھوڑے سے اتر کر ایک گوشے میں چلے گئے اور وہ جبّہ ہاتھ میں لے کر سجدے میں گر گئے اور دعا مانگی:

اللّهم، انصرنا على هؤلاء الكفّار ببركة صاحب هذه الخرقة،

(۱) عجلی، معرفة الثقات، ۲: ۱۸۲

و کل ما يحصل لی من أموال الغنيمة فهو صدقة علی الفقراء. [1]

’’یا اللہ! اس جبے والے کی برکت سے ہمیں کافروں پر فتح و نصرت عطا فرما اور جو کچھ مال غنیمت ہاتھ آئے گا وہ سب درویشوں پر صدقہ ہوگا۔‘‘

اس کے بعد شیخ فرید الدین عطارؒ بیان کرتے ہیں:

’’اچانک دشمن کی طرف سے شور اُٹھا اور تاریکی چھا گئی اور کافر آپس میں ایک دوسرے کو قتل کرنے لگے اور مختلف حصوں میں بٹ گئے۔ لشکرِ اسلام کو فتح حاصل ہوگئی۔ اس رات محمود غزنوی نے حضرت ابو الحسن خرقانیؒ کو خواب میں فرماتے ہوئے سنا:

يا محمود، لم تعرف مكانة خرقتنا فی حضرة الله سبحانه وتعالی، لو سألت الله جل جلاله فی تلك السّاعة إسلام جميع الكفار لأسلموا. [2]

’’اے محمود! تم نے دربار الٰہی میں ہمارے جبے کی قدر نہ کی۔ اگر تم اللہ سبحانہ وتعالیٰ سے اُس لمحے تمام کافروں کے لیے قبولیتِ اسلام کی درخواست کرتے تو (اس کی برکت سے) وہ سب اِسلام قبول کر لیتے۔‘‘

۵۔ قبورِ اولیاء و صالحین سے تبرک

جمہور امتِ مسلمہ میں حصولِ برکت کا ایک ذریعہ قبورِ اولیاء و صالحین پر حاضری بھی رہا ہے۔ تاریخِ اسلام میں شاید ہی کوئی ایسی بابرکت ہستی گزری ہوگی جس کی قبر مبارک پر عامۃ الناس اور اکابرینِ امت نے حاضری نہ دی ہو۔ انبیاء کرام علیہم السلام سے لے کر اہلِ بیتِ نبوی ﷺ، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم، صالحین، زاہدین، محدّثین اور اولیاء رحمۃ اللہ تعالی علیہم کی قبور پر حاضری امتِ مسلمہ کی تاریخ کا حصہ رہی ہے۔ سطورِ ذیل میں اسی حوالے سے دلیل کے طور پر چند صالحین کی قبور پر عامۃ الناس اور ائمہ کی حاضری کے واقعات درج کئے جاتے ہیں۔

(۱) فريد الدين عطارؒ، تذكرة الأولياء: ۳۴۴

(۲) فريد الدين عطارؒ، تذكرة الأولياء: ۳۴۵

(۱) حضرت حمزہ بن عبد المطلب رضی اللہ عنہ کی قبر سے تبرک

امام شمس الدین سخاوی (متوفی ۹۰۲ھ) حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چچا حضرت حمزہ بن عبد المطلب رضی اللہ عنہ کے ترجمہ میں لکھتے ہیں:

وجعل علی قبره قبة فهو يزار ويتبرک به. (۱)

''اُن کی قبر مبارک پر قبہ بنایا گیا، اس کی زیارت کی جاتی ہے اور اس سے برکت حاصل کی جاتی ہے۔''

(۲) حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ کی قبر سے تبرک

امام ابنِ عبد البر **الاستیعاب فی معرفة الأصحاب** میں نقل کرتے ہیں کہ حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ اکابر صحابہ رضی اللہ عنہم میں سے تھے۔ معرکۂ قسطنطنیہ میں آپ شریکِ جہاد ہوئے۔ دشمن کی سرحد کے قریب آپ رضی اللہ عنہ بیمار پڑ گئے۔ مرض نے شدت اختیار کی تو وصیت فرمائی:

إذا أنا متّ فاحملوني، فإذا صاففتم العدو فادفنوني تحت أقدامكم. (۲)

''جب میں فوت ہو جاؤں تو میری میت ساتھ اُٹھا لینا، پھر جب دشمن کے سامنے صف آرا ہو جاؤ تو مجھے اپنے قدموں میں دفن کر دینا۔''

چنانچہ آپ کی وصیت پر عمل کرتے ہوئے مجاہدینِ اسلام نے آپ کو قلعہ کے دامن میں دفن کر دیا اور دشمنوں کو متنبہ کیا کہ اگر اس جلیل القدر صحابی رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی قبر کی

---

(۱) شمس الدين سخاوی، التحفة اللطيفة في تاريخ المدينة الشريفة، ۱:۳۰۷

(۲) ابن عبد البر، الاستيعاب فی معرفة الأصحاب، ۱: ۴۰۴۔۴۰۵

بے حرمتی کی گئی تو بلادِ اسلامیہ میں اُن کا کوئی گرجا محفوظ نہ رہے گا۔ چنانچہ آپ رضی اللہ عنہ کی قبر مبارک کا دشمن بھی احترام کرنے پر مجبور ہوگئے اور بہت جلد اس کے فیوض و برکات کا لوگوں کو پتہ چل گیا کہ یہاں کی جانے والی دعا ضرور قبول ہوتی ہے۔ علامہ ابنِ عبد البر مزید فرماتے ہیں:

وقبر أبی أیوب قرب سورها معلوم ...... یستسقون به، فیسقون.[1]

''حضرت ابو ایوب رضی اللہ عنہ کی قبر قلعہ کی فصیل کے قریب ہے، سب کو معلوم ہے کہ وہاں پہنچ کر لوگ اس کے وسیلہ سے بارش کے لیے دعا کرتے ہیں تو بارش ہو جاتی ہے۔''

حضرت مجاہد بن جبیر فرماتے ہیں:

کانوا إذا أمحلوا کشفوا عن قبره، فمطروا.[2]

''جب بھی قحط پڑ جائے تو (حصولِ برکت کے لئے) لوگ قبر کھول دیتے ہیں، تو بارش ہو جاتی ہے۔''

(۳) امام شافعیؒ کا امامِ اعظمؓ کی قبر سے تبرک

خطیب بغدادی (م ۴۶۳ھ) اور بہت سے ائمہ کی تحقیق کے مطابق امام شافعیؒ جب بغداد میں ہوتے تو حصولِ برکت کی غرض سے امامِ اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کی قبر مبارک کی زیارت کرتے۔ خطیب بغدادیؒ نقل کرتے ہیں کہ امام شافعی، امام ابو حنیفہ (متوفی ۱۵۰ھ) کے مزار کی برکات کے بارے میں خود اپنا تجربہ بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

(۱) ابن عبد البر، الاستیعاب فی معرفة الأصحاب، ۱: ۴۰۵
(۲) ابن عبد البر، الاستیعاب فی معرفة الأصحاب، ۴: ۶

إنّي لأتبرّک بأبي حنيفة، وأجيء إلى قبره في کلّ يوم - يعني زائرًا - فإذا عُرضت لي حاجة صلّيت رکعتين، وجئتُ إلى قبره، و سألت الله تعالى الحاجة عنده، فما تبعد عنّي حتى تقضى. (۱)

’’میں امام ابو حنیفہ کی ذات سے برکت حاصل کرتا ہوں اور روزانہ ان کی قبر پر زیارت کے لیے آتا ہوں۔ جب مجھے کوئی ضرورت اور مشکل پیش آتی ہے تو دو رکعت نماز پڑھ کر ان کی قبر پر آتا ہوں اور اس کے پاس (کھڑے ہوکر) حاجت برآری کے لیے اللہ تعالیٰ سے دعا کرتا ہوں۔ پس میں وہاں سے نہیں ہٹتا یہاں تک کہ (قبر کی برکت کے سبب) میری حاجت پوری ہوچکی ہوتی ہے۔‘‘

(۴) امام موسیٰ کاظم رضی اللہ عنہ کی قبر سے تبرک

امام موسیٰ بن جعفر کاظم (متوفی ۱۸۳ھ) کی قبر مبارک کے بارے میں ابو علی الخلال کہتے ہیں:

ما همّني أمر فقصدت قبر موسى بن جعفر فتوسلت به إلا سهل الله تعالى لي ما أحب. (۲)

’’جب مجھے کوئی مشکل درپیش ہوتی تو میں امام موسیٰ بن جعفر کی قبر پر جا کر اُن کو وسیلہ بناتا تو جیسے میں چاہتا اللہ تعالیٰ ویسے ہی میرے لئے راستہ نکال دیتا۔‘‘

امام المحدّثین شاہ عبد الحق محدّث دہلوی (م ۱۰۵۲ھ) أشعة اللّمعات میں

(۱) ۱۔ خطيب بغدادی، تاريخ بغداد، ۱: ۱۲۳
۲۔ ابن حجر هيتمی، الخيرات الحسان فی مناقب الإمام الأعظم: ۹۴
۳۔ ابن عابدين شامی، رد المحتار على الدر المختار، ۱: ۴۱
۴۔ زاهد الکوثری، مقالات الکوثری: ۳۸۱

(۲) خطيب بغدادی، تاريخ بغداد، ۱: ۱۲۰

حضرت موسی کاظمؒ کی قبرِ انور کے حوالے سے امام شافعیؒ کا درج ذیل قول نقل کرتے ہیں:

''حضرت موسی کاظمؒ کی قبرِ انور قبولیتِ دعا کے لیے تریاقِ مجرّب ہے۔''(۱)

(۵) امام علیؓ رضا بن موسیٰ کی قبر سے تبرک

مشہور محدّث امام ابنِ حبان (م ۳۵۴ھ) حضرت امام علی رضا بن موسیٰؓ کے مزار مبارک کے بارے میں اپنا مشاہدہ بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

قد زرته مراراً کثيرة، وما حلّت بي شدّة في وقت مقامي بطوس، وزرت قبر علی بن موسی الرضا صلوات الله علی جده وعليه، ودعوت الله تعالیٰ إزالتها عنّي إلا استجيب لي، وزالت عنّي تلک الشدّة وهذا شئ جرّبته مراراً فوجدته کذلک، أماتنا الله علی محبة المصطفی وأهل بيته صلی الله وسلم عليه وعليهم أجمعين.(۲)

''میں نے اُن کے مزار کی کئی مرتبہ زیارت کی ہے، شہر طوس قیام کے دوران جب بھی مجھے کوئی مشکل پیش آئی اور حضرت امام موسیٰ رضا رضی اللہ عنہ کے مزار مبارک پر حاضری دے کر، اللہ تعالیٰ سے وہ مشکل دور کرنے کی دعا کی تو وہ دعا ضرور قبول ہوئی، اور مشکل دور ہوگئی۔ یہ ایسی حقیقت ہے جسے میں نے بارہا آزمایا تو اسی طرح پایا۔ اللہ تعالیٰ ہمیں حضور نبی اکرم اور آپ کے اہلِ بیت صلی الله وسلم عليه وعليهم أجمعين کی محبت پر موت نصیب فرمائے۔''

www.MinhajBooks.com

(۱) عبدالحق محدّث دهلوی، أشعة اللمعات شرح مشکوٰة المصابيح، ۲: ۹۲۳

(۲) ابن أبي حاتم رازی، کتاب الثقات، ۸: ۴۵۷، رقم: ۱۴۴۱۱

(۶)۔ سید المحدّثین امام بخاریؒ کی قبر سے تبرک

امام ذہبی (م ۷۴۸ھ) نے امیر المؤمنین فی الحدیث اور سید المحدّثین امام محمد بن اسماعیل بخاری (م ۲۵۶ھ) کی قبر مبارک سے تبرک کا ایک واقعہ درج کیا ہے:

ابو الفتح نصر بن حسن السکتی سمرقندی نے بیان کیا کہ ایک بار سمرقند میں کچھ سالوں سے بارش نہ ہوئی تو لوگوں کو تشویش لاحق ہوئی پس انہوں نے کئی بار نمازِ استسقاء ادا کی لیکن بارش نہ ہوئی۔ اسی اثناء اُن کے پاس ایک صالح شخص جو ''صلاح'' کے نام سے معروف تھا، سمرقند کے قاضی کے پاس گیا اور اس سے کہا: میں آپ سے اپنی ایک رائے کا اظہار کرنا چاہتا ہوں۔ قاضی نے کہا: وہ کیا ہے؟ اس نے کہا:

أری أن تخرج ويخرج الناس معک إلی قبر الإمام محمد بن إسماعيل البخاري، وقبره بخرتنک، ونستسقي عنده فعسی اﷲ أن يسقينا. قال: فقال القاضي: نعم، ما رأيت. فخرج القاضي والناس معه، واستسقی القاضي بالناس، وبکی الناس عند القبر وتشفعوا بصاحبه. فأرسل اﷲ تعالی السماء بماء عظيم غزير، أقام الناس من أجله بخرتنک سبعة أيام أو نحوها لا يستطيع أحد الوصول إلی سمرقند من کثرة المطر وغزارته، وبين خرتنک وسمرقند نحو ثلاثة أميال. (۱)

''میری رائے ہے کہ آپ کو اور آپ کے ساتھ تمام لوگوں کو امام محمد بن اسماعیل بخاری کی قبر مبارک پر حاضری دینی چاہیے، ان کی قبر خرتنک میں واقع ہے، ہمیں قبر کے پاس جا کر بارش طلب کرنی چاہیے عین ممکن ہے کہ اﷲ تعالیٰ ہمیں بارش سے سیراب کردے۔ قاضی نے کہا: آپ کی رائے بہت اچھی ہے۔ پس قاضی اور اس کے ساتھ تمام لوگ وہاں جانے کے لئے نکل کھڑے ہوئے

(۱) ذھبی، سير أعلام النبلاء، ۱۲: ۴۶۹

قاضی نے لوگوں کے ساتھ مل کر بارش کے لئے دعا کی اور لوگ قبر کے پاس رونے لگے اور اللہ کے حضور صاحبِ قبر کی سفارش کرنے لگے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ نے اسی وقت (اپنے صالح بندہ کی برکت کے سبب) وافر پانی کے ساتھ بادلوں کو بھیج دیا، تمام لوگ تقریباً سات دن تک خرتنک میں رکے رہے، اُن میں سے کسی ایک میں بھی کثیر بارش کی وجہ سے سمرقند پہنچنے کی ہمت نہ تھی حالانکہ خرتنک اور سمرقند کے درمیان تین میل کا فاصلہ تھا۔‘‘

(۷) امام ابراہیم بن اسحاق حربیؒ کی قبر سے تبرک

علامہ ابنِ جوزی اولیاء کرام کی سوانح پر اپنی کتاب **صفة الصفوة** میں امام ابراہیم بن اسحاق حربی کے بارے میں لکھتے ہیں:

و قبره ظاهر يتبرّک به النّاس. (۱)

’’اور ان کی قبر (اپنے فیوض و برکات کے اعتبار سے) ظاہر ہے۔ لوگ اس سے برکت حاصل کرتے ہیں۔‘‘

(۸) حضرت معروف کرخیؒ کی قبر سے تبرک

امام ابو القاسم قشیریؒ کا شمار اکابر صوفیہ و محدّثین میں ہوتا ہے۔ چوتھی اور پانچویں صدی ہجری میں آپ کی ذات مرجعِ اہلِ علم تھی۔ آپ مشہور بزرگ اور ولی کامل حضرت معروف کرخیؒ کے بارے میں لکھتے ہیں:

کان من المشائخ الکبار، مجاب الدعوة، يستشفی بقبره. يقول البغداديون: قبر معروف ترياق مجرّب. (۲)

---

(۱) ابن جوزی، صفة الصفوة، ۲: ۲۶۶

(۲) ۱۔ قشیری، الرسالة القشيرية: ۴۱

۲۔ خطیب بغدادی، تاریخ بغداد، ۱: ۱۲۲

۳۔ ابن جوزی، صفة الصفوة، ۲: ۲۱۴

’’آپ بزرگ ترین مشائخ میں سے تھے۔ آپ کی دعا قبول ہوتی تھی۔ آج بھی آپ کی قبر مبارک کے پاس کھڑے ہوکر شفایابی کی دعا کی جاتی ہے۔ اہلِ بغداد کہتے ہیں: حضرت معروف کرخی کی قبر مجرّب اکسیر ہے۔‘‘

حضرت معروف کرخی کی قبر مبارک کے بارے میں عبدالرحمٰن بن محمد الزاہری فرماتے ہیں:

قبر معروف الكرخي مجرّب لقضاء الحوائج، ويقال: إنّه من قرأ عنده مائة مرّة: قُلْ هُوَ اللهُ أَحَدٌ، وسأل الله تعالى ما يريد، قضى الله له حاجته. (۱)

’’قضائے حاجات کے لئے حضرت معروف کرخی کی قبر مجرّب ہے، کہا جاتا ہے کہ جو شخص اس کے پاس سو مرتبہ سورۃ اخلاص (قُلْ هُوَ اللهُ أَحَدٌ) پڑھ کر اللہ تعالیٰ سے جو چاہے طلب کرے، اللہ تعالیٰ اس کی حاجت پوری فرماتا ہے۔‘‘

(۹) حضرت علیؒ بن محمد بن بشار کی قبر سے تبرک

علامہ محمد بن ابو یعلی حنبلی (متوفی ۵۲۱ھ) ’’طبقات الحنابلة‘‘ (۲:۶۳) میں صوفی زاہد علی بن محمد بن بشار کے ترجمہ میں لکھتے ہیں کہ جب اُن کا وصال ہوا تو

دفن بالعقبة قريباً من النجمي، وقبره الآن ظاهر يتبرك الناس بزيارته.

’’انہیں نجمی کے قریب گھاٹی میں دفن کیا گیا، اب وہاں اُن کی قبر مشہور و معروف ہے، لوگ اس کی زیارت سے برکت حاصل کرتے ہیں۔‘‘

(۱) خطیب بغدادی، تاریخ بغداد، ۱: ۱۲۳

(۱۰) حضرت ابو الحسن علی بن محمد بغدادیؒ کی قبر سے تبرک

علامہ محمد بن ابو یعلی حنبلی ہی ایک اور فقیہ زاہد ابو الحسن علی بن محمد بن عبدالرحمٰن بغدادی کے ترجمہ میں درج کرتے ہیں:

مات بآمد سنة سبع أو ثمان وستين وأربعمائة، وقبره هناك، يقصد و يتبرک به.(۱)

''آپ کا ۴۶۷ھ/ ۴۶۸ھ میں آمد کے مقام پر وصال ہوا، یہی آپ کی قبر ہے جس کا قصد کیا جاتا اور برکت حاصل کی جاتی ہے۔''

(۱۱) حافظِ حدیث عبدالغنی مقدسیؒ کی قبر سے تبرک

علامہ ابنِ نقطہ حنبلی (م ۶۲۹ھ) نے حافظِ حدیث عبدالغنی بن عبدالواحد مقدسی کے ترجمہ میں درج کیا ہے:

بلغنا أنه توفي بمصر في بيع الأوّل من سنة ستمائة في يوم الإثنين الرابع والعشرين من الشهر، وقبره بالقرافة يتبرک به.(۲)

''ہمیں یہ خبر پہنچی ہے کہ پیر کے روز ربیع الاوّل کے مہینہ ۶۲۴ھ میں مصر میں اُن کا وصال ہوا، اُن کی قبر قرافہ میں واقع ہے جس سے برکت حاصل کی جاتی ہے۔''

(۱۲) حضرت عثمان بن موسیٰ طائیؒ کی قبر سے تبرک

امام ابنِ رجب حنبلی (م ۷۹۵ھ) حضرت عثمان بن موسیٰ طائی کے تعارف میں لکھتے ہیں:

---

(۱) ابن ابی یعلی حنبلی، طبقات الحنابلة، ۲: ۲۳۴

(۲) ابن نقطه، التقييد لمعرفة رواة السنن والمسانيد، ۱: ۳۷۰

ویقال: إن الدعاء یستجاب عند قبره. (۱)

''کہا جاتا ہے کہ ان کی قبر کے پاس دعا قبول ہوتی ہے۔''

معتبر کتب سے درج بالا تحقیقات سے ثابت ہوا کہ صحابہ کرام ﷺ، اولیاء عظام اور محدّثینِ کبار کی قبورِ مبارکہ پر حاضری دینا، زیارت کرنا اور اُن سے برکت حاصل کرنا عام مسلمانوں اور اکابرینِ امت کا طریقہ رہا ہے۔ جلیل القدر محدّثین، فقہاء اور صالحین اپنے زمانہ کے اور ماقبل زمانہ کے اکابر شیوخ وصوفیاء کی قبور پر حصولِ برکت کے لئے اور حلِ مشکلات کے لئے حاضر ہونے کو اپنی خوش بختی سمجھتے تھے۔ عامۃ الناس اور اکابر اِن بابرکت قبور کو مستجاب الدعاء ٹھہراتے تھے اور وہاں پہنچ کر اللہ رب العزت کی بارگاہ میں اُن کی برکت کے سبب سے بارش، شفایابی اور دیگر مشکلات کا حل طلب کرتے تھے۔

سوچنے اور غور کرنے کی بات ہے کہ وہ ائمہ جو امت کے لئے اصولِ دین مرتب کرتے رہے ان کا اپنا عمل یہ تھا کہ وہ صالحین کی قبروں سے حصولِ برکت کو سعادت سمجھتے تھے۔ صاف ظاہر ہے اگر اس عمل میں ذرا بھر بھی شرک و بدعت کا شائبہ ہوتا تو یہ ہر گز اس پر کاربند نہ ہوتے۔

۶۔ قبورِ اولیاء اور صالحین سے تبرک پر ائمہ کے اقوال

قبورِ صالحین سے تبرک کو اطراف واکناف کے علماء کی طرف سے جواز کی سند حاصل ہے۔ اس پر چند ائمہ کرام کے درج ذیل اقوال ہیں۔

۱۔ اس حدیث کے تحت ابنِ عبدالبر نے شرح مؤطا التمہید میں لکھا ہے:

وفی هذا الحدیث دلیل علی التّبرّک بمواضع الأنبیاء والصّالحین ومقامهم ومساکنهم. (۲)

(۱) ابن رجب، ذیل طبقات الحنابلة، ۴:۲۸۷

(۲) ابن عبدالبر، التمهید، ۱۳:۶۶

”اس حدیث میں انبیاء اور صالحین کے رہنے والی جگہوں، مقامات اور ان کی رہائش گاہوں سے تبرک کا ثبوت ہے۔“

(۱) امام محمد بن محمد غزالیؒ کا قول

حجۃ الاسلام امام ابوحامد محمد غزالی (م ۵۰۵ھ) إحیاء علوم الدین میں آداب السفر کے ضمن میں فرماتے ہیں:

ویدخل في جملته زیارة قبور الأنبیاء علیهم السلام، وزیارة قبور الصحابة والتابعین وسائر العلماء والأولیاء، وکل من یتبرک بمشاهدته في حیاته یتبرک بزیارته بعد وفاته. (۱)

”سفر کی دوسری قسم میں انبیاء کرام علیہم السلام، صحابہ، تابعین اور دیگر علماء و اولیاء کے مزارات کی زیارت بھی داخل ہے۔ ہر وہ شخص کہ جس کی زندگی میں زیارت سے برکت حاصل کی جاسکتی ہے، وفات کے بعد بھی اس کی زیارت سے برکت حاصل کی جاسکتی ہے۔“

(۲) امام ابن الحاج فاسیؒ کا قول

امام ابن الحاج فاسی (م ۷۳۷ھ) نے اپنی کتاب المدخل میں مزاراتِ اولیاء سے برکت حاصل کرنے پر لکھا ہے:

وما زال النّاس من العلماء والأکابر کابرًا عن کابر مشرقًا ومغربًا یتبرّکون بزیارة قبورهم ویجدون برکة ذلک حسًّا ومعنی. (۲)

”مشرق و مغرب کے علماء اور اکابر مزاراتِ اولیاء کی زیارت سے برکت حاصل کرتے رہے ہیں اور حسی اور معنوی طور پر اس کی برکت پاتے رہے ہیں۔“

(۱) غزالی، إحیاء علوم الدین، ۲: ۲۴۷
(۲) ابن الحاج، المدخل، ۱: ۲۴۹

(۳) امام ابو عبد اللہؒ بن نعمان کا قول

اِمام ابن الحاج الفاسیؒ امام ابوعبداللہ بن نعمان کا ارشاد نقل کرتے ہیں کہ اولیاء کرام کی قبروں کے پاس برکت کی غرض سے دعا کرنا اور ان کو وسیلہ بنانا ہمارے علماء محققین، ائمہِ دین کا معمول ہے۔ امام ابوعبداللہ بن نعمان فرماتے ہیں:

تحقق لذوی البصائر والاعتبار أن زيارة قبور الصّالحين محبوبة لأجل التبرّك مع الاعتبار فإنّ بركة الصّالحين جارية بعد مماتهم كما كانت فی حياتهم والدعاء عند قبور الصّالحين والتشفّع بهم معمول به عند علمائنا المحققين من أئمة الدّين.[(۱)]

''اربابِ بصیرت و اعتبار کے نزدیک ثابت ہے کہ اولیائے کرام کے مزارات کی زیارت برکت اور عبرت حاصل کرنے کے لیے محبوب عمل ہے، کیونکہ اولیائے کرام کی برکت ان کی (ظاہری) زندگی کی طرح وصال کے بعد بھی جاری ہے، اولیائے کرام کی قبروں کے پاس دعا کرنا اور ان کو وسیلہ بنانا ہمارے علماء محققین، ائمہ دین کا معمول ہے۔''

(۴) علامہ ابنِ جزیؒ کا قول

علامہ ابنِ جزی الکلبی المالکی (م ۷۴۱ ھ) نے انبیاءِ کرام علیھم السلام اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی قبور سے برکت حاصل کرنے پر لکھا ہے:

ومن المواضع التي ينبغي قصدها تبركاً قبر إسماعيل عليه السلام وأمه هاجر و هما فی الحجر، وقبر آدم عليه السلام في جبل أبي قبيس، والغار المذكور فی القرآن وهو في جبل أبي ثور، والغار الذي في

(۱) ابن الحاج، المدخل، ۱: ۲۴۹

جبل حراء حيث ابتداء نزول الوحي على رسول الله ﷺ، وزيارة قبور من بمكة والمدينة من الصحابة والتابعين والأئمة.(۱)

’’وہ مقامات جن سے برکت حاصل کرنے کے لئے جانا چاہیے ان میں مقامِ حجر میں واقع حضرت اسماعیل اور حضرت ہاجرہ علیہما السلام کی قبور ہیں، جبلِ ابی قبیس پر حضرت آدم علیہ السلام کی قبر ہے، قرآن میں مذکور غار جبلِ ابی ثور پر واقع ہے، وہ غار جہاں حضور نبی اکرم ﷺ پر وحی کی ابتداء ہوئی جبلِ حراء میں واقع ہے، اسی طرح مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ میں صحابہ کرام، تابعین اور ائمہ کی قبور مشہور زیارت گاہیں ہیں۔‘‘

(۵) علامہ ابنِ عابدین شامیؒ کا قول

علامہ ابنِ عابدین شامیؒ زیارتِ قبور کے حوالے سے بحث کرتے ہوئے قبورِ اولیاء کے بارے میں لکھتے ہیں:

وأما الأولياء فإنهم متفاوتون في القرب من الله تعالٰى، ونفع الزائرين بحسب معارفهم وأسرارهم.(۲)

’’اولیاء کو اللہ رب العزت کے ہاں قربت کے لحاظ سے مختلف مقام حاصل ہوتے ہیں، (اس وجہ سے) زائرین کو (اُن کی قبور کی زیارت کے وقت) اُن کے معارف اور اسرار کے حسبِ حال نفع حاصل ہوتا ہے۔‘‘

(۶)۔ علامہ سلیمان بن عمر البجیرمیؒ کا قول

علامہ سلیمان بن عمر بن محمد البجیرمی شافعیؒ (م ۱۲۲۱ھ) قبورِ صالحین سے تبرک پر لکھتے ہیں:

---

(۱) ابن جزی، القوانین الفقهیة، ۱: ۹۶

(۲) ابن عابدین، حاشیة رد المحتار علی الدر المختار، ۲: ۲۴۲

إن قصد بتقبيل أضرحتهم أی و أعتابهم التبرک لم يکره. [1]

’’اگر اولیاء کی قبور یا اُن کے دروازوں کی چوکھٹ کو بطورِ تبرک چوما جائے تو اس میں کوئی کراہت نہیں۔‘‘

(۷)۔ علامہ عبدالحمید شروانیؒ کا قول

علامہ عبدالحمید شروانی شافعیؒ (م ۱۳۰۱ھ) نے قبورِ اولیاء سے تبرک پر تحریر کیا ہے:

إن قصد بتقبيل أضرحتهم التبرک لم يکره. [2]

’’اولیاء کی قبور کو حصولِ برکت کے لئے چومنا مکروہ نہیں۔‘‘

کیمیا پیدا کن اَز مشتِ گلے
بوسہ زن بر آستانِ کاملے

ہم نے گذشتہ ابواب میں برکت اور تبرک کا صحیح تصور قرآن و حدیث اور ائمہ و محدثین کے اقوال و معمولات کی روشنی میں بیان کیا۔ جس سے یہ بات پایۂ ثبوت کو پہنچتی ہے کہ اللہ رب العزت کی فضل اور عطاء سے بعض ہستیاں، ان کے آثار اور مقامات فیض رساں اور بابرکت ہوتے ہیں یہی وجہ ہے کہ قرونِ اولیٰ سے لے کر آج تک اہل ایمان نہ صرف یہ کہ آثارِ انبیاء و اولیاء سے حصولِ برکت کو سعادت سمجھتے ہیں بلکہ کسی صالح بزرگ ہستی، متبرک مقام اور آثار سے حصولِ فیض اور برکت کے لئے دور دراز علاقوں کا سفر بھی اختیار کرتے رہے ہیں۔ جسے وہ منافی توحید نہیں سمجھتے تھے او نہ کسی نے اس عمل خیر کو شرک بدعت قرار دیا۔

(۱) بجيرمی، حاشية البجيرمي على شرح منهج الطلاب، ۱: ۴۹۵-۴۹۶

(۲) شروانی، حواشی الشروانی علی تحفة المنهاج بشرح المنهاج، ۳: ۱۷۵

مآخذ و مراجع

www.MinhajBooks.com

۱۔ **القرآن الحکیم۔**

۲۔ **آلوسی،** ابو الفضل شہاب الدین السید محمود (۱۲۷۰ھ)۔ **روح المعاني فی تفسیر القرآن العظیم و السبع المثاني**۔ بیروت، لبنان: دار الاحیاء التراث۔

۳۔ **ابن ابی حاتم** عبدالرحمٰن بن محمد بن ادریس رازی (۲۴۰۔۳۲۷ھ/۸۵۴۔۹۳۸ء)۔ **الثقات۔**

٤۔ **ابن ابی شیبہ،** ابو بکر عبد اللہ بن محمد بن ابراہیم بن عثمان کوفی (۱۵۹۔۲۳۵ھ/ ۷۷٦۔۸۴۹ء)۔ **المصنف**۔ ریاض، سعودی عرب: مکتبۃ الرشد، ۱۴۰۹ھ۔

٥۔ **ابن ابی یعلیٰ،** قاضی ابوالحسین محمد حنبلی (۵۲۱ھ)۔ **طبقات الحنابلۃ**۔ بیروت، لبنان: دار المعرفۃ۔

٦۔ **ابن اثیر،** ابو السعادات مبارک بن محمد بن محمد بن عبد الکریم بن عبدالواحد شیبانی جزری (۵۴۴۔٦۰٦ھ/ ۱۱۴۹۔۱۲۱۰ء)۔ **النہایہ فی غریب الحدیث و الاثر**۔ قم، ایران: مؤسسہ مطبوعاتی اسماعیلیان، ۱۳٦۴ھ۔

۷۔ **ابن جزی،** محمد بن احمد بن جزی کلبی غرناطی (٦۹۳۔۷۴۱ھ)۔ **القوانین الفقهیة۔**

۸۔ **ابن جوزی،** ابو الفرج عبد الرحمٰن بن علی بن محمد بن علی بن عبید اللہ (۵۱۰۔۵۷۹ھ/۱۱۱٦۔۱۲۰۱ء)۔ **صفوۃ الصفوۃ**۔ بیروت، لبنان: دارالکتب العلمیہ، ۱۴۰۹ھ/۱۹۸۹ء

۹۔ **ابن جوزی،** ابو الفرج عبد الرحمٰن بن علی بن محمد بن علی بن عبید اللہ (۵۱۰۔۵۷۹ھ/

۱۱۱۶۔۱۲۰۱ء)۔ **زاد المسیر فی علم التفسیر**۔ بیروت، لبنان: المکتب الاسلامی، ۱۴۰۴ھ۔

۱۰۔ **ابن جوزی،** ابوالفرج عبد الرحمٰن بن علی بن محمد بن علی بن عبید اللہ (۵۱۰۔۵۷۹ھ/ ۱۱۱۶۔۱۲۰۱ء)۔ **الوفا بأحوال المصطفیٰ**۔ بیروت، لبنان: دار الکتب العلمیہ، ۱۴۰۸ھ/ ۱۹۸۸ء۔

۱۱۔ **ابن الحاج،** ابوعبداللہ محمد بن محمد بن محمد عبدری فاسی مالکی (م۷۳۷ھ)۔ **المدخل**۔ بیروت، لبنان: دار الفکر، ۱۴۰۱/ ۱۹۸۱ء۔

۱۲۔ **ابن حبان،** ابو حاتم محمد بن حبان بن احمد بن حبان (۲۷۰۔۳۵۴ھ/۸۸۴۔ ۹۶۵ء)۔ **الصحیح**۔ بیروت، لبنان: مؤسسۃ الرسالہ، ۱۴۱۴ھ/۱۹۹۳ء۔

۱۳۔ **ابن حبان،** ابو حاتم محمد بن حبان بن احمد بن حبان (۲۷۰۔۳۵۴ھ/۸۸۴ ۔۹۶۵ء)۔ **الثقات**۔ بیروت، لبنان: دار الفکر، ۱۳۹۵ھ/۱۹۷۵ء۔

۱٤۔ **ابن خزیمہ،** ابو بکر محمد بن اسحاق (۲۲۳۔۳۱۱ھ/ ۸۳۸۔۹۲۴ء)۔ **الصحیح**۔ بیروت، لبنان: المکتب الاسلامی، ۱۳۹۰ھ/۱۹۷۰ء۔

۱۵۔ **ابن راہویہ،** ابو یعقوب اسحاق بن ابراہیم بن مخلد بن ابراہیم بن عبد اللہ (۱۶۱۔ ۲۳۷ھ/ ۷۷۸۔۸۵۱ء)۔ **المسند**۔ مدینہ منورہ، سعودی عرب: مکتبۃ الایمان، ۱۴۱۲ھ/ ۱۹۹۱ء۔

۱٦۔ **ابن رجب،** زین الدین ابوالفرج عبدالرحمٰن بن شہاب الدین احمد بن حسن بن رجب (۷۳۶۔۷۹۵ھ)۔ **طبقات الحنابلة**۔ مکتبة مشكاة الإسلامية۔

۱۷۔ **ابن سعد،** ابو عبد اللہ محمد (۱۶۸۔۲۳۰ھ/۷۸۴۔۸۴۵ء)۔ **الطبقات الکبریٰ**۔ بیروت، لبنان: دار بیروت للطباعہ والنشر، ۱۳۹۸ھ/ ۱۹۷۸ء۔

۱۸۔ **ابن عابدین شامی،** محمد بن محمد امین بن عمر بن عبدالعزیز عابدین دمشقی (۱۲۴۴۔

۱۳۰۶ھ)۔ **رد المحتار علی الدر المختار**۔ کوئٹہ، پاکستان: مکتبہ ماجدیہ، ۱۳۹۹ھ۔

۱۹۔ **ابن عباس**، صحابیٔ رسول حضرت عبداللہ بن عباس بن عبدالمطلب بن ہاشم رضی اللہ عنہ (۶۸ھ) ۔ **تنویر المقباس من تفسیر ابن عباس**۔ بیروت، لبنان: دار الکتب العلمیہ۔

۲۰۔ **ابن عبد البر**، ابو عمر یوسف بن عبد اللہ بن محمد (۳۶۸۔۴۶۳ھ/ ۹۷۹۔۱۰۷۱ء)۔ **التمہید**۔ مغرب (مراکش): وزارت عموم الأوقاف والشؤون الإسلامیہ، ۱۳۸۷ھ۔

۲۱۔ **ابن عبد البر**، ابو عمر یوسف بن عبد اللہ بن محمد (۳۶۸۔۴۶۳ھ/ ۹۷۹۔۱۰۷۱ء)۔ **الاستیعاب فی معرفة الأصحاب**۔ بیروت، لبنان: دار الجیل، ۱۴۱۲ھ۔

۲۲۔ **ابن عربی**، ابو بکر محمد بن عبد اللہ معافری اندلسی اشبیلی (۴۶۸۔۵۴۳ھ/ ۱۰۷۶۔۱۱۴۸ء)، **احکام القرآن**۔ بیروت، لبنان: دار الفکر۔

۲۳۔ **ابن کثیر**، ابو الفداء اسماعیل بن عمر (۷۰۱۔۷۷۴ھ/ ۱۳۰۱۔۱۳۷۳ء)۔ **تفسیر القرآن العظیم**۔ بیروت، لبنان: دار المعرفہ، ۱۴۰۰ھ/ ۱۹۸۰ء۔

۲۴۔ **ابن کثیر**، ابو الفداء اسماعیل بن عمر بن کثیر بن ضوء بن کثیر بن زرع بصروی (۷۰۱۔۷۷۴ھ/ ۱۳۰۱۔۱۳۷۳ء)۔ **البدایہ و النہایہ**۔ بیروت، لبنان: دار الفکر، ۱۴۱۹ھ/ ۱۹۹۸ء۔

۲۵۔ **ابن ماجہ**، ابو عبد اللہ محمد بن یزید قزوینی (۲۰۹۔۲۷۳ھ/ ۸۲۴۔۸۸۷ء)۔ **السنن**۔ بیروت، لبنان: دار الکتب العلمیہ، ۱۴۱۹ھ/ ۱۹۹۸ء۔

۲۶۔ **ابن مبارک**، ابو عبد الرحمٰن عبد اللہ بن واضح مروزی (۱۱۸۔۱۸۱ھ/ ۷۳۶۔۷۹۸ء)۔ **الجہاد**۔ تونس: دار تونسیہ۔

۲۷۔ **ابن منظور افریقی**، امام العلامۃ ابو الفضل جمال الدین محمد بن مکرم بن منظور المصری (۷۱۱ھ)۔ **لسان العرب**۔ بیروت، لبنان: دار صادر۔

۲۸۔ **ابن نجیم**، الشیخ زین بن ابرہیم بن محمد بن محمد بن بکر الحنفی (۹۷۰ھ)۔ **البحر**

الرائق شرح كنز الدقائق۔ مصر: مطبوعۃ مطبعۃ علمیۃ، ۱۳۱۱ھ۔

۲۹۔ **ابن نقطہ،** ابو بکر محمد بن عبدالغنی بغدادی حنبلی (۵۷۴۔ ۶۲۹ھ)۔ **التقييد لمعرفة رواة السنن والمسانيد۔** بیروت، لبنان: دار الکتب العلمیہ، ۱۴۰۸ھ۔

۳۰۔ **ابو داؤد،** سلیمان بن اشعث سجستانی (۲۰۲۔۲۷۵ھ/ ۸۱۷۔۸۸۹ء)۔ **السنن۔** بیروت، لبنان: دار الفکر، ۱۴۱۴ھ/ ۱۹۹۴ء۔

۳۱۔ **ابو داؤد،** سلیمان بن اشعث سجستانی (۲۰۲۔۲۷۵ھ/ ۸۱۷۔۸۸۹ء)۔ **السنن۔** بیروت، لبنان: دار احیاء التراث العربی۔

۳۲۔ **ابو داؤد،** سلیمان بن اشعث بن اسحاق بن بشیر بن شداد ازدی سجستانی (۲۰۲۔ ۲۷۵ھ/ ۸۱۷۔۸۸۹ء)۔ **کتاب المراسیل۔** بیروت، لبنان: مؤسسۃ الرسالہ، ۱۴۰۸ھ۔

۳۳۔ **ابو سعود،** محمد بن محمد العمادی (۹۵۱ھ)۔ **تفسير إرشاد العقل السليم إلى مزايا القرآن الكريم۔** بیروت، لبنان: دار احیاء التراث العربی۔

۳۴۔ **ابو عوانہ،** یعقوب بن اسحاق بن ابراہیم بن زید نیشاپوری (۲۳۰۔ ۳۱۶ھ/ ۸۴۵۔ ۹۲۸ء)۔ **المسند۔** بیروت، لبنان: دار المعرفہ، ۱۹۹۸ء۔

۳۵۔ **ابو نعیم،** احمد بن عبد اللہ بن احمد بن اسحاق بن موسیٰ بن مہران اصبہانی (۳۳۶۔ ۴۳۰ھ/ ۹۴۸۔ ۱۰۳۸ء)۔ **حلية الأولياء و طبقات الأصفياء۔** بیروت، لبنان: دار الکتاب العربی، ۱۴۰۰ھ/ ۱۹۸۰ء۔

۳۶۔ **ابو یعلی،** احمد بن علی بن مثنیٰ بن یحییٰ بن عیسیٰ بن ہلال موصلی تمیمی (۲۱۰۔ ۳۰۷ھ/ ۸۲۵۔ ۹۱۹ء)۔ **المسند۔** دمشق، شام: دار المأمون للتراث، ۱۴۰۴ھ/ ۱۹۸۴ء۔

۳۷۔ **احمد بن حنبل،** ابو عبد اللہ بن محمد (۱۶۴۔۲۴۱ھ/ ۷۸۰۔۸۵۵ء)۔ **المسند۔** بیروت، لبنان: المکتب الاسلامی، ۱۳۹۸ھ/ ۱۹۷۸ء۔

۳۸۔ **احمد رضا**، ابن نقی علی خاں قادری بریلوی (۱۲۷۲۔۱۳۴۰ھ/ ۱۸۸٦۔۱۹۲۱ء)۔ **حدائق بخشش**۔ لاہور، پاکستان: مسلم کتابوی، ۱۴۲۰ھ/ ۱۹۹۹ء۔

۳۹۔ **اشرف علی تھانوی**، مولانا (۱۲۸۰۔۱۳٦۲ھ/ ۱۸٦۳۔۱۹۴۳ء)۔ **نشر الطيب في ذكر النبي الحبيب**۔ کراچی، پاکستان: ایچ۔ ایم سعید کمپنی، ۱۹۸۹ء۔

٤٠۔ **اشرف علی تھانوی**، مولانا (۱۲۸۰۔۱۳٦۲ھ/ ۱۸٦۳۔۱۹۴۳ء)۔ **بیان القرآن**۔ لاہور، پاکستان: مکتبۃ الحسن لاہور۔

٤١۔ **اِسماعیل حقی**، علامہ اِسماعیل حقی حنفی (۱۱۳۷ھ)۔ **تفسیر روح البیان**۔ کوئٹہ، پاکستان: مکتبۂ اِسلامیہ کوئٹہ۔

٤٢۔ **بجیرمی**، سلیمان بن عمر بن محمد بجیرمی شافعی الازہری (۱۱۳۱۔ ۱۲۲۱ھ)۔ **حاشية البجيرمي على شرح منهج الطلاب**۔ دیار بکر، ترکی: المکتبۃ الإسلامیۃ۔

٤٣۔ **بخاری**، ابو عبد اللہ محمد بن اسماعیل بن ابراہیم بن مغیرہ (۱۹۴۔۲۵٦ھ/ ۸۱۰۔ ۸۷۰ء)۔ **الأدب المفرد**۔ بیروت، لبنان: دار البشائر الاسلامیہ، ۱۴۰۹ھ/ ۱۹۸۹ء۔

٤٤۔ **بخاری**، ابو عبد اللہ محمد بن اسماعیل بن ابراہیم بن مغیرہ (۱۹۴۔۲۵٦ھ/ ۸۱۰۔ ۸۷۰ء)۔ **الصحیح**۔ بیروت، لبنان + دمشق، شام: دار القلم، ۱۴۰۱ھ/ ۱۹۸۱ء۔

٤٥۔ **بغوی**، ابو محمد حسین بن مسعود بن محمد (۴۳٦۔۵۱٦ھ/ ۱۰۴۴۔۱۱۲۲ء)۔ **معالم التنزيل**۔ بیروت، لبنان: دار المعرفۃ، ۱۴۰۷ھ/ ۱۹۸۷ء۔

٤٦۔ **بُہوتی**، منصور بن یونس بن ادریس البہوتی حنبلی (۱۰۵۱۔۱۰۵۱ھ)۔ **كشاف القناع عن متن الإقناع**۔ بیروت، لبنان: دار الفکر، ۱۴۰۲ھ۔

٤٧۔ **بیہقی**، ابو بکر احمد بن حسین بن علی بن عبد اللہ بن موسیٰ (۳۸۴۔۴۵۸ھ/ ۹۹۴۔ ۱۰٦٦ء)۔ **دلائل النبوة**۔ بیروت، لبنان: دار الکتب العلمیہ، ۱۴۰۵ھ/ ۱۹۸۵ء۔

٤٨۔ **بیہقی**، ابو بکر احمد بن حسین بن علی بن عبد اللہ بن موسیٰ (۳۸۴۔۴۵۸ھ

/۹۹۴ـ۱۰۶۶ء)۔ **السنن الكبرىٰ**۔ مکہ مکرمہ، سعودی عرب: مکتبہ دار الباز، ۱۴۱۴ھ/۱۹۹۴ء۔

۴۹۔ **بیہقی**، ابو بکر احمد بن حسین بن علی بن عبد اللہ بن موسیٰ (۳۸۴ـ۴۵۸ھ/۹۹۴ـ۱۰۶۶ء)۔ **شعب الإيمان**۔ بیروت، لبنان: دار الکتب العلمیہ، ۱۴۱۰ھ/۱۹۹۰ء۔

۵۰۔ **تاج الدین سبکی**، ابو نصر عبدالوھاب بن علی بن عبدالکافی (۷۲۷ـ ۷۷۱ھ)۔ **طبقات الشافعية الكبرى**۔ جیزہ، مصر: هجر للطباعة والنشر والتوزيع والإعلان، ۱۹۹۲ء۔

۵۱۔ **ترمذی**، ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ بن سورہ بن موسیٰ بن ضحاک سلمی (۲۱۰ـ۲۷۹ھ/۸۲۵ـ۸۹۲ء)۔ **السنن**۔ بیروت، لبنان: دار الغرب الاسلامی، ۱۹۹۸ء۔

۵۲۔ **ترمذی**، ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ بن سورہ بن موسیٰ بن ضحاک سلمی (۲۱۰ـ۲۷۹ھ/۸۲۵ـ ۸۹۲ء)۔ **الشمائل المحمدية**۔ بیروت، لبنان، مؤسسۃ الکتب الثقافیہ، ۱۴۱۲ھ۔

۵۳۔ **تلمسانی**، احمد بن محمد بن احمد بن یحییٰ المقرئ (۱۰۴۱ھ)۔ **فتح المتعال فی مدح النعال**۔ قاہرہ، مصر: دار القاضی عیاض للتراث۔

۵۴۔ **جصاص**، امام حجۃ الاسلام ابی بکر احمد بن علی الرازی الجصاص الحنفی (۳۷۰ھ) **أحكام القرآن**، لاہور، پاکستان، سہیل اکیڈمی، ۱۹۸۰ء۔

۵۵۔ **حاکم**، ابو عبد اللہ محمد بن عبد اللہ بن محمد (۳۲۱ـ۴۰۵ھ/۹۳۳ـ۱۰۱۴ء)۔ **المستدرك على الصحيحين**۔ بیروت، لبنان: دار الکتب العلمیہ، ۱۴۱۱ھ/۱۹۹۰ء۔

۵۶۔ **حصکفی**، علامہ الشیخ علاء الدین الحصکفی (۱۰۸۸ھ/۱۶۷۷ء)۔ **الدر المختار**۔ کراچی، پاکستان: ایچ ایم سعید کمپنی۔

۵۷۔ **حلبی**، علی بن برہان الدین (۱۰۴۴ھ) ۔**السيرة الحلبية/ إنسان العيون**۔ بیروت، لبنان، دار المعرفہ، ۱۴۰۰ھ۔

۵۸۔ **خرپوتی ۔عصیدۃ الشهدۃ شرح قصیدۃ البردۃ۔**

۵۹۔ **خطیب بغدادی**، ابوبکر احمد بن علی بن ثابت بن احمد بن مہدی بن ثابت (۳۹۲۔ ۴۶۳ھ/۱۰۰۲۔۱۰۷۱ء)۔ **تاریخ بغداد**۔ بیروت، لبنان: دار الکتب العلمیہ۔

۶۰۔ **خطیب بغدادی**، ابوبکر احمد بن علی بن ثابت بن احمد بن مہدی بن ثابت (۳۹۲۔ ۴۶۳ھ/۱۰۰۲۔۱۰۷۱ء)۔ **موضع أوهام الجمع والتفريق**۔ بیروت، لبنان: دار المعرفۃ، ۱۴۰۷ھ۔

۶۱۔ **دارمی**، ابومحمد عبد اللہ بن عبد الرحمٰن (۱۸۱۔۲۵۵ھ/ ۷۹۷۔۸۶۹ء)۔ **السنن**۔ بیروت، لبنان: دار الکتاب العربی، ۱۴۰۷ھ۔

۶۲۔ **ذہبی**، شمس الدین محمد بن احمد الذہبی (۶۷۳۔۷۴۸ھ)۔ **تذكرة الحفاظ**۔ حیدر آباد دکن، بھارت: دائرۃ المعارف العثمانیہ، ۱۳۸۸ھ/ ۱۹۶۸ء۔

۶۳۔ **ذهبی**، شمس الدین محمد بن احمد (۶۷۳۔۷۴۸ھ)۔ **سير أعلام النبلاء**۔ بیروت، لبنان: مؤسسۃ الرسالہ، ۱۴۱۳ھ۔

۶۴۔ **رازی**، محمد بن عمر بن حسن بن حسین بن علی تیمی (۵۴۳۔۶۰۶ھ/ ۱۱۴۹۔۱۲۱۰ء)۔ **التفسير الكبير**۔ تہران، ایران: دار الکتب العلمیہ۔

۶۵۔ **راغب اصفہانی**، ابو قاسم حسین بن محمد (م۵۰۲ھ/ ۱۱۰۸ء)۔ **المفردات**۔ دمشق، شام: دار القلم + بیروت، لبنان، الدار الشامیہ، ۱۴۱۲ھ/ ۱۹۹۲ء۔

۶۶۔ **زاہد الکوثری**، محمد زاہد بن حسن حلمی (۱۲۹۶ھ۔۱۳۷۱ھ)، **مقالات الکوثری**۔

۶۷۔ **زرقانی**، ابو عبد اللہ محمد بن عبد الباقی بن یوسف بن احمد بن علوان مصری ازہری مالکی (۱۰۵۵۔۱۱۲۲ھ/ ۱۶۴۵۔۱۷۱۰ء)۔ **شرح المواهب اللدنية**۔ بیروت، لبنان: دار الکتب العلمیہ، ۱۴۱۷ھ/ ۱۹۹۶ء۔

۶۸۔ **زمخشری**، جاراللہ محمد بن عمر بن محمد خوارزمی (۴۶۷۔۵۳۸ھ)۔ **الكشاف عن**

حقائق غوامض التنزیل۔ قاھرہ، مصر: ۱۳۷۳ھ/ ۱۹۵۳ء۔

۶۹۔ **سبکی**، تقی الدین ابو الحسن علی بن عبد الکافی بن علی بن تمام بن یوسف بن موسیٰ بن تمام انصاری (۶۸۳۔۷۵۶ھ/ ۱۲۸۴۔۱۳۵۵ء)۔ **شفاء السقام فی زیارة خیر الأنام**۔ حیدر آباد، بھارت: دائرہ معارف نظامیہ، ۱۳۱۵ھ۔

۷۰۔ **سمہودی**، نور الدین علی بن احمد المصری (م ۹۱۱ھ)۔ **وفاء الوفا بأخبار دار المصطفی** ﷺ ۔ مصر: مطبعة السعادہ، ۱۳۷۳ھ/ ۱۹۵۴ء۔

۷۱۔ **سیوطی**، جلال الدین ابو الفضل عبد الرحمٰن بن ابی بکر بن محمد بن ابی بکر بن عثمان (۸۴۹۔۹۱۱ھ/ ۱۴۴۵۔ ۱۵۰۵ء)۔ **الخصائص الکبری**۔ فیصل آباد، پاکستان: مکتبہ نوریہ رضویہ۔

۷۲۔ **سیوطی**، جلال الدین ابو الفضل عبد الرحمٰن بن ابی بکر بن محمد بن ابی بکر بن عثمان (۸۴۹۔۹۱۱ھ/ ۱۴۴۵۔ ۱۵۰۵ء)۔ **الدر المنثور فی التفسیر بالمأثور**۔ بیروت، لبنان: دار المعرفة۔

۷۳۔ **سیوطی**، جلال الدین ابو الفضل عبد الرحمٰن بن ابی بکر بن محمد بن ابی بکر بن عثمان (۸۴۹۔۹۱۱ھ/ ۱۴۴۵۔۱۵۰۵ء)۔ **شرح علی سنن النسائی**۔ حلب، شام: مکتب المطبوعات الإسلامیہ، ۱۴۰۶ھ/ ۱۹۸۶ء۔

۷۴۔ **سیوطی**، جلال الدین ابو الفضل عبد الرحمٰن بن ابی بکر بن محمد بن ابی بکر بن عثمان (۸۴۹۔۹۱۱ھ/ ۱۴۴۵۔۱۵۰۵ء)۔ **تفسیر الجلالین**۔ بیروت لبنان: دار ابن کثیر، ۱۴۱۹ھ/ ۱۹۹۸ء۔

۷۵۔ **سیوطی**، جلال الدین ابو الفضل عبد الرحمٰن بن ابی بکر بن محمد بن ابی بکر بن عثمان (۸۴۹۔۹۱۱ھ/ ۱۴۴۵۔۱۵۰۵ء)۔ **الجامع الصغیر فی أحادیث البشیر النذیر**۔ بیروت، لبنان: دار الکتب العلمیہ ۔

۷۶۔ **شاہ ولی اللہ**، محدث دہلوی، (متوفی: ۱۱۷۴ھ/ ۱۷۶۲ء)۔ **أنفاس العارفین**۔ دہلی،

www.MinhajBooks.com

بھارت: مطبع مجتبائی، ۱۳۳۵ھ۔

۷۷۔ **شربيني**، الشيخ محمد الشربيني الخطيب، (۹۷۷ھ)، **الإقناع في حل ألفاظ أبي شجاع**۔ بيروت، لبنان: دار الفكر، ۱۴۱۵ھ۔

۷۸۔ **شرواني**، عبدالحميد شرواني شافعي (۵۷۴۔۱۳۰۱ھ)۔ **حواشي الشرواني على تحفة المنهاج بشرح المنهاج**۔ بيروت، لبنان: دار الفكر۔

۷۹۔ **شمس الحق**، محمد شمس الحق عظيم آبادي أبو طيب۔ **عون المعبود شرح سنن أبي داؤد**۔ بيروت، لبنان: دار الكتب العلميه، ۱۴۱۵ھ۔

۸۰۔ **شمس الدين سخاوی**، ابو الخير محمد بن عبدالرحمٰن بن محمد بن ابی بكر شافعی (۸۳۱۔۹۰۲ھ)۔ **التحفة اللطيفة في تاريخ المدينة الشريفة**۔ بيروت، لبنان: دار الكتب العلميه، ۱۹۹۳ء۔

۸۱۔ **شوکانی**، محمد بن علی بن محمد (۱۱۷۳۔۱۲۵۰ھ/۱۷۶۰۔۱۸۳۴ء)۔ **نيل الأوطار شرح منتقى الأخبار**۔ بيروت، لبنان: دار الفكر، ۱۴۰۲ھ/۱۹۸۲ء۔

۸۲۔ **شوکانی**، محمد بن علی بن محمد (۱۱۷۳۔۱۲۵۰ھ/۱۷۶۰۔۱۸۳۴ء)۔ **فتح القدير**۔ بيروت، لبنان: دار الفكر، ۱۴۰۲ھ/۱۹۸۲ء۔

۸۳۔ **طبرانی**، سليمان بن احمد (۲۶۰۔۳۶۰ھ/۸۷۳۔۹۷۱ء)۔ **المعجم الأوسط**۔ رياض، سعودی عرب: مكتبة المعارف، ۱۴۰۵ھ/۱۹۸۵ء۔

۸۴۔ **طبرانی**، سليمان بن احمد (۲۶۰۔۳۶۰ھ/۸۷۳۔۹۷۱ء)۔ **المعجم الكبير**۔ موصل، عراق: مكتبة العلوم والحكم، ۱۴۰۴ھ/۱۹۸۳ء۔

۸۵۔ **طبری**، ابوجعفر محمد بن جرير بن يزيد (۲۲۴۔۳۱۰ھ/۸۳۹۔۹۲۳ء)۔ **جامع البيان في تفسير القرآن**۔ بيروت، لبنان: دار المعرفه، ۱۴۰۰ھ/۱۹۸۰ء۔

۸۶۔ **عبدالحق محدث دہلوی**، شيخ (۹۵۸۔۱۰۵۲ھ/۱۵۵۱۔۱۶۴۲ء)۔ **أشعة اللمعات**

شرح مشکوٰۃ المصابیح۔ سکھر، پاکستان: مکتبہ نوریہ رضویہ، ۱۹۷۶ء۔

۸۷۔ **عبد بن حمید**، ابو محمد بن نصر الکسی (م ۲۴۹ھ/۸۶۳ء)۔ **المسند**۔ قاہرہ، مصر: مکتبۃ السنہ، ۱۴۰۸ھ/۱۹۸۸ء۔

۸۸۔ **عبد الماجد دریا آبادی**، تفسیر ماجدی۔ کراچی، پاکستان مجلس نشریات قرآن، ۱۴۱۸ھ/۱۹۹۸ء

۸۹۔ **عجلونی**، ابو الفداء اسماعیل بن محمد بن عبد الہادی بن عبد الغنی جراحی (۱۰۸۷۔ ۱۱۶۲ھ/ ۱۶۷۶۔۱۷۴۹ء)۔ **کشف الخفا ومزیل الألباس**۔ بیروت، لبنان: مؤسسۃ الرسالہ، ۱۴۰۵ھ۔

۹۰۔ **عسقلانی**، احمد بن علی بن محمد بن محمد بن علی بن احمد کنانی (۷۷۳۔۸۵۲ھ/ ۱۳۷۲۔۱۴۴۹ء)۔ **الإصابة فی تمییز الصحابة**۔ بیروت، لبنان: دار الجیل، ۱۴۱۲ھ/۱۹۹۲ء۔

۹۱۔ **عسقلانی**، احمد بن علی بن محمد بن محمد بن علی بن احمد کنانی (۷۷۳۔۸۵۲ھ/۱۳۷۲۔ ۱۴۴۹ء)۔ **فتح الباری بشرح صحیح البخاری**۔ لاہور، پاکستان: دار نشر الکتب الاسلامیہ، ۱۴۰۱ھ/ ۱۹۸۱ء۔

۹۲۔ **عسقلانی**، احمد بن علی بن محمد بن محمد بن علی بن احمد کنانی (۷۷۳۔۸۵۲ھ/ ۱۳۷۲۔۱۴۴۹ء)۔ **تهذیب التهذیب**۔ بیروت، لبنان: دار الفکر، ۱۴۰۴ھ/ ۱۹۸۴ء۔

۹۳۔ **عجلی**، ابو الحسن احمد بن عبد اللہ بن صالح عجلی کوفی (۱۸۲۔ ۲۶۱ھ)۔ **معرفة الثقات**۔ مدینہ منورہ، سعودی عرب: مکتبۃ الدار، ۱۴۰۵ھ/ ۱۹۸۵ء۔

۹۴۔ **عینی**، بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد بن موسیٰ بن احمد بن حسین بن یوسف بن محمود (۷۶۲۔۸۵۵ھ/ ۱۳۶۱۔۱۴۵۱ء)۔ **عمدة القاری شرح صحیح البخاری**۔ بیروت، لبنان: دار الفکر، ۱۳۹۹ھ/ ۱۹۷۹ء۔

۹۵۔ **غزالی**، حجۃ الاسلام امام ابو حامد محمد الغزالی (۵۰۵ھ)۔ **إحیاء علوم الدین**۔ مصر: مطبعہ عثمانیہ، ۱۳۵۲ھ/ ۱۹۳۳ء۔

۹۶۔ **قاضی ثناء اللہ پانی پتی** (۱۲۲۵ھ)۔ **التفسیر المظھری**۔ کوئٹہ، پاکستان: بلوچستان بک ڈپو۔

۹۷۔ **قاضی عیاض**، ابو الفضل عیاض بن موسیٰ بن عیاض بن عمرو بن موسیٰ بن عیاض بن محمد بن موسیٰ بن عیاض یحصبی (۴۷۶۔۵۴۴ھ/ ۱۰۸۳۔۱۱۴۹ء)۔ **الشفا بتعریف حقوق المصطفی**۔ بیروت، لبنان: دار الکتاب العربی۔

۹۸۔ **قرطبی**، ابو عبد اللہ محمد بن احمد بن محمد بن یحیٰ بن مفرج اُموی (۲۸۴۔۳۸۰ھ/ ۸۹۷۔۹۹۰ء)۔ **الجامع لأحکام القرآن**۔ بیروت، لبنان: دار احیاء التراث العربی۔

۹۹۔ **قسطلانی**، ابو العباس احمد بن محمد بن ابی بکر بن عبد الملک بن احمد بن محمد بن حسین بن علی (۸۵۱۔۹۲۳ھ/ ۱۴۴۸۔۱۵۱۷ء)۔ **المواھب اللدنیۃ**۔ بیروت، لبنان: المکتب الاسلامی، ۱۴۱۲ھ/ ۱۹۹۱ء۔

۱۰۰۔ **قشیری**، ابو قاسم عبدالکریم بن ھوازن قشیری۔ **الرسالۃ القشیریۃ**۔

۱۰۱۔ **مالک**، ابن انس بن مالک بن ابی عامر بن عمرو بن حارث اصبحی (۹۳۔۱۷۹ھ/ ۷۱۲۔۷۹۵ء)۔ **الموطأ**۔ بیروت، لبنان: دار احیاء التراث العربی، ۱۴۰۶ھ/ ۱۹۸۵ء۔

۱۰۲۔ **مزی**، ابو الحجاج یوسف بن زکی عبد الرحمٰن بن یوسف بن عبد الملک بن یوسف بن علی (۶۵۴۔۷۴۲ھ/ ۱۲۵۶۔۱۳۴۱ء)۔ **تھذیب الکمال**۔ بیروت، لبنان: مؤسسۃ الرسالہ، ۱۴۰۰ھ/ ۱۹۸۰ء۔

۱۰۳۔ **مسلم**، ابن الحجاج قشیری (۲۰۶۔ ۲۶۱ھ/ ۸۲۱۔۸۷۵ء)۔ **الصحیح**۔ بیروت، لبنان: دار احیاء التراث العربی۔

۱۰٤۔ ازدی، معمر بن راشد (م:۱۵۱ھ)، الجامع، بیروت: مکتب الاسلامی، ۱۴۰۳ھ

۱۰۵۔ **مقدسی**، شیخ ضیاء الدین ابو عبد اللہ محمد بن عبد الواحد بن عبد الرحمان حنبلی مقدسی (۵۶۷۔۶۴۳ھ)۔ **الأحایث المختارة**۔ مکة المکرّمة، مکتبة النهضة، ۱۴۱۰ھ/۱۹۹۰ء۔

۱۰٦۔ **مقریزی**، ابو العباس احمد بن علی بن عبد القادر بن محمد بن ابراہیم بن محمد بن تمیم بن عبد الصمد (۷۶۹۔۸۴۵ھ/۱۳۶۷۔۱۴۴۱ء)۔ **اِمتاعُ الاَسماع**۔ بیروت، لبنان: دار الکتب العلمیہ، ۱۴۲۰ھ/۱۹۹۹ء۔

۱۰۷۔ **ملا علی قاری**، نور الدین بن سلطان محمد ہروی حنفی (م ۱۰۱۴ھ/۱۶۰٦ء)۔ **مرقاة المفاتیح شرح مشکوٰة المصابیح**۔ بمبئی، بھارت، اصح المطابع۔

۱۰۸۔ **مناوی**، عبدالرؤف بن تاج العارفین بن علی بن زین العابدین (۹۵۲۔۱۰۳۱ھ/۱۵۴۵۔۱۶۲۱ء)۔ **فیض القدیر شرح الجامع الصغیر**۔ مصر: مکتبہ تجاریہ کبریٰ، ۱۳۵٦ھ۔

۱۰۹۔ **نسائی**، احمد بن شعیب (۲۱۵۔۳۰۳ھ/۸۳۰۔۹۱۵ء)۔ **السنن**۔ بیروت، لبنان: دار الکتب العلمیہ، ۱۴۱٦ھ/۱۹۹۵ء۔

۱۱۰۔ **نسفی**، عبداللہ بن محمود بن احمد نسفی (۷۱۰ھ) ۔**مدارک التنزیل وحقائق التأویل**۔ بیروت، لبنان: دار احیاء التراث العربی۔

۱۱۱۔ **نووی**، ابو زکریا، یحییٰ بن شرف بن مری بن حسن بن حسین بن محمد بن جمعہ بن حزام (۶۳۱۔۶۷۷ھ/۱۲۳۳۔۱۲۷۸ء) ۔**شرح صحیح مسلم**۔ کراچی، پاکستان: قدیمی کتب خانہ، ۱۳۷۵ھ/۱۹۵٦ء۔

۱۱۲۔ **نووی**، ابو زکریا یحییٰ بن شرف بن مری بن حسن بن حسین بن محمد بن جمعہ بن حزام (۶۳۱۔۶۷۷ھ/۱۲۳۳۔۱۲۷۸ء)۔**المجموع شرح المهذب**۔ جدہ، سعودی عرب: مکتبة الارشاد۔

١١٣۔ **ہیتمی**، ابو العباس احمد بن محمد بن محمد بن علی بن محمد بن علی **ابن حجر مکی** (۹۰۹۔ ۹۷۳ھ/۱۵۰۳۔۱۵٦٦ء)۔ **الجوهر المنظم**۔ مطبعۃ الخیریہ، ۱۲۳۱ھ۔

١١٤۔ **ہیثمی**، نور الدین ابو الحسن علی بن ابی بکر بن سلیمان (۷۳۵۔۸۰۷ھ/ ۱۳۳۵۔ ۱۴۰۵ء) ۔**مجمع الزوائد ومنبع الفوائد**۔ قاہرہ، مصر: دار الریان للتراث + بیروت، لبنان: دار الکتاب العربی، ۱۴۰۷ھ/ ۱۹۸۷ء۔

١١٥۔ **ہندی،** حسام الدین، علاء الدین علی متقی (م ۹۷۵ھ)۔ **کنز العمال**۔ بیروت، لبنان: مؤسسۃ الرسالہ، ۱۳۹۹/ ۱۹۷۹۔

١١٦۔ **واقدی، ابو عبد اللہ** محمد بن عمر بن واقد (۱۳۰ھ/ ۲۰٦ھ) ۔ **فتوح الشام**۔ بیروت، لبنان: دار الکتب العلمیہ، ۱۴۱۷ھ/ ۱۹۹۷ء۔

www.MinhajBooks.com